معاون درسی کتاب

تاریخ

دسویں جماعت کے لیے

محمد عبدالرؤف

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی

معاون درسی کتاب

تاریخ

دسویں جماعت کے لیے

مصنف

محمد عبدالرؤف

لکچرر ممتاز کالج، حیدرآباد

مدیر

مصطفیٰ ندیم خاں غوری

ایم۔اے۔، بی ایڈ ال۔ال۔ایم

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر آنند راج ورما

پی ایچ۔ڈی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل

حکومت ہند

ویسٹ بلاک-۱، آر-کے-پورم، نئی دہلی-110066

بہ اہتمام

شاخ جنوبی ہند، حیدرآباد

Associate Text Book

History (Tarikh)

For X Std.

By Md. Abdur Raouf

سنہ اشاعت : اپریل۔جون 2003 شک 1925

پہلا اڈیشن : 1100

سلسلۂ مطبوعات : 1091

قیمت : -/100

کمپوزنگ : الاکرم گرافکس فون 040-56552456

16-1-14/4 سعید آباد، حیدرآباد-59

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

ویسٹ بلاک-۱، آر-کے-پورم، نئی دہلی-110066

طابع : جے کے کمپیوٹرس اینڈ پرنٹرس، دین دنیا ہاؤس، جامع مسجد، دہلی-۶ فون نمبر 23280644

پیش لفظ

نصابی کتابیں وقت پر فراہم کرنے کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ہمارے یہاں معاون نصابی مواد کی کمی ہے۔ فروغ اردو کے لئے اردو زبان وادب اور اردو ذریعۂ تعلیم کو باہم مربوط کرنے کے لئے نصابی اور معاون نصابی کتابوں کا ابتدائی سے اعلیٰ جماعتوں تک مناسب قیمت اور وقت پر دستیاب ہونا اشد ضروری ہے۔ قومی اردو کونسل نے منصوبہ بند طریقے سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی پیہم کوشش کی ہے۔

معاون درسی کتب کی تیاری کا مقصد طلبہ کو ایسا مواد فراہم کرنا ہے جو نہ صرف ان کے شوقِ مطالعہ اور تجسس کی تسکین کا باعث ہو بلکہ نصابی مواد کی تفہیم اور مقابلہ جاتی امتحانوں کی تیاری میں بھی معاون ثابت ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے دو حصوں پر مبنی ایک مبسوط منصوبہ تیار کیا گیا۔ ایک حصے کے تحت آٹھویں سے دسویں جماعت تک طبعیات، کیمیا، نباتیات، حیوانیات، اور جدید ریاضی کی کتابیں تیار کی گئیں۔ منصوبے میں شامل مضامین کے لئے ایک ایسا جامع نصاب تیار کیا گیا ہے جس میں بشمول سی۔ بی۔ ایس۔ ای۔ (CBSE) اور آئی۔ سی۔ ایس۔ ای۔ (ICSE) ملک کے ہر صوبے کے متعلقہ نصاب کو ملحوظ رکھا گیا تاکہ یہ کتابیں تمام ملک میں یکساں طور پر مفید ہوں اور طلبہ کو ان میں کسی قسم کی تشنگی محسوس نہ ہو۔ نیز یہ احساس ہو کہ ان کتابوں میں نہ صرف ان کے نصاب کا پورا احاطہ کیا گیا ہے بلکہ دیگر کارآمد معلومات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ان کے مطالعے سے طلبہ کو آئندہ جماعتوں کے مشکل اور پیچیدہ اسباق سمجھنے میں بھی آسانی ہو۔ دوسرے حصے میں سماجی علوم جیسے تاریخ، جغرافیہ، علم شہریت، معاشیات اور کامرس کی کتابیں شامل ہیں۔ مذکورہ کتابوں کی تیاری کے لئے متعلقہ مضامین کے ماہرین پر مشتمل دو پینل تشکیل دیے گئے۔ یہ کام ڈاکٹر آنند راج ورما کی ادارت میں کونسل کی جنوبی ہند کی شاخ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ہمیں توقع ہے کہ یہ کتابیں اساتذہ اور طلبہ کے لئے یکساں طور پر مفید ثابت ہوں گی۔ یہ کتابیں اردو ذریعۂ تعلیم کی کڑیوں کو نہ صرف تسلسل عطا کریں گی بلکہ اسے زیادہ مفید اور موثر بنانے میں بھی مفید ثابت ہوں گی۔ زیرِ نظر کتاب اسی منصوبے کے تحت شائع کی گئی ہے۔ جسے بہتر سے بہتر بنانے میں ہر مثبت تجویز کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی

فہرست اسباق

سبق - 1

سامراجیت اور نوآبادیاتی نظام

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم سامراجیت اور نوآبادیاتی نظام سے متعلق مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ سامراجیت کا مفہوم
+ سامراجیت کی مختلف شکلیں اور اس کے طریقہ کار
+ سامراجیت کے اسباب وعوامل
+ ابتدائی فتوحات کے اسباب
+ ہندوستان کا نوآبادیانہ
+ چین کا نوآبادیانہ
+ جنوب مشرقی ایشیاء میں سامراجیت
+ مغربی ایشیاء میں برطانوی سامراجیت
+ جاپان بطور سامراجیت
+ ڈچ علاقوں پر برطانوی قبضہ
+ مصر پر برطانوی کنٹرول
+ نظام غلامی اور غلاموں کی تجارت
+ سامراجیت کے اثرات

2 تمہید

پچھلی جماعت میں آپ نے دورقدیم کی مختلف تہذیبوں اور دور وسطی کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کیں تھیں۔اس سبق میں آپ سامراجیت کے مفہوم اور نوآبادیاتی نظام سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ سامراجیت کے مفہوم، اس کی شکلیں اور اس کی وسعت سے متعلق بھی تفصیلی معلومات حاصل کریں گے۔آپ مزید یہ بھی معلومات حاصل کریں گے کہ سامراجیت کے دنیا پر کیا اثرات مرتب ہوئے۔

3 سبق کا متن

3.1 سامراجیت (Imperialism) کا مفہوم

سامراجیت کے مفہوم کو مختلف مفکرین نے علاحدہ علاحدہ سمجھانے کی کوشش کی ۔ سامراجیت کو عام معنی میں توسیع پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے تحت سامراجی طاقت اپنے حدود سے آگے بڑھ کر کسی اجنبی ملک پر اپنا تسلط قائم کر دیتی ہے ۔ ممتاز مورخ چارلس ہیجس (Charles Hedges) نے سامراجیت کی تعریف یوں بیان کی ہے:

> ''سامراجیت راست یا بالواسطہ طور پر دوسری اقوام کے افراد کی داخلی زندگی پر کسی اجنبی ملک کی سیاسی، معاشی اور ثقافتی طاقت کو مسلط کرنے کو کہتے ہیں۔''

سامراجیت میں کسی حکومت اور اس کی عوام کو دوسری حکومت کا محکوم بنایا جاتا ہے ۔ اس نظام میں کسی قسم کا پاس ولحاظ نہیں رکھا جاتا ہے ۔ ہر اعتبار سے محکوم عوام پر اجنبی حکومت کی برتری قائم رہتی ہے ۔ یعنی سامراجیت طاقت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے جس میں محکوم عوام کا استحصال کیا جاتا ہے ۔

سامراجیت کی دو اقسام ہیں:

(1) قدیم سامراجیت (2) جدید سامراجیت

قدیم سامراجیت کو نو آبادیات سے موسوم کیا جاتا ہے جو 1492 سے 1763 تک پھیلی ہوئی تھی ۔ جدید سامراجیت 1870 سے لے کر موجودہ زمانے تک پھیلی ہوئی تھی ۔

سامراجیت کو فوجی طاقت کے علاوہ دوسرے ذریعوں جیسے نو آبادیات کے ذریعہ پھیلایا جاتا ہے ۔

دنیا کے کئی ممالک حالیہ عرصہ تک سامراجی طاقتوں کے زیر اثر تھے جن میں ہندوستان اور کئی افریقی ممالک تھے ۔ اس میں کئی ایک ایسے ممالک بھی ہیں جن پر سامراجی طاقتوں نے حکومتیں قائم نہیں کیں لیکن ان کا استحصال کیا ۔

3.2 سامراجیت کی مختلف شکلیں اور طریقہ کار

سامراجیت کی مندرجہ ذیل شکلیں ہیں:

(1) معاشی سامراجیت (2) نسلی سامراجیت (3) ثقافتی سامراجیت

(4) سیاسی سامراجیت (5) نظریاتی سامراجیت

سامراجی طاقتوں نے نوآبادیات کا معاشی استحصال کیا اور انسانی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے انہیں معاشی طور پر پسماندہ کر دیا۔ ان طاقتوں نے نوآبادیات کو اپنے مفادات کی خدمات کے لیے استعمال کیا۔

نظریاتی سامراجیت کو سامراجی طاقتوں نے پیش کیا انہوں نے ''گورے آدمی پر بوجھ'' (Whiteman burden) کے نظریہ کے تحت افریقہ اور ایشیاء پر اپنے تسلط کو قائم کیا۔ اس سے مراد یہ کہ افریقہ اور ایشیاء کے پسماندہ طبقات کو مہذب بنانے کی ذمہ داری گوری یعنی یوروپی پر ہے۔ اس کے ذریعہ وہ ان پر اپنی ثقافتی برتری قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے عیسائیت کی تبلیغ کو ذریعہ بنایا۔

3.2.1 سامراجیت کے طریقہ کار

سامراجیت ان طریقہ کار پر مشتمل تھی:

(1) پرامن ذرائع (2) جبری Forceful اقدامات (3) بالراست کنٹرول

پرامن ذرائع مالی و معاشی تبادلے، ثقافتی اور سفارتی مباحث پر مشتمل تھے جب کہ غیر پرامن ذریعوں میں رشوت خوری، معاشی تحدیدات اور فوجی طاقت کا استعمال پر مشتمل تھے۔ بالراست کنٹرول میں دو مرحلوں میں سامراجی طاقتوں کا پسماندہ ممالک پر کنٹرول قائم ہوا۔ پہلے مرحلے میں ہتھیاروں کی عارضی نمائش کی گئی اور دوسرے مرحلے میں ان ممالک پر قبضہ اور ان کا استحصال کیا گیا۔

3.3 سامراجیت کے ظہور کے اسباب

انیسویں صدی میں پائے جانے والے حالات نے سامراجیت کے فروغ میں مدد کی۔ سامراجی ممالک نے ان حالات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی ایشیائی اور افریقی ممالک میں اپنی سامراجی طاقتوں کا مظاہرہ کیا۔ ان حالات یا ان عوامل کو مندرجہ ذیل ذیلی عنوانات کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔

(1) صنعتی انقلاب (2) سرمایہ کاری (3) جارحیت قوم پرستی (4) مذہب

3.3.1 صنعتی انقلاب

سامراجیت کا بنیادی سبب صنعتی انقلاب تھا۔ اٹھارویں صدی میں انگلستان میں صنعتی انقلاب واقع ہوا۔ یہ بتدریج دوسرے یورپی ممالک میں پھیلا گیا۔ اس صنعتی انقلاب نے اشیاء کی پیداوار میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔ کئی کارخانے قائم کیے گئے۔ جس میں کئی اقسام کی پیداوار کی جانے لگی۔ پیداوار کے اضافے ان سرمایہ داروں کو بیرونی ممالک مال بھیجنے پر مجبور کیا کیوں کہ یہ تمام مال ان کے اپنے ملک میں فروخت نہیں کیا جا سکتا تھا لہذا وہ اپنے مال کی کھپت کے لیے منڈیوں کی تلاش شروع کر دی۔

تیار کردہ مال کی کھپت کے علاوہ ان یورپی صنعت یافتہ ممالک کے لیے خام مال کی بھی ضرورت تھی۔ اس وجہ سے بھی یہ

ممالک منڈیوں کی تلاش میں سرگرداں رہے۔

یہ صنعت یافتہ (یورپی ممالک) ممالک اپنے تیار کردہ مال آپس میں فروخت نہیں کرسکتے تھے کیوں کہ یہ تمام ممالک نہ صرف ترقی یافتہ بلکہ اپنے مال کی کھپت کے لیے منڈیوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے مال کے تحفظ اور دوسرے یورپی ممالک سے درآمدات کو روکنے کے لیے حفاظتی پالیسی (Protectionist Policy) کو اختیار کیا تھا جس کے مطابق درآمدات پر بھاری محصول عائد کیا جانے لگا تاکہ درآمدات کو روکا جاسکے۔ ایسے حالات میں ان صنعت یافتہ ممالک نے افریقہ اور ایشیاء کو اپنی منڈیوں کا مرکز بنایا۔ ان ایشیائی اور افریقی ممالک میں خام مال کی بھی بہتات تھی۔

سمندری راستوں کی دریافت سے منڈیاں قائم کرنے میں بڑی مدد ملی۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے یورپی ممالک ایشیاء اور افریقہ میں اپنی نوآبادیات قائم کرنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ان نوآبادیات کے حصول کے لیے یورپی طاقتوں کے درمیان رسہ کشی شروع ہوگئی۔

3.3.2 سرمایہ کاری

انیسویں صدی کے اواخر میں یورپی طاقتوں نے ایشیاء اور افریقہ میں سرمایہ کاری کے لیے بہترین علاقے سمجھے اور وہاں سرمایہ کاری شروع کردی۔ انہوں نے اپنے فاضل سرمایہ کو ان نوآبادیات میں لگایا۔ یورپ میں سرمایہ کاری ان طاقتوں کو صرف 3 یا 4 فیصد منافع دے سکتی تھی جب کہ ایشیاء اور افریقہ میں یہ 20 فیصد تک ہوسکتی تھی۔ انہوں نے قرضہ جات دیتے ہوئے صنعتوں پر اپنا کنٹرول قائم کرلیا۔ ان ممالک میں قرضہ جات دینا ان ممالک کی معیشت کو ترقی دینا نہیں تھا بلکہ ایسی ایشیاء کو تیار کرنا تھا جو برآمد کی جاسکے۔ اس سرمایہ کاری میں مضمر خطرات کے باوجود نوآبادیات میں سرمایہ کاری کی وجہ سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہونے لگا جس سے علاقوں کا الحاق کے تجربے کو تقویت ملی۔

3.3.3 جارحیت قوم پرستی

یورپی اقوام میں یہ تاثر پیدا ہونے لگا کہ نوآبادیات کا زیادہ سے زیادہ حصول ان کی شان و شوکت میں اضافہ کرے گا۔ کئی یورپی ممالک میں یہ خیال زور پکڑنے لگا کہ وہ دوسری اقوام سے اعلیٰ ہیں۔ اور وہ غیر ترقی یافتہ ممالک پر اپنا تسلط قائم کرنے لگے۔ سامراجیت ایک فیشن کی شکل اختیار کرگئی اور یہ طاقتیں اپنی سرحدوں کو بڑھانے کی جدوجہد میں لگ گئیں۔ حالیہ متحد ممالک اٹلی اور جرمنی نے اپنے قومی وقار کے اضافے کے لیے نوآبادیات کے حصول کی کوششیں تیز تر کردیں۔

3.3.4 مذہب

معاشی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ مذہبی سرگرمیاں بھی نوآبادیات میں جاری رہیں۔ عیسائی مبلغین نے عیسائیت کی تبلیغ و

اشاعت کی۔ مذہبی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے سامراجیت کے نظریہ کو فروغ دینے میں بھی اپنا رول ادا کیا۔ بسا اوقات ان مبلغین کی حفاظت کے لیے جنگیں بھی ہوئیں۔ نہ صرف مذہب کو پھیلانے بلکہ اپنی تہذیب کو بھی عام کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ سامراجی طاقتوں میں یہ تاثر تھا کہ ایشیاء اور افریقہ غیر مہذب ممالک ہیں اور یہ ان یورپی ممالک کی ذمہ داری ہے کہ انہیں مہذب بنایا جائے۔

> ایک انگریز مصنف رڈیارڈ کپلنگ (Rudiyard Kipling) نے ایک نظریہ کو پیش کیا جس کو ''گورے پر بوجھ'' (Whiteman's burdun) کہا جاتا ہے۔

اس سے مراد یہ کہ گورے (یورپی) غیر مہذب اقوام کو مہذب بنانے کی ذمہ داری قبول کرلیں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان اقوام کو مہذب بنائیں۔

3.4 ہندوستان کا نوآبادیانہ

پرتگالی سیاح واسکوڈی گاما نے 1498ء میں ہندوستان کے بحری راستہ کو دریافت کیا۔ اس دریافت نے کئی یورپی ممالک کو ہندوستان میں بغرض تجارت داخلہ کی راہ دکھادی۔ پرتگال وہ پہلا یورپی ملک تھا جو ہندوستان میں سب سے پہلے داخل ہوا۔ اس نے کالی کٹ کے ساحل پر اپنی فیکٹری قائم کی اور بتدریج ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں بھی فیکٹریاں قائم کیں۔ اس کے بعد دوسری یورپی اقوام ہندوستان میں اس مقصد کے تحت داخل ہوئیں جس میں ولندیز (ڈچ)، انگریز اور فرانسیسی شامل تھے۔ ان تمام ممالک نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اپنے مراکز قائم کرلیے۔ اٹھارویں صدی کے اوائل تک یوں تو انگریزوں نے تمام یورپی تجارتی کمپنیوں کو شکست دیدی تھی البتہ فرانسیسی اب بھی ان کے حریف رہے۔ اس طرح ہندوستان میں دو ہی طاقتیں برتری کے لیے برسرپیکار تھیں ایک تو انگریز اور دوسری فرانسیسی۔

مغلیہ سلطنت کے زوال کی وجہ سے ان طاقتوں کو ہندوستان پر قبضہ کرنے کا موقعہ ملا۔ کافی عرصہ سے انگریز اور فرانسیسی تجارتی کمپنیاں ہندوستان میں اپنی برتری کے لیے آپس میں لڑتی رہیں۔ ہندوستان میں انگریزوں کا مرکز مدراس تھا جب کہ فرانسیسیوں کا پانڈیچیری۔ ان پر کرناٹک کے نواب کی حکومت تھی۔ کرناٹک کے نواب کے انتقال کے بعد وہاں تخت نشینی کے لیے رسہ کشی شروع ہوئی جس میں انگریزوں اور فرانسیسیوں نے ایک دوسرے کے مقابل دعوے داروں کی مدد کی۔ اس مقابلہ آرائی میں انگریز اور فرانسیسیوں کے درمیان تین جنگیں ہوئیں جن کو کرناٹک کی جنگوں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آخری اور تیسری کرناٹک کی جنگ (1763) میں فرانسیسیوں کو شکست ہوئی۔ فرانسیسیوں کی شکست کے بعد انگریزوں کا کوئی مدمقابل نہیں رہا۔

بنگال کے نواب سراج الدولہ کو انگریزوں نے جنگ پلاسی (1757) میں شکست دے دی تھی۔ بنگال سے لے کر ہندوستان کے کئی علاقوں پر انگریزوں کا کنٹرول قائم ہوگیا۔ 1857 کی بغاوت کے بعد برطانوی حکومت نے ہندوستان پر اپنا راست کنٹرول قائم کردیا۔ اس طرح برطانوی حکومت نے ہندوستان میں اپنی حکومت کی ابتداء کی۔ یوں تو اب بھی کئی دیسی ریاستیں آزاد تھیں لیکن برائے نام ان کے حکمراں انگریزوں کے باج گزار تھے۔

برطانوی اقتدار نے ہندوستان کے سماجی و معاشی حالات پر بڑا برا اثر مرتب کیا۔ ہندوستان کے قدرتی وسائل کو برطانیہ نے اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا۔

ہندوستانیوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا گیا۔ حکومتی اداروں کے اہم عہدوں پر انہیں فائز نہیں کیا گیا اس طرح سامراجی ملک برطانیہ نے ہندوستان پر نہ صرف سیاسی اقتدار حاصل کیا بلکہ ہندوستانی عوام کا استحصال بھی کیا۔

3.5 چین کا نوآبادیانا

چین عرصہ دراز تک دنیا سے جدا اور الگ تھلگ رہا۔ چینی یہ تصور کرتے تھے کہ وہ دنیا کی مہذب ترین قوم ہیں اور ان کا ملک ہر لحاظ سے خود مکتفی ہے لہذا ان کا ملک کسی دوسرے ملک کی مدد کا محتاج نہیں۔ اس لیے چینیوں نے بیرونی دنیا سے کوئی ربط قائم نہیں رکھا۔

چین کی کئی مصنوعات اور اشیاء جیسے پارچہ جات، سوت، ریشم، چائے اور چینی کی برتن کی یورپ میں بہت مانگ تھی۔ یورپی اقوام ان اشیاء کے لیے چین سے تجارتی تعلقات قائم کرنا چاہتے تھے۔ جب یورپی اقوام نے تجارت کی اجازت کے لیے چینی بادشاہ سے نمائندگی کی تو اس نے اجازت دینے سے انکار کردیا۔ چین کی صنعتیں پسماندگی اور فوجی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یورپی اقوام نے خفیہ طور پر چین میں تجارت شروع کردی۔ 1842 تک چینی سلطنت کے دروازے کینٹن اور مکاؤ تک محدود تھے۔ اس سے قبل چین میں تجارت برآمدات تک محدود تھیں۔ چین کسی بھی ملک سے اشیاء درآمد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں پیداوار کے اضافہ نے مشرقی مصنوعات کی ضرورت کو بڑھادیا۔ یورپی ممالک چین پر تجارتی دروازے کھولنے کے لیے دباؤ ڈالنے لگے۔ بتدریج غیر ملکی چین میں تجارتی اغراض کے لیے داخل ہونے لگے۔

پرتگال پہلی یورپی قوم تھی جو 1516ء میں چین میں داخل ہوئی۔ اس کے بعد ڈچ (ہالینڈ) 1637، پھر انگریز 1784 اور اخیر میں امریکی چین میں داخل ہوئے۔

انگریزوں نے چین میں افیون کی غیر قانونی تجارت شروع کی جس کے نتیجہ میں برطانیہ اور چین کے درمیان دو جنگیں لڑی گئیں جن کو "افیون کی جنگ" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چین کو ان جنگوں میں شکست ہوئی۔ چین کو بھاری معاوضہ ادا کرنا پڑا اور ساتھ ہی پانچ بندرگاہوں کو برطانیہ کے لیے کھولنا پڑا۔

برطانیہ نے یہ مراعات بھی حاصل کرلی تھی کہ ان پانچ بندرگاہوں میں آباد انگریزوں میں اگر کسی انگریز پر کوئی الزام عائد ہو تو اس کا مقدمہ مقامی چینی عدالت کی بجائے وہاں قائم انگریزی عدالت میں ہی پیش کیا جاسکے گا۔
کوئی انگریز کسی جرم کے ارتکاب کے لیے چینی قانون کے تحت کسی چینی عدالت کو جواب دہ نہ ہوگا۔
اس توضیع کو اضافی حقوق محروسہ (Extra Terretorial Rights) سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔
اس کے بعد ہانگ کانگ کو بھی برطانوی تحویل میں دیدیا گیا تھا۔

جلد ہی دوسری یورپی طاقتیں جیسے فرانس وغیرہ نے بھی اپنی شرائط چین سے منوالیں۔ اس طرح چین میں یورپی نوآبادیات قائم ہوگئیں۔ جاپان جو ایک ابھرتا ہوا سامراجی ملک تھا۔ اس نے چین پر کوریا کے حصول کے لیے 1894 میں حملہ کردیا جس میں چین کو شکست ہوئی۔ چین نے کوریا کو آزادی دے دی اور فورموسا اور دوسرے جزائر کو جاپان کے حوالہ کیا۔ اس کے علاوہ چین نے جاپان کو تاوان جنگ بھی ادا کیا جو تقریباً 150 ملین ڈالرس کا تھا۔ جاپان کا یہ حملہ چین میں سامراجیت کے پھیلاؤ کا دوسرا مرحلہ تھا۔

تاوان جنگ ادا کرنے کے لیے فرانس، روس، جرمنی اور برطانیہ نے چین کی مالی امداد کی۔ اس کے عوض انہوں نے اپنے لیے مخصوص مراعات حاصل کرلیں۔ اور اس طرح انہوں نے چین کے علاقوں کو اپنے اپنے دائرہ اثر میں تقسیم کرلیا۔

امریکہ اس دائرہ اثر کی تقسیم سے چوکنا ہوگیا۔ اور اس نے ایک نئے نظریہ ''کھلے دروازے کی پالیسی'' کو تجویز کیا۔
اس پالیسی کو ''میں بھی حکمت عملی'' (Mee Too Policy) بھی کہا جاتا ہے۔
اس پالیسی کے مطابق تمام ممالک کو چین سے تجارت کرنے کے مساوی حقوق حاصل ہوگئے تھے۔

یورپی طاقتوں کے خلاف چینی عوام میں نفرت بڑھنے لگی اور بالآخر انہوں نے بغاوت کردی جس کو ''باکسر بغاوت'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چینی عوام کو اس میں شکست ہوئی۔ چین پر تاوان جنگ کا بوجھ عائد کیا گیا یورپی طاقتوں سے حاصل شدہ مدد کے ذریعہ تاوان جنگ ادا کیا۔ ان یورپی طاقتوں کو مزید مراعات دی گئیں۔ اس طرح چین سامراجی طاقتوں کا ایک مرکز بن کررہ گیا جس کا بڑی بے دردی سے استحصال کیا گیا۔

3.6 جنوب مشرقی ایشیاء میں سامراجیت

سامراجی طاقتوں نے جنوب مشرقی ایشیاء پر اپنی سامراجی طاقتوں کا مظاہرہ کیا۔ ان طاقتوں میں برطانیہ، ولندیزی

(ڈچ) فرانس اور امریکہ قابل الذکر ہیں۔ جنوب مشرقی ایشیاء درج ذیل علاقوں پر مشتمل تھا:

(1) برما (2) سری لنکا (3) نیپال 4) ملایا (5) انڈونیشیا

(6) تھائی لینڈ اور (7) فلپائن۔

سری لنکا پر پہلے پرتگالیوں کا قبضہ رہا پھر اس پر ولندیزی (Dutch) قابض آئے اور اس کے بعد انگریز۔ برطانیہ کا اثر بڑھتا گیا ملایا کو ڈچ سے حاصل کیا اور سنگاپور بھی اس کے دائرہ اثر میں چلا گیا۔ اس طرح برطانیہ نے مشرق بعید پر اپنا تجارتی کنٹرول قائم کرلیا۔

ہند۔ چینی علاقہ پر فرانس نے اپنا کنٹرول قائم کرلیا۔ فرانسیسی گورنر جنرل کے تحت وہاں پر اپنا کنٹرول بنائے رکھا۔ انہیں عوام کی مخالفت اور احتجاج کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن وہ وہاں قابض رہنے میں کامیاب ہوئے۔

برما پر بھی فرانس کا کنٹرول بڑھتا جارہا تھا جس کو دیکھتے ہوئے برطانیہ نے برما سے جنگ کا اعلان کردیا اور اس کو شکست دے دی اور برما ہندوستان میں برطانوی حکومت کا ایک حصہ بن گیا۔ تھائی لینڈ کئی جزائر پر مشتمل ہے جس میں جاوا، ساترا، بورنیو، وغیرہ شامل ہیں۔ یہ علاقے کئی قدرتی وسائل جیسے شکر، کافی، ربر وغیرہ سے مالا مال ہیں۔ خصوصی طور پر یہ مسالوں کے لیے کافی مشہور ہیں۔ ان ایشیاء نے یورپی طاقتوں کو اس کی طرف مائل کیا۔ تھائی لینڈ کسی یورپی طاقت کا قبضہ نہیں ہوا لیکن وہ فرانس اور برطانیہ کے درمیان کشمکش کا نشانہ بنا رہا۔

امریکہ کا دائرہ اثر کیوبا اور فلپائن پر قائم تھا۔

3.7 وسطی و مغربی ایشیاء میں برطانوی سامراجیت

وسطی ایشیاء میں ایران، افغانستان اور تبت شامل ہیں۔ انیسویں صدی کے دوسرے دہے تک روس نے تقریباً وسطی ایشیاء پر تسلط قائم کردیا۔ روس کی مدمقابل طاقت برطانیہ تھی جو ہندوستان میں اس کے اقتدار کے تحفظ کے لیے وسطی ایشیاء پر روس کے کنٹرول کو روکنا چاہتی تھی۔ ان دونوں طاقتوں کے درمیان کشمکش جاری تھی بالآخر ان دونوں نے ایران میں اپنے دائرہ اثر کو قائم کرلیا۔ جنوبی ایران پر روس کا اثر اور شمالی ایران پر برطانیہ کا اثر قائم ہوگیا۔ اسی دوران افغانستان پر اپنا اپنا دائرہ اثر کو قائم کرنے کی روس اور برطانیہ کی کوششیں جاری رہیں۔ دونوں سامراجی طاقتوں نے افغانستان پر اپنا اثر قائم نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔

ایران میں تیل کی دریافت نے روس اور برطانیہ کو مزید مداخلت کرنے کا موقعہ عطا کیا۔ ان طاقتوں نے تیل کمپنیوں کے ذریعہ ایران کا معاشی استحصال کرنا شروع کیا۔

مغربی ایشیاء میں بھی سامراجی طاقتیں اپنا اثر قائم کرنے لگیں۔ جرمنی نے ترکی پر اپنا اثر قائم کیا۔ جرمنی نے بغداد اور قسطنطنیہ کے درمیان ایک ریلوے لائن بچھادی۔ اس راستہ کے ذریعہ وہ اپنا دائرہ اثر ایران اور ہندوستان پر بھی قائم کرنا چاہتا تھا

۔لیکن فرانس، برطانیہ اور روس کی مخالفت کی وجہ سے ان تینوں کے درمیان ایک سہ رخی معاہدہ طے پایا تا کہ وہ اس علاقے کو آپس میں تقسیم کرلیں۔

پہلی جنگ عظیم کی وجہ سے ایسا ہو نہ سکا۔ ترکی نے دوسری جنگ عظیم میں جرمنی کی مدد کی۔ جرمنی کو اتحادیوں کے ہاتھوں شکست ہوئی نتیجتاً ترکی کے بھی کئی علاقے چھین لیے گئے۔ جیسے شام، فلسطین، عراق (میسوپوٹامیہ) اور عربیہ۔ جلد ہی تیل کے ذخائر کی موجودگی کی وجہ سے برطانیہ کو اس علاقہ پر اپنا اثر قائم کرنے میں اپنا مفاد نظر آیا۔ برطانیہ کے علاوہ امریکہ اور فرانس نے بھی تیل کے کارخانے مغربی ایشیاء میں قائم کیے۔

3.8 جاپان بطور ایک سامراجی طاقت

جاپان ایک پسماندہ ملک تھا۔ عرصہ دراز تک وہ علاحدہ رہا۔ یورپی طاقتوں نے جاپان سے تجارت قائم کرنے کی کوششیں کیں۔ امریکہ وہ پہلا یورپی ملک ہے جس نے 1853ء میں ایک جنگی جہازی بیڑہ کو کاموڈو امیا تھیوپیری کی کمان میں جاپان روانہ کیا۔ انہوں نے تجارت کرنے کی اجازت حاصل کرلی۔ اس کے بعد ہالینڈ، فرانس، روس اور برطانیہ یکے بعد دیگرے جاپان میں تجارت کی غرض سے داخل ہوئے۔ دوسرے پسماندہ ممالک کی طرح جاپان ان سامراجی طاقتوں کے زیر اثر زیادہ عرصہ تک نہیں رہا۔ اس نے چند ہی دہوں میں اتنی تیز ترقی کی کہ وہ ایک طاقتور ملک بن گیا۔

1867ء میں میجی دور کے احیاء کے بعد جاپان میں تیزی سے ترقی ہونے لگی۔ نوجوان بادشاہ میتسوہیتو (Mitsuhito) نے ملک کو بڑی ترقی دی۔ جدیدیت کو اپنایا گیا اور ہر ایک میدان میں تعلیم سے لے کر صنعت میں ترقی کی گئی۔ خام مال کی تلاش اور تیار کردہ ایشیاء کی کھپت کے لیے اس کو منڈیوں کی ضرورت لاحق ہوئی۔ وہ اپنی سرحدوں سے باہر پیر پھیلانے لگا۔ چین پر حملہ اس کی سامراجی طاقت کا ایک مظاہرہ تھا جس میں اس نے کوریا کے مسئلہ کو لے کر چین سے جنگ لڑی۔ 1910ء میں کوریا، جاپان کی نوآبادیات بن گیا۔ جاپان نے روس کے اثر کو ختم کرنے کے لیے 1904ء میں روس کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ یہ جنگ مختصر عرصہ جاری رہی جس میں روس کو شکست ہوئی۔ امریکہ کی کوشش سے روس اور جاپان کے درمیان ایک معاہدہ، پورٹس ماتھ (Ports Mouth) طے پایا۔ اس معاہدے کے مطابق روس نے آرتھر کی بندرگاہ اور لیوتنگ جزیرہ نما کو جاپان کے حوالے کردیا۔ پہلی جنگ عظیم کے اختتام کے بعد جاپان ایک طاقتور ملک بن گیا۔

3.9 افریقہ میں سامراجیت

افریقہ دوسرا بڑا براعظم ہے یعنی یہ یورپ سے تین گنا بڑا ہے۔ باوجود اس کی وسعت کے یہ براعظم نہایت پسماندہ ہے۔ پندرھویں صدی سے یورپی اقوام افریقہ میں داخل ہونے لگے۔ ابتداء میں وہ صرف ساحلی علاقوں تک محدود رہے۔ جہاں سے

انہوں نے غلاموں کی تجارت شروع کی۔ اسپین وہ پہلا یورپی ملک ہے جس نے افریقہ میں غلاموں کی تجارت کو رواج دیا۔ وہ غلاموں کو خرید کر امریکہ کی اپنی نوآبادیات میں کام کے لیے لے جاتا تھا۔ غلاموں کی تجارت کافی منفعت بخش ثابت ہونے لگی جس کی وجہ سے اس میں اضافہ ہونے لگا۔ افریقہ کے سردار بھی اس تجارت میں شامل ہو گئے۔ وہ ہتھیاروں کے عوض غلاموں کو فروخت کرنے لگے۔ افریقی دیہاتوں پر حملے کرتے ہوئے انہیں غلام بنایا جانے لگا۔ اور انہیں فروخت کیا جانے لگا۔ کئی دیہاتیوں نے مزاحمت بھی کی لیکن انہیں اپنی جان گنوانی پڑی۔ ان یورپی طاقتوں نے افریقہ کے عوام پر بڑے مظالم ڈھائے۔ مزاحمت کے نتیجے میں ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیے جاتے تھے۔ غلاموں کی تجارت کا یہ سلسلہ انیسویں صدی کے وسط تک جاری رہا۔

انیسویں صدی کے اختتام پر غلاموں کی تجارت ختم ہونے لگی کیوں کہ یورپی طاقتیں اپنی سامراجیت کو افریقہ کے اندرونی علاقوں تک وسعت دینا چاہتے تھے۔ غلاموں کی تجارت اس راہ میں ایک رکاوٹ تھی۔

3.9.1 افریقہ کے لیے کدوکاوش (Scramble for Africa)

یورپی طاقتیں افریقہ کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے لگے۔ ان ممالک کے لیے افریقہ استحصال کا ایک نشانہ بن گیا۔

افریقہ کی حقیقی دریافت میں سیاحوں، تاجروں اور مذہبی مبلغین نے اہم رول ادا کیا۔ سیاحوں نے یورپی اقوام میں افریقہ میں دلچسپی پیدا کی۔ مذہبی مبلغین نے افریقہ کو تبلیغ کے لیے ایک بہترین جگہ تصور کیا اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ تاجروں نے بھی افریقہ میں دلچسپی ظاہر کرنے لگے۔ اس طرح افریقہ یورپی ممالک کے استحصال کا مرکز بن گیا۔

یورپی طاقتوں نے اپنی فوجی بالادستی کی وجہ سے افریقہ پر اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یورپی طاقتوں کی کامیابی کا دوسرا اور اہم سبب یہ تھا کہ افریقی ممالک متحد نہیں تھے۔ وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے نبرد آزما رہا کرتے تھے برخلاف اس کے یہ سامراجی طاقتیں متحد ہو کر افریقہ پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتی تھیں۔ بسا اوقات ان یورپی سامراجی طاقتوں کے درمیان جنگ کی صورت بھی پیدا ہوتی تھی لیکن وہ معاہدوں کے ذریعہ اس کو دور کرلیا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر برطانیہ اور جرمنی کے درمیان 1890ء کا معاہدہ ہوا جس کی رو سے جرمنی نے یوگانڈا کو برطانیہ کے حوالے کرنے سے اتفاق کرلیا اور برطانیہ نے ہیلوگولینڈ کو جرمنی کے حوالے کرنے سے رضامندی ظاہر کی۔ اس طرح یہ سامراجی طاقتیں آپسی سمجھوتے کے ذریعہ اپنے اپنے مفادات کا تحفظ کیا کرتے تھے۔ اس طریقہ کار کو کاغذی تقسیم (Paper Partition) کا نام دیا گیا۔ کیوں کہ حقیقی تقسیم ہتھیاروں کے استعمال کے بعد ہی عمل میں آئی۔

3.9.2 مغربی اور وسطی افریقہ

مالو الیبریا کے مغربی افریقہ کو یورپی سامراجی طاقتوں نے انیسویں صدی کے اواخر تک آپس میں تقسیم کرلیا۔ ان طاقتوں میں بلجیم،

برطانیہ، فرانس، جرمنی اور اسپین شامل تھیں۔ اب ہم یہ معلوم کریں گے کہ ان طاقتوں نے کس طرح مغربی افریقہ پر اپنا کنٹرول قائم کرلیا۔

3.9.2.1 بلجیم (Belgium)

لیوپولڈ دوم بلجیم کا بادشاہ تھا۔ وہ افریقہ کے حصول میں بڑی دلچسپی رکھتا تھا۔ اس کے لیے اس نے اس کی تلاش شروع کروائی اس نے اسٹانلے (Stanely) کو مالی مدد فراہم کی تا کہ وہ افریقہ کے سرداروں کے ساتھ معاہدات طے کرے۔ ان سرداروں نے چند ملبوسات اور دوسرے اشیاء کے عوض اپنی اراضیات کو اسٹانلے کے حوالہ کردیا۔ اس طرح اسٹانلے نے کانگو کی ایک بڑی زمین حاصل کرلی۔ کانگو میں ربر اور ہاتھی دانت کی بہتات تھی۔ کانگو کے حصول کے بعد یہ لیوپولڈ دوم کی ایک آزاد کانگو ریاست ہوگئی۔ جس پر لیوپولڈ کا راست کنٹرول قائم ہوگیا۔ کانگو کے عوام پر ظلم ڈھائے جانے لگے اور ان کا بڑی بری طرح استحصال ہونے لگا۔ 1908ء میں کانگو کو بلجیم حکومت کے تحت کردیا گیا اور یہ بلجیم کانگو کہلایا۔ کانگو کا موجودہ نام زائر ہے۔

3.9.2.2 برطانیہ کی نوآبادیات

کانگو میں سونا، ہیرے اور دوسرے معدنیات کی دریافت اور بہتات نے ربر اور ہاتھی دانت کی لالچ کو کم کردیا۔ بلجیم کے علاوہ اب دوسری طاقتیں یہاں دلچسپی دکھانے لگیں۔

برطانیہ نے جانیجیریا کے کچھ حصہ پر قبضہ کرلیا جہاں سے وہ غلاموں کو اپنی امریکی نوآبادیات کے لیے استعمال کیا۔ یہاں برطانیہ کو فرانس کی مخالفت تھی۔ لیکن جلد ہی انہوں نے نائیجیریا پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح نائیجیریا برطانیہ کے کنٹرول میں آگیا۔ نائیجیریا کے علاوہ برطانیہ نے مغربی افریقہ کے علاقوں آشانتی کامبیا اور سرالیون پر بھی قبضہ کرلیا۔

3.9.2.3 فرانس کو نوآبادیات

فرانس نے بھی جنوبی کانگو میں اپنے لیے ایک علاقہ حاصل کرلیا۔ ڈی برازا نے یہاں پہنچ کر فرانسیسی نوآبادی جنوب کانگو قائم کی جس کا صدر مقام برازاویلی کہلایا۔ اس کے بعد فرانس نے بتدریج مزید علاقے حاصل کیے جیسے داہومی (موجودہ بینن) سینی گال (Senegal)، فرنچ گینی (French Geeinea)، موری تانیہ (Mauritania)، فرانسیسی سوڈان (French Sudan) اور نائیجر علاقہ وغیرہ۔

3.9.2.4 جرمنی کی نوآبادیات

1880ء سے جرمنی بھی علاقوں کے حصول میں کود پڑا۔ اپنی توجہ افریقہ کی جانب مبذول کی۔ ابتداء میں اس نے ٹوگولینڈ (Togoland) پر قبضہ کیا جو مغربی ساحل پر آباد تھا۔ بعد میں اس نے کیمورون (Cameron) پر قبضہ حاصل کیا۔

3.9.2.5 اسپین کی نوآبادیات

اسپین کی افریقہ کے مغربی ساحل پر دو نوآبادیات تھیں ایک ریو۔ ڈی۔ اورو (Rio-de-Oro) اور اسپینی گینی (Spanish Guinea)۔

3.9.3 جنوبی افریقہ کا نوآبادیانہ

ابتداء میں جنوبی افریقہ کے چند علاقوں پر ولندیزوں (Dutch) کا قبضہ تھا جو کیپ کالونی (Cape Colony) اُرینج فری اسٹیٹ (Orange Free State) اور ٹرانسوال (Transvaal) تھے۔ ان نو آبادیات میں آباد ولندیزوں کو بورس (Boers) کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ وہاں کاشت کاری کیا کرتے تھے۔ انگریزوں نے کیپ کالونی پر قبضہ کرلیا۔

ایک انگریز سیاح سیل رھوڈس (Ceil Rhodes) 1820ء میں جنوبی افریقہ پہنچا اور سونے اور ہیروں کی کانوں کے ذریعہ خوب دولت کمائی۔ اس کے نام پر اس کی نوآبادی کا نام رھوڈیشیا (Rhodesia) رکھا۔

انگریزوں نے بتدریج کئی اور علاقوں پر اپنا قبضہ جمایا جیسے بیکاونا لینڈ (Bechunaland)، سوازی لینڈ (Swaziland) اور بستولینڈ (Bastuland)

انگریزوں نے ٹرانسوال کی بورس حکومت کے خلاف سازش کی جس کے نتیجے میں انگریزوں اور بورس کے درمیان دو برس جنگیں لڑی گئیں جس میں بورس کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد جنوبی افریقہ کی یونین تشکیل دی گئی۔ جس پر گوروں کی حکومت قائم کی گئی جس میں انگریز، بورس اور دوسرے یورپی شامل تھے۔

3.9.4 مشرقی افریقہ کا نوآبادیانہ

مشرقی افریقہ پر پرتگالی، جرمن، انگریز، فرانسیسی اور اٹلی نے اپنا اثر قائم کیا۔

ابتداء میں پرتگالیوں نے موزمبیق (Mozambique) پر اپنا تسلط قائم کیا۔ بعد ازاں جرمن کا ایک سیاح کارل پیٹرس (Karl Peters) نے ساحلی افریقہ کے سرداروں سے دھوکے سے علاقے حاصل کرلیے۔

فرانس نے مڈغاسکر (Modgascar) پر اپنا کنٹرول قائم کیا۔ کچھ عرصہ بعد جرمنی اور انگریزوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کے ذریعہ مشرقی افریقہ ان دونوں ممالک میں تقسیم ہوگیا۔

یوگانڈا پر انگریزوں کا اثر قائم ہوا۔ پہلی جنگ عظیم میں جرمنی کی شکست کے بعد جرمنی کا افریقائی مشرقی حصہ برطانیہ کو دے دیا گیا۔ برطانوی مشرقی افریقہ کا نام کینیا (Kenya) رکھا گیا۔

اٹلی نے اریٹریا (Eritrea) اور سومالی لینڈ پر قبضہ کرلیا۔ ایتھوپیا (Ethiopia) پر قبضہ کے لیے جنگ بھی لڑی لیکن ایتھوپیا نے اس کو شکست دے دی۔

3.9.5 شمالی افریقہ کا نوآبادیانہ

شمالی افریقہ پر قبضہ کی دوڑ میں فرانس، برطانیہ، اٹلی اور جرمنی شامل تھے۔ فرانس نے اپنے تیار کردہ ایشیاء کے لیے الجیریا

پر اپنا تسلط قائم کر دیا۔ تیونسیا (Tunisia) پر بھی اس کی نگاہیں تھیں۔ اس پر بھی برطانیہ اور اٹلی سے معاہدہ کے بعد اسے حاصل کر لیا۔ اس طرح مراقش پر بھی فرانس نے اپنا تسلط قائم کر دیا۔ ان معاہدات کے تحت اٹلی کو تریپولی اور سائیرینکا (Cyrenaica) حاصل ہوئے اور برطانیہ کو مصر حاصل ہوا۔ لیکن جرمنی کو نظر انداز کر دیا گیا۔ لیکن اس کی پابجائی اس طرح کی گئی کہ جرمنی کو 250,000 مربع کیلومیٹر کا فرانس کا ٹکڑا دیا گیا۔ اس طرح شمالی افریقہ کو ان سامراجی طاقتوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔

3.10 مصر پر برطانوی کنٹرول

برطانیہ اور فرانس کی نگاہیں مصر پر مرکوز تھیں۔ برطانیہ نہر سوئیز سے ہندوستان کے راستے کے لیے اپنی دلچسپی رکھتا تھا۔ فرانس نپولین بوناپارٹ کے وقت سے مصر کے حصول میں دلچسپی رکھتا تھا۔

مصر، ترکی سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔ فرانس کے ایک انجینئر فرڈیننڈ ڈی لیسپس (Ferdinand de Lesseps) نے نہر سوئیز کی کھدوائی کی۔ اس کو بحرہ روم سے بحرہ احمر تک ملایا۔ اس کام کی تکمیل 1869ء میں ہوئی۔ مصر نے مختلف ممالک سے قرضہ جات حاصل کی تاکہ ملک کو جدید بنایا جائے۔ ان قرضوں کی ادئیگی کے لیے اسمٰعیل پاشاہ (مصر کا گورنر) نے سوئیز کمپنی کے حصص (Shares) کو فروخت کیا۔ برطانیہ کے وزیر اعظم ڈیزرائل نے تمام حصص خرید لیے۔ اب مصر پر فرانس اور برطانیہ کا دوہرا کنٹرول قائم ہو گیا۔ 1882ء میں مصری عوام نے اس دوہرے کنٹرول کے خلاف بغاوت کر دی جس کو بیدردی سے کچل دیا گیا۔ برطانوی فوجوں نے مصر پر قبضہ کر لیا اور یہ کہا کہ جب تک ملک میں امن قائم نہ ہو جائے گا وہ وہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔ 1883ء تک برطانیہ کا مصر پر تسلط قائم ہو گیا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد منعقد ہونے والی پیرس امن کانفرنس میں مصری عوام اپنی شکایت سنانا چاہتے تھے۔ لیکن انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ مصری عوام کی مسلسل کوششوں نے مصر کو 1922ء میں آزادی حاصل ہوگئی۔

3.11 غلامی اور غلاموں کی تجارت

غلامی سے مراد وہ نظام جس میں ایک فرد فطرت کے خلاف دوسرے فرد کی طاقت کے زیر اثر ہو۔ اس نظام میں غلام اپنے مالک کی جائداد ہوتی ہے۔

> یونانی فلسفی ارسطو نے غلام کو روح رکھنے والی جائداد سے موسوم کیا ہے

پندرھویں صدی عیسوی میں جب یورپی اقوام افریقہ میں داخل ہوئے اس کے ساتھ ان طاقتوں نے افریقہ میں غلاموں

کی تجارت شروع کردی۔ ابتداء میں یہ پورے افریقہ کے ساحلی علاقوں تک محدود رہے جہاں سے انہوں نے غلاموں کی تجارت شروع کی اسپین وہ پہلا ملک تھا جس نے افریقہ میں غلاموں کی تجارت کو شروع کیا۔ وہ افریقہ سے غلاموں کو خرید کر لاطینی امریکہ میں اپنی نوآبادیات لے جاتا تھا اور وہاں ان سے سخت کام لیا جاتا تھا۔ پرتگالیوں نے لسبن (Lisbon) میں اپنی غلاموں کی مارکٹ قائم کی جہاں سے اسپین غلاموں کو خریدا کرتے تھے۔ غلاموں کی تجارت کافی منافع بخش ثابت ہونے لگی جس کی وجہ سے اس میں اضافہ ہونے لگا۔ افریقہ کے سردار بھی اس تجارت میں شامل ہو گئے۔ وہ ہتھیاروں کے عوض غلاموں کو یورپیوں کو فروخت کرتے تھے۔ کئی اوقات افریقہ کے دیہاتوں پر حملے ہوتے اور وہاں کے لوگوں کو غلام بنالیا جاتا تھا۔ ان حملوں کی کئی دیہاتوں میں مزاحمت ہوئی لیکن انہیں اپنی جان دینی پڑی۔ یہ یورپی طاقتیں ان غلاموں پر بڑے ظلم کیا کرتے تھے۔ مزاحمت کے نتیجے میں ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیتے تھے۔ غلاموں کی تجارت کا یہ سلسلہ انیسویں صدی کے اختتام پر ختم ہونے لگی کیوں کہ یورپی طاقتیں اپنی سامراجیت کو اندرونی علاقوں تک وسعت دینا چاہتے تھے۔ غلاموں کی تجارت اس راہ میں ایک رکاوٹ تھی۔

3.12 سامراجیت کے اثرات

سامراجی ممالک نے ایشیاء اور افریقہ پر اپنی طاقتوں کا مظاہرہ کیا۔ جس کے بڑے دوررس اثرات برآمد ہوئے۔ ایشیاء اور افریقہ کے کئی ممالک اپنی سیاسی آزادی کو کھودئے۔ اب ان پر ان سامراجی ممالک کا قبضہ ہوگیا۔ دوسرا اثر ان نوآبادیات کی معیشت پر مکمل کنٹرول کرلیا ۔ سامراجیت نے نوآبادیات کی صنعتوں کو برباد کردیا۔ ان سامراجی طاقتوں نے ان نوآبادیات کا خوب معاشی استحصال کیا۔ مثال کے طور پر ہندوستان میں پارچہ جات کی تجارت پر کاری ضرب لگائی گئی۔ برطانیہ نے اپنے تیار کردہ پارچہ جات ہندوستان میں فروخت کرنے لگا نتیجتاً ہندوستان کی پارچہ کی صنعت کمزور ہوتی گئی۔

زراعت کو بھی ان سامراجی طاقتوں نے اپنے لیے استعمال کیا۔ زراعت پر بھی سامراجی ممالک کا کنٹرول قائم ہوگیا۔ سامراجیت نے نسلی امتیاز کو پیدا کیا۔ یورپی اقوام نے سیاہ لوگوں پر اپنی نسلی برتری کو۔۔۔۔۔ سب سے بڑا اثر افریقہ پر پڑا۔

4 سبق کا خلاصہ

سامراجیت سے مراد ایسا نظام ہے جس میں ایک بڑی طاقت دوسری کمزور طاقت پر اپنا اثر قائم کرتی ہے۔ عام معنیٰ میں سامراجیت سے مراد علاقوں کی حرص کے ہوتے ہیں۔ سامراجیت کی شروعات کے کئی عوامل تھے جس میں صنعتی انقلاب ایک بنیادی اور اہم سبب تھا۔ صنعت یافتہ یورپی ممالک اپنے تیار کردہ ایشیاء کے لیے منڈیوں کی تلاش شروع کی تاکہ اپنے مال کو وہاں فروخت کرسکیں اور وہاں سے خام مال حاصل کرسکیں۔ تیار کردہ ایشیاء کی ان ممالک میں فروخت اور خام مال کے حصول نے نوآبادیات کو

پیدا کیا۔ یہ نوآبادیات تبدیل ہو کر سامراجیت کی شکل اختیار کی۔ ان سامراجی ممالک نے اپنی نوآبادیات کو بتدریج اپنے دائرہ اثر میں لے آئے۔ وہاں کی سیاست پر قابض ہو گئے اور ان ممالک کا بھرپور استحصال کیا۔ جن میں ایشیائی ممالک اور افریقائی ممالک شامل تھے۔ ہندوستان بھی ایک ایسا ملک ہے جس پر برطانیہ کا کنٹرول ایک عرصہ تک رہا۔

5 زائد معلومات

باوجود سامراجیت کے خاتمے کے آج بھی سامراجیت کی کچھ شکل باقی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کمزور ممالک پر اپنا اثر قائم کیے ہوئے ہیں۔ ان کا معاشی استحصال بھی کیا جاتا ہے۔ ایسی سامراجیت کو (Neo_Imperialism) کہا جاتا ہے۔

6 فرہنگ اصطلاحات

Extraterritorial Rights	اکسٹرا ٹیریٹوریل رائٹس	اضافی حقوق بحروسہ	حقوق۔ جو کوئی ملک اپنے شہریوں کے علاوہ کسی دوسرے ملک کے شہریوں کو دیتا ہے برطانیہ نے افیون کی جنگ میں چین کو شکست دے کر ایسا ہی ایک حق حاصل کیا تھا۔
Imperialism	امپیریلزم	شہنشاہی سامراجیت	غلاموں کی حرص، وہ نظام جس میں طاقتور ممالک پسماندہ ممالک میں اپنا دائرہ اثر کو بڑھاتے ہوئے انہیں اپنا محکوم بنا لیتے ہیں۔
Paper Partition	پیپر پارٹیشن	کاغذی تقسیم	معاہدہ کے ذریعہ کسی ملک کی تقسیم۔ سامراجی ممالک نے اپنے زیر اثر علاقوں کو معاہدوں کے ذریعہ آپس میں تقسیم کر لیا۔ جب افریقہ اور ایشیائی ممالک میں کئی سامراجی ممالک داخل ہوئے اور علاقوں کے حصول کے لیے آپس میں ٹکرانے لگے تو ایسی صورت میں انہوں نے لڑائی کے بجائے معاہدوں کے ذریعہ علاقوں کو آپس میں تقسیم کر لیا
Protectionist Policy	پروٹیکشنسٹ پالیسی	حفاظتی پالیسی	مفادات کی حفاظت، یورپ کے صنعت یافتہ ممالک ایک دوسرے کی درآمدات کو روکنے

			کے لیے حفاظتی پالیسی کو اختیار کرلیا۔ جن کے ذریعہ درآمدات پر بھاری محصول عائد کیا جاتا تھا تاکہ درآمدات کو روکا جا سکے۔
Whitman's Burden	وائٹ میانس برڈن	گورے کا بوجھ	یورپی اقوام پر افریقائی اور ایشیائی ممالک کو مہذب بنانے کی ذمہ داری۔ اس نظریہ کو ایک انگریز مفکر روڈیارڈ کپلنگ نے پیش کیا تھا۔ جس میں یہ کہا گیا کہ ایشیائی اور افریقائی ممالک غیر مہذب ممالک ہیں اور یورپی اقوام پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ انہیں مہذب بنائیں۔

7 نمونہ امتحانی سوالات

7.1 مختصر جوابی سوالات

1 سامراجیت سے کیا مراد ہے؟

2 چینی تربوزہ کا کاٹنا، سے کیا مراد ہے؟

3 پہلی افیون کی جنگ کب ہوئی تھی؟

4 دائرہ اثر کیا ہوتا ہے؟

5 زیادہ سرحدی حقوق سے کیا مراد ہے؟

6 نظریہ منرو کیا ہے؟

7 'گورے پر بوجھ' سے کیا مراد ہے؟

8 جاپان کے سامراجی ملک بننے کے کوئی دو عوامل بتایئے؟

9 کاغذی تقسیم (Paper Partition) سے کیا مراد ہے؟

10 افریقہ میں غلاموں کی تجارت شروع کرنے والا کونسا پہلا ملک تھا؟

7.2 طویل جوابی سوالات

1 سامراجیت کے مفہوم کی وضاحت کیجیے۔

2 سامراجیت کی اشکال کو بتائیے۔

3 سامراجیت کے فروغ کے عوامل کو بیان کیجیے۔

4 ایران پر سامراجی طاقتوں نے کس طرح بالادستی حاصل کی؟

5 جاپان کس طرح ایک سامراجی طاقت بن کر ابھرا؟

6 سامراجیت کے اثرات کو بیان کیجیے۔

7 بلجیم نے کس طرح کانگو کو حاصل کیا؟

8 جنوبی افریقہ کو کس طرح یورپی طاقتوں نے نوآبادیانا کیا؟

9 برطانیہ نے کس طرح مصر پر اپنا کنٹرول قائم کیا۔

10 غلاموں کی تجارت کو بیان کیجیے۔

7.3 معروضی سوالات

7.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے:

1 قدیم سامراجیت کو.......................... سے موسوم کیا جاتا ہے۔

2 'گورے پر بوجھ' کے نظریہ کو.......................... نے پیش کیا۔

3 ہندوستان کے بحری راستہ کی دریافت .... نے کی تھی۔

4 کرناٹک کی جنگیں فرانسیسیوں اور.......................... کے درمیان لڑی گئیں۔

5 چین میں داخل ہونے والی یورپی قوم.......................... تھی۔

6 .... پہلا یورپی ملک تھا جو جاپان میں داخل ہوا۔

7 پورٹس ماؤتھ معاہدہ روس اور.......................... کے درمیان طے پایا۔

8 ....وہ پہلا ملک ہے جس نے افریقہ میں غلاموں کی تجارت کو شروع کیا۔

9 لیوپولڈ دوم.......................... کا بادشاہ تھا۔

10 پرتگالیوں نے.......................... میں غلاموں کی تجارت کی مارکٹ قائم کی تھی۔

7.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 افیون کی جنگیں کس مقام پر لڑی گئیں: ( )

(الف) جاپان (ب) برطانیہ

(ج) کوریا (د) چین

2 چین میں زائد سرحدی حقوق کس کو حاصل تھے؟ ( )

(الف) امریکہ (ب) جرمنی

(ج) برطانیہ (د) فرانس

3 کھلے دروازے کی پالیسی کے نظریہ کو کس نے پیش کیا؟ ( )

(الف) امریکہ (ب) فرانس

(ج) جرمنی (د) برطانیہ

4 میجی دور کا احیاء کس سنہ میں ہوا: ( )

(الف) 1865 (ب) 1867

(ج) 1869 (د) 1864

5 جاپان اور روس کے مابین جنگ کس صدی میں ہوئی تھی: ( )

(الف) 1904 (ب) 1906

(ج) 1907 (د) 1909

6 لیوپولڈ دوم نے افریقہ کی تلاش کے لیے کس کو روانہ کیا: ( )

(الف) اسٹانلے (ب) برازاویلی

(ج) سیل رھوڈس

7 آزاد کانگو ریاست کس کے کنٹرول میں تھی: ( )

(الف) برطانیہ (ب) اسپین

(ج) بلجیم (د) جرمنی

8 جنوبی افریقہ میں آباد ولندیزیوں کو کیا کہا جاتا تھا: ( )

(الف) بورس (ب) ڈچ

(ج) گورے لوگ

7.3.3 جوڑ یا لگائیے

1 ستون A میں دیے گئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے:

	A		B
1	سامراجیت	i	برطانیہ میں ہوئی تھی
2	صنعتی انقلاب کی ابتداء	ii	یورپی اقوام داخل ہوئیں
3	ابتداء میں افریقہ کے ساحلی علاقوں	iii	علاقوں کی حرص
5	جنگ پلاسی	iv	پہلی یورپی قوم جو چین میں ہوئی
6	پرتگال	v	1757ء

سبق - 2

پہلی جنگ عظیم

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

5.2 طویل جوابی سوالات

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

5.3.3 جوڑیاں لگائیے

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ پہلی جنگ عظیم سے متعلق مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت معلومات حاصل کریں گے:

+ سامراجی طاقتیں اور ان کے مفادات کا ٹکراؤ
+ یورپی طاقتوں میں باہمی ٹکراؤ
+ حریفانہ گروہ بندیاں
+ مقامی تصادم اور جنگیں
+ پہلی جنگ عظیم کی شروعات
+ جنگ کا خاتمہ
+ امن معاہدات
+ مجلس اقوام کا قیام
+ پہلی جنگ عظیم کے نتائج
+ معاشی وسماجی اثرات

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے سامراجیت سے متعلق معلومات حاصل کیں اور اس سبق میں آپ مختلف سامراجی طاقتوں کے ٹکراؤ اور اس کی وجہ سے پہلی جنگ عظیم کی شروعات سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ اس سبق میں آپ یہ بھی معلومات حاصل کریں گے کہ پہلی جنگ عظیم کے کیا نتائج برآمد ہوئے تھے۔

3 سبق کا متن

پہلی جنگ عظیم 1914ء میں لڑی گئی جس کی شروعات کا فوری سبب آسٹریا کے حکمراں فرڈنیڈ کا سراجیو میں قتل تھا۔ اس جنگ نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ چوں کہ یہ جنگ تمام دنیا میں لڑی گئی اس لیے اس کو پہلی عالمی جنگ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

3.1 سامراجی قوتیں اور ان کے مفادات کا ٹکراؤ

پہلی جنگ عظیم کا بنیادی اور اہم سبب سامراجیت کی وسعت اور سامراجی قوتوں کا آپسی ٹکراؤ تھا۔ یہ سامراجی قوتیں اپنے مفادات کے لیے ایک دوسرے سے برسرپیکار تھیں۔ بسا اوقات یہ آپسی سمجھوتوں کے ذریعہ افریقی اور ایشیائی حصوں کو آپس میں تقسیم کرلیا کرتے تھے اور بعض اوقات طاقت کے مظاہرے ہوتے اور جنگی صورت اختیار کر جاتے تھے۔ سامراجی طاقتیں ایشیاء اور افریقہ کو آپس میں تقسیم کر چکے تھے۔ علاقوں کی مزید حرص نے ان تقسیم شدہ علاقوں میں جنگی صورت کو پیدا کر دیا تھا۔

متحدہ جرمنی ایک بڑی طاقت بن کر ابھرنے لگا۔ صنعتی ترقی نے اس کو ایک طاقتور ملک میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس نے تجارت میں برطانیہ اور فرانس دونوں کو پیچھے ڈھکیل دیا اور تیزی کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کرتا جارہا تھا۔ برطانیہ اور فرانس اس کی بڑھتی ہوئی طاقت سے چوکنا ہوگئے۔ جرمنی مشرق میں اپنے اثر کو قائم کرنا چاہتا تھا۔ جس کے لیے اس کو سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد کے حالات سے کافی مدد ملی۔ اور مقصد کی تکمیل کے لیے جرمنی نے برلن تا بغداد ایک ریلوے لائن بچھایا۔ جس کی وجہ سے برطانیہ اور فرانس خوفزدہ ہوگئے۔ زوال پذیر سلطنت عثمانیہ میں دوسرے یورپی ممالک بھی دلچسپی رکھتے تھے جس میں روس کافی اہم تھا۔ اس طرح متحدہ اٹلی نے بھی علاقوں کی حرص میں ترپولی پر قبضہ کرلیا روس کے اثر میں روز بہ روز اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ وہ سلطنت عثمانیہ میں اپنے اثر کا اضافہ کرتا جارہا تھا۔ ایسی صورت میں برطانیہ جرمنی اور آسٹریا کے مفادات کا ٹکراؤ ہونے لگا۔

برطانیہ جو ایک عظیم طاقت بن چکا تھا اب اپنے مفادات کے لیے دوسری تمام طاقتوں سے برسرپیکار تھا۔ امریکہ بھی ایک بڑی طاقت بن کر ابھر رہا تھا۔ ان تمام سامراجی طاقتوں کے مفادات ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے اور جنگی صورت اختیار کرنے لگے تھے۔

3.2 یورپی طاقتوں میں باہمی ٹکراؤ

یورپ میں چند تبدیلیاں رونما ہوئیں جو یورپی طاقتوں میں ٹکراؤ کا باعث ثابت ہوئیں۔ نہ صرف نوآبادیات کے لیے یورپی طاقتیں ایک دوسرے سے برسرپیکار رہیں بلکہ ان تبدیلیوں نے بھی انھیں ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑا کر دیا۔ انیسویں صدی میں یورپ میں چھ بڑی طاقتیں تھیں۔ برطانیہ، جرمنی، آسٹریا، ہنگری، روس، فرانس اور اٹلی۔ ان تمام ممالک نے سلطنت عثمانیہ کے تحت بلقان علاقہ کی سیاست میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہوگئے۔ جب ترکی کی سلطنت عثمانیہ زوال پذیر ہونے

گئی تو ان طاقتوں نے بلقانی علاقہ کو آزادی دلوانے کے لیے کوشاں ہوئیں۔ ظاہری طور پر وہ ان علاقوں میں آزادی دلوانے کے خواہاں تھے لیکن درحقیقت وہ اپنے دائرہ اثر کو بڑھانا چاہتے تھے۔ روس کا حکمران اس ضمن میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی رکھتا تھا۔ اسے امید تھی کہ اگر سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہو جائے تو وہ تمام علاقے اس کے زیر اثر آ جائیں گے۔ اسی وجہ سے اس نے سلاؤنسل کی آزادی کی ترغیب اور حمایت کی۔ اس بات پر دوسری یورپی طاقتیں چوکنا ہو گئیں۔ وہ کسی بھی صورت میں روس کے دائرہ اثر میں اضافے کو ناپسند کرتے تھے۔

دوسری جانب جرمنی بلقان اور وسطی یورپ میں اپنے اثر کو قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ اٹلی اور فرانس بھی اس دوڑ میں شامل تھے۔

3.3 حریفانہ گروہ بندیاں

یورپی طاقتوں کی آپسی رقابتیں خفیہ معاہدوں کا سبب ثابت ہونے لگیں ہر ایک ملک کے مفادات کے تحفظ اور دوسرے کے خلاف مفاہمت نے یورپ میں تناؤ کے ماحول کو پیدا کر دیا۔ انیسویں صدی کے آخری دہے کے آتے آتے اس ماحول میں اور بھی تلخی اور تناؤ پیدا ہونے لگا۔ ایسے غیر فطری ماحول نے یورپ کی بڑی طاقتوں کو دو متضاد گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ یورپ میں یہ دو مخالف گروہ نے جنگی صورت پیدا کر دی تھی جو نہ صرف یورپ تک محدود رہے گی بلکہ اگر یہ جنگ شروع ہو گی تو تمام دنیا کو اپنے احاطہ میں داخل کر لے گی۔ بالآخر بیسوی صدی کے ابتدائی دہے میں یہ دو مخالف گروہ ایک دوسرے کے خلاف منظم ہو گئے ایک گروہ جرمنی کی قیادت میں آسٹریا، ہنگری اور اٹلی پر مشتمل تھا جس کو اتحاد ثلاثہ سے موسوم کیا جاتا ہے جو 1922ء میں منظم کیا گیا۔ دوسرا گروہ یگانگت ثلاثہ تھا جو فرانس، روس اور برطانیہ پر مشتمل تھا جو 1907ء میں تشکیل پایا۔

مخالف گروہوں کی بدگمانی اور شک وشبہ نے یورپی اقوام میں عدم اعتماد کو پیدا کرنا شروع کیا۔ ہر ایک گروہ دوسرے گروہ کی بہ نسبت کثیر ہتھیاروں کو جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس طرح ہتھیاروں کی مسابقت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس مسابقت کو روکنے کے لیے ہیگ (Heague) شہر میں دو مرتبہ کانفرنس منعقد ہوئیں لیکن وہ ناکام رہیں۔ یہ کانفرنس روس کے زار کی ایماء پر منعقد کی گئی تھیں۔ جرمنی اور انگلینڈ کے مابین زبردست بحری مسابقت پیدا ہو گئی۔ فوجی طاقت بھی فوجی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ فوجی طاقت کے توازن کو قائم کرنے کے نتیجے میں یورپ فوجی ہتھیاروں کا ایک انبار بن گیا۔ جس کو صرف ایک چنگاری کی ضرورت تھی۔ ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ کسی بھی لمحہ یہ چنگاری پیدا ہو کر ایک بڑی ناگہانی منظر پر لے آئے گی اور تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیگی۔
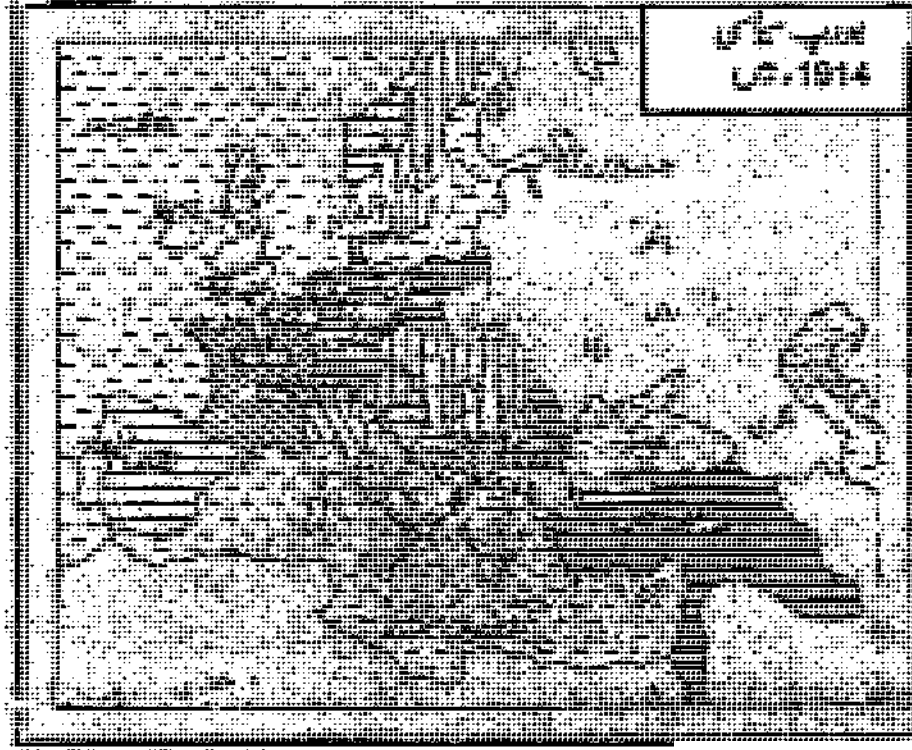
نقشہ شکل نمبر 2.1 1914ء کا یورپ

3.4 مقامی تصادم اور جنگیں

پہلی جنگ عظیم کی شروعات سے قبل یورپ میں کئی ایک واقعات رونما ہوئے جو یورپی ماحول میں مزید تلخی اور تناؤ کا سبب تھے ان میں سے ایک مراقش کا بحران تھا۔

3.4.1 مراقش کا بحران

فرانس اور جرمنی دونوں ہی مراقش پر نظر جمائے ہوئے تھے۔ اس علاقے سے ان دونوں کے تجارتی مفادات وابستہ تھے۔ 1904ء میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ طے پایا جس کے مطابق برطانیہ مصر کے معاملات میں آزاد ہوگا جب کہ فرانس اپنا دائرہ اثر مراقش پر قائم کرتے ہوئے اس کو حاصل کرے گا۔ جب جرمنی کو اس خفیہ معاہدہ کا پتہ چلا تو جرمنی کے شہنشاہ قیصر ولیم دوم نے ٹانجیر (Tangier) میں پیش قدمی کی اور سلطان مراقش عزیز کی خودمختاری کا اعلان کیا۔ جس سے ایک بین الاقوامی بحران پیدا ہوگیا جس کو مراقش کا بحران سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ایسے محسوس کیا جانے لگا کہ اب کسی بھی وقت جنگ

کی ابتداء ہو جائے گی مراقش کے بحران کو ختم کرنے کے لیے جرمنی نے ایک بین الاقوامی کانفرنس کی تجویز رکھی جس کو فرانس نے قبول کرلیا۔ جنوبی اسپین کے مقام الجیسرس میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ برطانیہ، اٹلی اور دوسرے ممالک نے فرانس کی حمایت کی اور جرمنی تنہا پڑ گیا۔ برطانیہ کی حمایت سے فرانس نے مراقش پر اپنا اقتدار قائم کر دیا۔ اس بات سے جرمنی کافی ناراض رہا اور برطانیہ سے اس کی مخالفت اور بھی تیز تر ہو گئی۔ اس کدو کاوش میں جرمنی کو فرانس کا نگو کا کچھ حصہ حاصل ہوا۔

3.4.2 مسئلہ بلقان

بلقان ایک جزیرہ نما ہے جو یورپ کا جنوب مشرقی حصہ ہے۔ یہ یونانیوں، سربیوں، بلغاریوں اور البانی نسلوں کا مسکن تھا۔ یہاں عیسائی قوم آباد تھی۔ ترکی سلطنت نے اس جزیرہ نما پر اپنا اقتدار قائم کرلیا تھا۔ جب سلطنت ترکی زوال پذیر ہونے لگی تو یورپ کی بڑی طاقتیں اس علاقے میں اپنے اثر کو پیدا کرنے کی خاطر ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہو گئیں 1908ء میں آسٹریا نے سلطنت ترکی کے علاقے بوسنیا اور ہرزیگوینا پر قبضہ کرلیا۔ ان علاقوں پر سربیا کی بھی نظر تھی اور اس کو روس کی تائید بھی حاصل تھی۔ جب روس نے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کرنے کا ارادہ کیا لیکن جرمنی کو آسٹریا کی حمایت کے پیش نظر روس نے اپنا ارادہ کو ترک کر دیا۔ روس اور جرمنی کے درمیان تلخی اور تناؤ میں اضافہ ہوتا گیا جس کے نتیجہ میں یورپی ممالک کے تناؤ میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔

بوسنیا اور ہرزیگوینا پر آسٹریا کے تسلط کے بعد بلقان کے دوسرے چار ممالک سربیا، بلغاریہ، مونٹی نیگرو اور یونان نے ترکی سلطنت کے خلاف جنگیں کیں جس کے نتیجہ میں ترکی کو یورپی علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ترکی سے جنگ کے بعد یہ بلقانی ریاستیں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہو گئیں۔ اس بار ترکی علاقوں کی تقسیم پر یہ لڑائی لڑی گئی۔ آسٹریا نے البانیہ کو ایک نئی ریاست کا درجہ دلوانے میں کامیابی حاصل کی۔ البانیہ پر سربیا کی نظر بھی تھی۔ وہ اپنی ناکامی پر اور بھی برہم ہو گیا اور اس طرح اس کی نفرت آسٹریا کے خلاف بڑھتی گئی۔ ایسے واقعات نے یورپ کو ایک بڑی جنگ کے دہانے پر لا کھڑا کر دیا۔

3.5 پہلی جنگ عظیم کی شروعات

پہلی جنگ عظیم کا فی الفور سبب آسٹریا کے ڈیوک فرانسس فرڈینڈ کا قتل تھا۔ اگر یورپ دو مخالف فوجی گرہوں میں تقسیم نہ ہوتا تو اس جنگ کو ٹالا جاسکتا تھا۔ ڈیوک کے قتل کے واقعہ کو آسٹریا نے سربیا کی سازش تصور کیا اور اس کو وارننگ دی اور کئی مطالبات اس کے روبرو رکھے۔ سربیا نے ایک مطالبہ کو ماننے سے انکار کیا جو اس کی آزادی کی مخالفت تھا۔ جس پر آسٹریا 25/ جولائی 1914ء کو سربیا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ روس نے سربیا کی بھرپور تائید کرتے ہوئے جنگ کی تیاریاں شروع کر دی۔ دوسری جانب جرمنی نے آسٹریا کی حمایت میں روس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ جرمنی فوجیں بلجیم میں داخل ہوتی ہوئی فرانس کی جانب پیش قدمی کرنے لگیں۔ ٹھیک اسی وقت برطانیہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس طرح پہلی جنگ عظیم

کی ابتداء ہوئی اور جلد ہی دوسرے ممالک یکے بعد دیگرے اس جنگ میں شامل ہوتے گئے۔ جاپان نے جرمنی کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ ترکی اور بلغاریہ نے جرمنی کی تائید کی اور جنگ میں حصہ لیا جب کہ اٹلی جو اتحاد ثلاثہ کا ایک رکن تھا کچھ عرصہ غیر جانب دار رہا لیکن 1915ء میں اتحادیوں میں شامل ہو کر اس جنگ میں حصہ لیا۔ یہ جنگ چار سال (1914 - 1918) تک چلتی رہی۔

3.6 جنگ کا سلسلہ

جرمنی کا خیال تھا کہ وہ بلجیم کے راستے ہوتے ہوئے فرانس کو آسانی سے چند ہفتوں کے دوران قابو میں کر سکتا ہے اور اس کے بعد وہ روس کے خلاف پیش قدمی کرے گا لیکن اپنے اس خیال میں وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ جب جرمنی فوج پیرس سے صرف 20 کیلو میٹر دور تھی اس وقت روس نے جرمنی اور آسٹریائی فوجوں پر بوچھار کر دی۔ جرمنی نے اپنی کچھ فوج کی مدد سے مشرقی سرحد پر نئے مورچے کھولے جس کی وجہ سے جنگ نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا۔ فرانس کی جانب جرمنی کی پیش قدمی کو روک دیا گیا۔ اب یہ جنگ وسعت اختیار کر گئی تو دنیا کے کئی حصوں میں اس جنگ کو لڑا جانے لگا جیسے ایشیائی، افریقی ممالک وغیرہ۔

جنگ کرنے کی ایک نئی تکنیک اپنائی گئی۔ کھلے آسمان کے نیچے جنگ کرنے کی بجائے خندقیں کھود کر ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے۔ مغربی سرحد پر ان خندقوں میں چھپے فوجیوں نے ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہوئے چار برس تک لڑتے رہے۔ مشرقی سرحد پر جرمنی اور آسٹریا نے روسی مدافعت کرتے ہوئے روسی حکومت کے کئی حصوں پر قبضہ کر لیا۔ جرمنی فوجیں رومانیہ اور سربیہ اور اٹلی کے خلاف بھی کامیاب رہیں۔ سلطنت عثمانیہ کے خلاف بھی مہمات رہیں جس میں فلسطین، میسوپوٹامیا، اور عرب شامل تھے۔ مشرقی ایشیاء میں جاپان نے جرمنی کے مقبوضہ علاقوں کو ہتھیا لیا۔ جب کہ برطانیہ اور فرانس نے جرمنی کے افریقی نوآبادیات پر قبضہ کر لیا۔
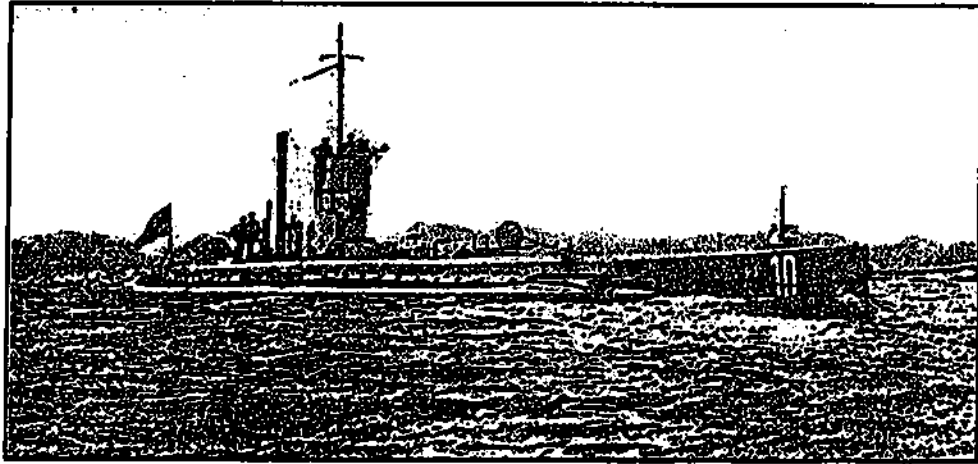
شکل نمبر 2.2 جنگی آبدوز یو (u) بوٹ جس کو جرمنی نے پہلی جنگ میں استعمال کیا تھا

1917ء کے روسی انقلاب کی وجہ سے روس جنگ عظیم سے علاحدگی اختیار کی۔ ایسے میں جرمنی بہت طاقتور ہوگیا اس نے مغرب میں اپنی تمام فوجوں کو مرکوز کردیا۔ ایسے وقت میں امریکہ کا پہلی جنگ عظیم میں داخلہ اتحادیوں کے لیے تقویت کا باعث ہوا۔ امریکہ کی جنگ میں شمولیت ایک اتفاقی حادثہ تھی۔ جب جرمنی کی آب دوز کشتی (u-Boat) نے برطانوی جہاز لوزی ٹانیہ (Lusitania) کو سمندر میں غرق کردیا تو اس حادثہ کے خلاف امریکی برہم ہوئے کیوں کہ اس جہاز میں 128 امریکی مسافر بھی تھے جو مارے گئے۔ جرمنی کی جانب سے آب دوز کشتیوں کی جنگ جاری رہی کئی ملکوں بشمول امریکی جہازوں کو جرمنی کے (u-Boat) نے غرق آب کردیا۔ اس پر مشتعل ہوکر امریکہ کے صدر وڈرو ویسن نے 1917ء میں جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔

دوران جنگ روس میں کئی تبدیلیاں واقع ہوئیں انقلابیوں نے روسی زار کے اقتدار کے خاتمے کے لیے جدو جہد کو جاری رکھا دوسری جانب روس کو جنگ عظیم میں بڑے نقصانات اٹھانے پڑے۔ تقریباً چھ لاکھ روسی سپاہی ہلاک ہوگئے۔ بولشویک حکومت کے قیام کے فوراً بعد روس نے جرمنی کے روبرو امن معاہدہ کی تجویز پیش کی اور اس طرح 1918 میں ایک امن معاہدہ پر روس اور جرمنی نے دستخط کیے۔ روس کی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جرمنی نے روس پر بے جا ہرجانہ عائد کیا جس کو روس نے قبول کرلیا۔

3.7 جنگ کا خاتمہ

جنگ کے خاتمہ کے لیے کئی کوششیں کی گئیں۔ کئی اشتراکی جماعتوں نے ایک عالمی کانفرنس کا انعقاد کرتے ہوئے جنگ کے خاتمہ کے لیے کوشاں تھے لیکن یہ کانفرنس منعقد نہ ہوسکی۔ پوپ کی کوششیں بھی ناکام ہوئیں بالآخر امریکہ کے صدر وڈرو ویسن نے ایک امن پروگرام کی تجویز پیش کی جو وڈرو ویسن کے 14 نکات پر مشتمل تھیں جن میں کے 10 نکات درج ذیل ہیں:

1. تمام ریاستوں کے مابین کھلی بات چیت
2. جہاز رانی کی آزادی
3. اسلحہ کی تخفیف
4. بلجیم کی آزادی
5. السائس۔ لورین پر فرانس کی بحالی
6. یورپ میں آزاد ریاستوں کا قیام
7. عالمی تنظیم کا قیام جو ریاستوں کی آزادی کی ضمانت دے
8. بین الاقوامی تجارت کی راہ میں تمام معاشی تحدیدات کا خاتمہ
9. مقامی باشندوں کو حق رائے دہی
10. بین الاقوامی امن کے قیام کی خاطر ایک انجمن کا قیام

برطانیہ، فرانس اور امریکہ نے جرمنی اور اتحادی فوجوں کو پے در پے شکست دی۔ ترکی نے ہتھیار ڈال دیے۔ اور جرمنی میں انقلاب برپا ہوا۔ جرمنی کے قیصر ولیم دوم فرار ہو کر ہالینڈ میں پناہ لے لی۔ جرمنی کی نئی حکومت نے 11/ نومبر 1918ء کو ایک فوجی معاہدہ کیا اور اس پر پہلی جنگ عظیم کا خاتمہ ہوا اور تمام دنیا نے چین کی سانس لی۔

3.8 امن معاہدات

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد پیرس کی امن کانفرنس میں کئی معاہدات کیے گئے۔ ان میں سب سے اہم ورسائی کا معاہدہ تھا۔ یہ کانفرنس ورسائی میں اور بعد میں پیرس میں جنوری اور جون 1919ء کے درمیان منعقد کی گئی۔ جس میں کل 27 ممالک نے شرکت کی۔

ورسائی معاہدہ ایک اہم معاہدہ تھا جو اتحادیوں نے جرمنی کے ساتھ کیا۔ اس معاہدہ کو ورسائی کے آئینہ خانہ ہال میں طے کیا گیا تھا۔ اس لیے اس کو ورسائی معاہدہ کہا جاتا ہے۔ جس پر 28/ جون 1919ء کو دستخط کیے گئے۔
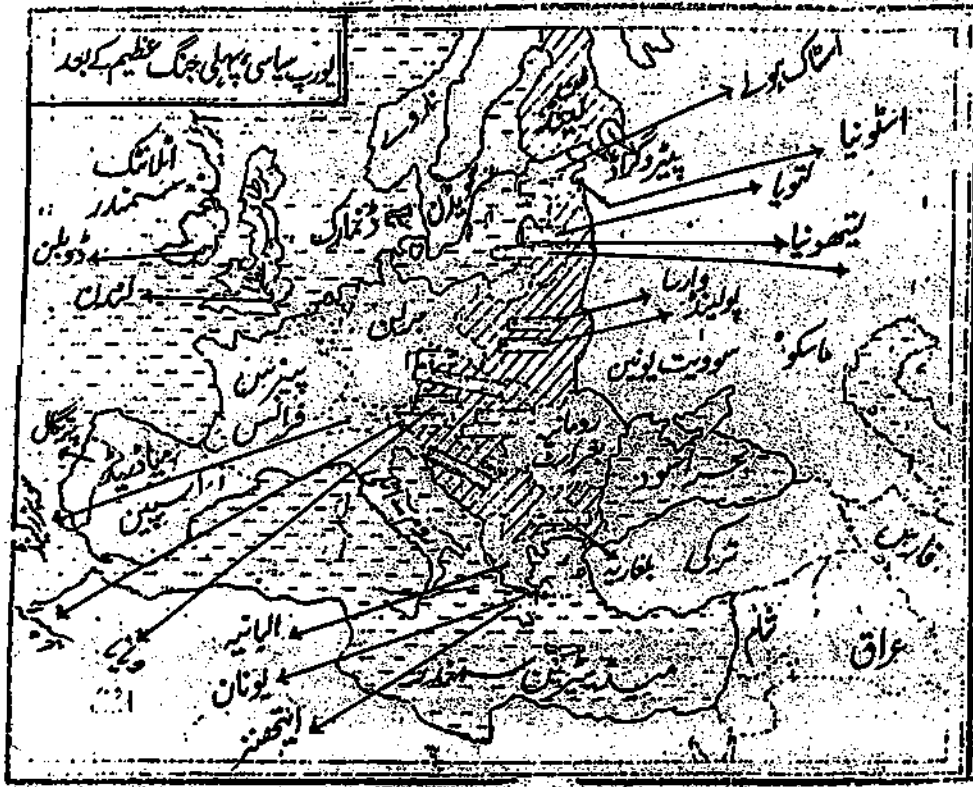
شکل نمبر 2.3 پہلی جنگ عظیم کے بعد کا یورپ

اس کانفرنس میں کلیمن چیواس فرانس کا وزیر اعظم، وڈرو ولسن ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا صدر، لائیڈ مارچ برطانیہ کا وزیر اعظم اور دوسرے چند اہم اور طاقتور ممالک کے مندوبین نے شرکت کی۔

3.8.1 ورسائی معاہدہ کے نکات

ورسائی معاہدہ مختلف توضیحات پر مشتمل تھا: (1) علاقائی انتظام (2) فوجی انتظام (3) معاشی توضیحات (4) سیاسی توضیحات

یہ معاہدہ 440 صفحات پر مشتمل تھا۔ اس معاہدہ کے چند نکات درج ذیل ہیں:

1 الساس لورین (Alsace-Loraine) فرانس کو واپس دے دیا گیا۔
2 جرمن علاقہ سار (Saar) کی کوئلہ کی کانیں فرانس کو پندرہ (15) برس کے لیے دی گئیں۔
3 جرمنی نے جنگ سے قبل کے اپنے چند علاقوں کو ڈنمارک، بلجیم، پولینڈ اور چیکوسلواکیہ کے حوالے کر دیے۔
4 دریائے رہائن (Rhine) وادی کو فوجیوں سے آزاد کرنا بھی شامل تھا۔
5 جرمنی کی فوجی طاقت میں کمی۔ 10,000 فوجی رکھنے کی اجازت اور آبدوز کشتیوں کے رکھنے پر بھی پابندی عائد کی گئی۔
6 جرمنی نو آبادیات سے اخراج
7 ٹوگو اور کیمیرون کو برطانیہ اور فرانس نے آپس میں تقسیم کر لیا۔
8 یہ بھی طے کیا گیا کہ جرمنی ٹینکوں، ہوائی جہازوں کو بنانا بند کر دے گا۔ اور جنگی مال و اسباب کی درآمد و برآمد کو ختم کر دے گا۔
9 جرمنی نے اس بات سے اتفاق کیا کہ اتحادی جرمنی کے عام ہتھیاروں پر نگرانی رکھیں گے۔
10 جرمنی نے گولینڈ کے قلعے مسمار کرنے سے اتفاق کر لیا اور تمام ممالک کے لیے کیل نہر کھول دینے کا وعدہ کیا۔
11 جرمنی کو جنگ عظیم کی ذمہ داری قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ جرمنی نے اتحادی ممالک کے شہری باشندوں اور ان کی املاک کی تباہی کا ہرجانہ دینے کا وعدہ کیا۔ ہرجانہ کی رقم 6,600,000,000 پونڈ مقرر کی گئی۔

3.8.2 دیگر معاہدے

ورسائی معاہدہ کے علاوہ دیگر امن معاہدے آسٹریا، بلغاریہ، ہنگری اور ترکی سلطنت سے بھی کیے گئے۔ آسٹریا سے سینٹ جرمین معاہدہ طے کیا گیا۔ آسٹریا ایک چھوٹی آزاد ریاست میں تبدیل ہو گیا۔ اس کی فوج کی تعداد کو 39,000 تک محدود کر دیا گیا۔

بلغاریہ کے بہت سے علاقوں کو چھین لیا گیا۔ اس پر پچاس کروڑ جنگی جرمانہ عائد کیا گیا۔ ہنگری کے ساتھ ٹریانان معاہدہ

طے پایا۔ اس کو صرف 35,000 فوج رکھنے کی اجازت دی گئی۔ ترکی کے ساتھ سیورس معاہدہ طے پایا جس کے مطابق سلطنت عثمانیہ سے فلسطین، میسوپوٹامیہ (موجودہ عراق) اور اردن برطانوی علاقوں میں شامل کر لیے گئے۔ شام کو فرانس کے علاقوں میں شامل کر لیا گیا۔ چند علاقے اور صرف قسطنطنیہ کے شہر ترکی کے قبضہ میں رکھے گئے۔

3.9 مجلس اقوام کا قیام

1919ء کی پیرس امن کانفرنس میں وڈرو ولسن، صدر امریکہ نے ایک عالمی تنظیم کے قیام کی تجویز پیش کی تھی۔ وڈرو ولسن کے پیش کردہ 14 نکات کی اساس پر 1920ء میں ایک عالمی تنظیم مجلس اقوام قائم کی گئی۔ اس تنظیم کا مقصد تمام مالک کی سیاسی آزادی اور علاقائی سالمیت کو یقینی بنانا تھا۔ اس کا مقصد جنگ کو دوبارہ شروع ہونے سے روکنا تھا۔ اس تنظیم کا ایک اہم نکتہ معاشی تحدیدات (Economic Sanctions) کا تھا جس کے مطابق اگر کوئی بھی ملک کسی دوسرے پر حملے کرنے کی صورت میں اس پر معاشی تحدیدات عائد کی جائیں گی۔

3.10 پہلی جنگ عظیم کے نتائج

پہلی جنگ عظیم ایک خطرناک جنگ تھی جس میں بڑے پیانے پر انسانوں، سرمایہ اور وسائل کی تباہی و بربادی ہوئی۔ کئی شہر برباد ہوئے اور اس جنگ میں تقریباً 9 ملین افراد ہلاک ہوئے۔ کئی ملین افراد معذور ہو گئے۔ ہوائی حملوں متعدی بیماریوں، اور قحط نے کئی افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

انسانی نقصان کے علاوہ کئی ممالک کی معیشت تباہ و تاراج ہوگئی اور اس معاشی تباہی نے کئی سماجی مسائل کو پیدا کیا۔ معاشی تباہی کے ساتھ کئی یورپی ممالک میں سیاسی انقلابات بھی رونما ہوئے۔ بڑی بڑی طاقتوں کی جگہ نئی آزاد ریاستیں ابھر آئیں۔ اتحادیوں کا دوران جنگ جمہوریت کے تحفظ کا پروپگنڈہ اور افریقی اور ایشیائی ممالک کی جنگ میں شمولیت نے ان میں اپنی آزادی کی مانگ کو بیدار کیا۔ نوآبادیات کے باشندوں میں سامراجی طاقتوں کے خلاف جذبات بھڑک اٹھے کیوں کہ ان کے علاقوں کی معیشت کو ان سامراجی طاقتوں نے جنگ میں اور اپنے تحفظات پر استعمال کیا تھا۔ انہیں یہ بھی امید تھی کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد ان کو آزادی دی جائے گی لیکن ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا گیا۔ جنگ کے بعد بھی نوآبادیاتی نظام برقرار رہا اور ساتھ میں معاشی استحصال بھی۔ عوام میں بے چینی اور نفرت کے جذبات پیدا ہونے لگے اور بالآخر ان ایشیائی اور افریقی ممالک میں قومی تحریکات کے ذریعہ آزادی حاصل کی گئی۔

4 سبق کا خلاصہ

پہلی جنگ عظیم جو 28 / جولائی 1914ء تا 1918ء کے درمیان لڑی گئی تھی۔ ایک بھیانک جنگ تھی جس میں کئی ملین افراد ہلاک اور کئی ملین افراد معذور ہو گئے تھے۔ کئی شہر تباہ و تاراج کر دیے گئے اور دنیا کی معیشت کو برباد کر دیا گیا۔ اس معاشی بربادی نے اور کئی سماجی مسائل کو پیدا کر دیا۔ قحط اور وباء ہوائی حملوں کے نتائج تھے۔ جس نے معیشت پر اور بھی برا اثر کیا۔ ان تمام تباہ کاریوں یا یوں کہیے کہ جنگ عظیم کی ابتداء اور اس کے اثرات کا بنیادی سبب سامراجیت اور سامراجی ممالک کی حرص تھی۔ یوں تو اس جنگ کے کئی اسباب پائے جاتے ہیں لیکن اہم اور بنیادی سبب سامراجیت تھی۔ اس سامراجیت نے دنیا کو دو منطقوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ساتھ ہی آپسی رقابتوں کو پیدا کر دیا۔ جس کا نتیجہ اپنے اپنے تحفظ کی خاطر ہتھیاروں کی تیاری اور ذخیرہ اندوزی رہی۔ اب ان منطقوں میں بڑھتی ہوئی رقابت کی طرف ایک چنگاری کی ضرورت لاحق تھی جو آسٹریا کے حکمران فرڈ نیڈ کے سراجیوا میں قتل کی شکل میں ابھر کر سامنے آئی۔ اس طرح پہلی جنگ عظیم کی ابتداء ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس جنگ نے تمام دنیا کو اپنے دہکتے ہوئے جنگی شعلوں میں لپیٹ لیا۔

اس جنگ کا ایک مثبت نتیجہ یہ سامنے آیا کہ کئی ایشیائی اور افریقی ممالک جو کسی نہ کسی سامراجی طاقت کے زیر اثر استحصال کیے جارہے تھے انہوں نے قومیت کے جذبہ کو ابھارتے ہوئے اپنی آزاد ریاستوں کو قائم کر لیا۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

1 پہلی جنگ عظیم کس سنہ میں شروع ہوئی تھی؟

2 اتحاد ثلاثہ (Tripple Alliance) اور یگانگت ثلاثہ (Tripple Entente) میں کون کون سے ملک شامل تھے؟

3 پہلی عالمی جنگ کا فوری سبب کیا تھا؟

4 امریکہ نے پہلی عالمی جنگ میں کب شمولیت اختیار کی۔

5 مجلس اقوام کا بنیادی مقصد کیا تھا۔

5.2 طویل جوابی سوالات

1 1914ء میں یورپ کے اختلافات کی کیا وجوہات تھیں۔

2 معاہدہ ورسائی کے کوئی چار نکات کو بیان کیجیے۔

3 ''1919ء کا جرمنی کے ساتھ امن معاہدہ جرمن عوام میں کافی غیر مقبول رہا'' بحث کیجیے۔

4 پہلی جنگ عظیم میں امریکہ کی شمولیت کے اسباب بیان کیجیے۔

5 پہلی جنگ عظیم کے اسباب مختصراً بیان کیجیے۔

6 پہلی جنگ عظیم کے نتائج کو بیان کیجیے۔

7 اقوام مجلس کے قیام کے مقاصد بیان کیجیے۔

8 ورسائی معاہدہ کے اہم نکات کو بیان کیجیے۔

9 مسئلہ بلقان کیا تھا اور یہ پہلی جنگ عظیم کے لیے کس حد تک ذمہ دار تھا۔

10 پہلی جنگ عظیم کے بعد طے کیے گئے امن معاہدات پر ایک نوٹ لکھیے۔

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 فرڈنیڈ کو.................... میں قتل کیا گیا تھا۔

2 ....عیسوی میں اتحاد ثلاثہ تشکیل دی گئی۔

3 برطانیہ، روس اور فرانس نے.................... کو تشکیل دیا

4 دوران پہلی جنگ عظیم میں ترکی نے .... کا ساتھ دیا۔

5 ورسائی معاہدہ .... میں طے کیا گیا تھا۔

6 بلقانی علاقوں پر ترکی کا کنٹرول.................... بلقانی جنگ کے بعد ختم ہوا تھا۔

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 پہلی جنگ عظیم کس تاریخ و سنہ کو شروع ہوئی تھی: (   )

(الف) 18/ جولائی 1914 (ب) 28/ جولائی 1914

(ج) 16/ جون 1914 (د) 27/ جون 1914

2 پہلی جنگ عظیم کا بنیادی سبب کیا تھا: ( )

(الف) جرمنی کی جارحیت (ب) برطانوی جارحیت

(ج) سامراجیت (د) آسٹریا کے حکمران کا قتل

3 برلن تا بغداد ریلوے لائن کس نے بچھایا تھا: ( )

(الف) فرانس (ب) برطانیہ

(ج) جرمنی (د) امریکہ

4 اتحاد ثلاثہ میں کون کون سے ملک شامل تھے؟: ( )

(الف) جرمنی، آسٹریا، ہنگری اور اٹلی (ب) امریکہ، برطانیہ اور فرانس

(ج) روس فرانس اور برطانیہ (د) روس، امریکہ اور اٹلی

5 ہتھیاروں کی دوڑ کی روک تھام کے لیے کس شہر میں کانفرنسیں منعقد ہوئیں: ( )

(الف) ہیگ (ب) پیرس

(ج) ماسکو (د) برلن

6 بلقان پر کس کی حکمرانی تھی: ( )

(الف) فرانس (ب) روس

(ج) ترکی (د) جرمنی

7 یو۔بوٹس (u-Boats) آبدوز کس ملک نے تیار کی تھی: ( )

(الف) جرمنی (ب) برطانیہ

(ج) فرانس (د) روس

8 لوزی ٹانیہ (Lusitania) کس ملک کا جہاز تھا؟ ( )

(الف) امریکہ (ب) فرانس

(ج) برطانیہ (د) روس

9 ورسائی معاہدہ کب طے پایا: ( )

(الف) 28/ جون1919ء (ب) 18/ جون1918ء

(ج) 18/ جولائی1918ء (د) 19/ جون1920ء

10 ورسائی معاہدہ کتنے نکات پر مشتمل تھا: ( )

(الف) 18 نکات (ب) 15 نکات

(ج) 20 نکات (د) 16 نکات

11 سینٹ جرمین معاہدہ کس ملک کے ساتھ اتحادیوں نے طے کیا تھا: ( )

(الف) آسٹریا (ب) پولینڈ

(ج) ہنگری (د) ترکی

5.3.3 جوڑیاں لگایئے

1 ستون A میں دیے گئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے:

	A		B
1	چودہ نکات	i	جرمنی کا شہنشاہ
2	آسٹریا کے حکمران کا قتل	ii	سراجیوا میں ہوا تھا
3	قیصر ولیم دوم	iii	وڈرو ولسن
4	لائیڈ جارج	iv	ہنگری سے کیا گیا
5	ٹریانان معاہدہ	v	برطانوی وزیر اعظم
6	سیورس معاہدہ	vi	ترکی سے کیا گیا
7	مجلس اقوام کا قیام	vii	1920ء

سبق - 3
انقلاب روس

1 سبق کا خاکہ
2 تمہید
3 سبق کا متن
3.1 روس کے سماجی و معاشی حالات
3.2 مطلق العنانیت کے خلاف جدوجہد
3.3 1905ء کا انقلاب
3.4 ذہنی تحریکات اور بولشویک پارٹی کا عروج
3.5 روس اور پہلی جنگ عظیم
3.6 فروری 1917ء کا انقلاب (منشویک انقلاب)
3.7 اکتوبر 1917ء کا انقلاب (بولشویک انقلاب)
3.8 لینن اور اس کی خدمات
3.9 انقلاب کے اثرات
4 سبق کا خلاصہ
5 نمونہ امتحانی سوالات
5.1 مختصر جوابی سوالات
5.2 طویل جوابی سوالات
5.3 معروضی سوالات
5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے
5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے
5.3.3 جوڑیاں لگائیے

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ انقلاب روس کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ روس کے سماجی، معاشی وسیاسی حالات
+ مطلق العنانیت کے خلاف جدو جہد
+ 1905ء کا انقلاب
+ ذہنی تحریکات اور بولشویک پارٹی کا عروج
+ روس اور پہلی جنگ عظیم
+ فروری 1917ء کا انقلاب
+ اکتوبر 1917ء کا انقلاب
+ لینن اور اس کی خدمات
+ انقلاب کے اثرات
+ معاشی منصوبہ بندی
+ انقلاب کے دنیا پر اثرات

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے پہلی جنگ عظیم اور اس کے نتائج سے متعلق معلومات حاصل کیں۔ آپ نے یہ بھی معلومات حاصل کیں کہ کس طرح روس نے جنگ عظیم میں شمولیت اختیار کی اور بعد ازاں دستبرداری اختیار کی۔ اب اس سبق میں آپ روس کے عام حالات اور سیاسی حالات کا مطالعہ کریں گے۔ اور یہ معلومات حاصل کریں گے کہ ان حالات نے روسی عوام کو حکومت زار سے کس طرح بیزار کر دیا جس کی وجہ سے وہ انقلاب کی طرف راغب ہوئے نتیجتاً روس میں انقلابات (1905 اور 1917 کے انقلابات) برپا ہوئے اب ہم ان انقلابات کے اثرات کا بھی جائزہ لیں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 روس کے سماجی، معاشی وسیاسی حالات

روس ایک عرصہ دراز تک پسماندہ ملک تھا۔ یوں تو اس نے انیسویں صدی کے وسط تک دوسرے مغربی ممالک کی طرح

جدیدیت اور صنعت کو اپناتے ہوئے ترقی کی کوشش کرتا رہا لیکن وہ دوسرے مغربی ممالک کی سطح تک نہیں آسکا قدیم دور سے انیسویں صدی تک روس پر کئی حکمرانوں نے حکومتیں کیں۔ ایک خاندان وآئی والو نے روس پر بڑی زبردست حکومت کو قائم کیا۔ ای وان سوم (1462 - 1505) نے روس میں ایک قومی بادشاہت کی بنیاد رکھی۔ اس کے جانشین ای وان چہارم نے زار کا لقب اختیار کیا۔

روس کی رومانو سلطنت نے روس کو جدیدیت بخشی اس کے ایک حکمران پیٹر اعظم نے مغربی تہذیب کو روشناس کروایا ملکہ کیتھرائن نے بحرہ اسود کی ایک بندرگاہ آزو (Azou) کو حاصل کرتے ہوئے روس سے مغربی تعلقات کی راہ ہموار کی۔ ان تمام کوششوں کے باوجود روس زاروں کی حکومت کے تحت ایک ''قدیم دنیا'' کی طرح تھا۔ 1861ء زرعی نظام کے خاتمے کے باوجود کسان بدحال تھے۔ محصول کا بوجھ زیادہ تھا۔ کسان مقروض اور غریب ہوتے چلے گئے۔ روسی معاشرہ دو طبقوں میں منقسم تھا ایک امراء اور دوسرے غریب دہقان (Serfs)۔ امراء کافی خوشحال تھے اور انہیں کئی مراعات حاصل تھے۔ کسانوں پر ان کا مکمل کنٹرول تھا جنہیں حکومت کی سرپرستی بھی حاصل تھی۔ دیگر الفاظ میں وہ کسانوں پر حکمران تھے۔ برخلاف اس کے انہیں کوئی تحفظ حاصل نہیں تھا۔ امراء ان کا بڑی بیدردی سے استحصال کرتے تھے۔ حکومت کی تائید کی وجہ سے امراء کسانوں کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا کرتے تھے۔

ابتداء میں روس ایک زرعی ملک تھا۔ امراء کا کسانوں پر اختیار اور حکومت کی جانب سے دی گئی حمایت کی بناء پر وہ کسانوں کا معاشی وسماجی استحصال کرتے تھے۔ خود عیش پرست زندگی بسر کرتے اور کسان بدحال اور فاقہ کش زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ کسانوں کا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ ایک جانب امراء کا جبر تو دوسری جانب حکومت کی بالادستی۔ ایسے میں کسان فاقہ کشی اور مجبور زندگی گزارنے لگے۔ باوجود زرعی غلامی کے خاتمے کے کسانوں کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

روس میں صنعتی ترقی کافی دیر سے آئی لیکن زیادہ تر بیرونی سرمایہ کاروں نے صنعتوں کو قائم کیا جن کا خاص مقصد اپنے لیے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا تھا۔ روسی سرمایہ کار بیرونی سرمایہ کاروں سے مسابقت نہیں کر پائے۔ کارخانے کے مزدوروں کی حالت بھی کچھ بہتر نہیں تھی۔ زار مطلق العنان تھے نتیجتاً لوگ ظلم اور استبداد کے شکار تھے۔ زار کے عہدیدار بھی عوام پر ظلم کرتے تھے۔ سوائے امراء اور کلیسا کے تمام روس زار سے نفرت کرتے تھے۔ روسی عوام کی یہ نفرت انقلاب کا سبب بنی۔

3.2 مطلق العنانیت کے خلاف جدوجہد

باوجود حکومت کی تحدیدات روس میں مغربی افکار جیسے حریت، آزادی اور بنیادی نظریات داخل ہو ہی گئے۔ کئی روسی مفکر مغرب کی ترقی اور افکار سے متاثر ہوئے اور وہ اسی طرز کی ترقی اور افکار کو روس میں پیدا کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ ٹالسٹائی (Tolstoy) ترگیمو (Turgemuv) اور ڈسٹووسکی (Dostovesky) جیسے مفکروں کی تحریر نے نوجوانوں پر گہرا اثر کیا۔

روسی عوام کے بڑھتے ہوئے احتجاج نے حکومت کو سخت اقدامات اٹھانے پر مجبور کیا۔ وہ ہر طریقہ عوامی تحریکات کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ عوام مغربی طرز پر سیاسی اصلاحات کی مانگ کرتے ہوئے حکومت پر دباؤ ڈالنے لگے۔ اس حالت نے ایک نئے نظریہ نہی لزم (Nihilism) کو پیدا کیا۔ جس کے ذریعہ ہر مروجہ نظام کی مخالفت کی گئی۔ میکل باکونن اس انقلابی نظریہ کا بانی تھا۔

نہی لزم ایک لاطینی لفظ ہے جس کے معنی ''کچھ بھی نہیں'' کے ہوتے ہیں۔ اس نظریہ کا بنیادی اصول ''کچھ بھی نہیں'' کو باقی رہنا چاہیے۔

اس نظریہ کے ماننے والوں نے مروجہ زاریت، کلیسا (چرچ)، سماجی و معاشی نظام کو مکمل ختم کرنا اور عقل اور سائنس کی بنیاد پر ایک جدید اور متبادل نظام کا مطالبہ کیا۔ نہی لزم کے ماننے والوں نے دہشت گردی کو تمام روس میں پھیلا دیا۔ حکومت نے ان کے خلاف سخت اقدامات اٹھائے۔ الگزینڈر دوم (روسی زار) کو ایک نہی لسٹ نے بم پھینک کر ہلاک کر دیا۔ زار الگزنڈر سوم نے نہی لسٹوں کے خلاف سخت اقدامات کرتے ہوئے ان کی طاقت کو توڑنے کی کوشش کی۔

انیسویں صدی کے آخری دہے میں روس میں صنعتی ترقی ہونے لگی۔ کئی کارخانے قائم کیے گئے اور شہروں کے قیام میں اضافہ ہوتا گیا۔ صنعت کے فروغ نے روسی معاشرہ کو دو طبقوں میں منقسم کر دیا۔ ایک سرمایہ دار اور دوسرا مزدوروں کا طبقہ۔ صنعتی فروغ نے کئی مسائل کو پیدا کر دیا۔ مزدوروں کو ان کے کام کی مناسبت سے کم اجرت دی جاتی تھی۔ اور ان کا حد درجہ استحصال کیا جاتا تھا۔ اس طبقہ نے اشتراکی نظریات کے زیر اثر اپنے لیے انصاف پر مبنی معاشرہ کے قیام کا مطالبہ کیا 1883ء میں کارل مارکس کے ایک پیرو جارج پلکناف (George Plecknov) نے روسی سوشیل ڈیموکریٹک پارٹی کو قائم کیا۔ 1898ء میں ایک دوسری بڑی جماعت روسی سوشیل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی (Russian Social Democratic Labour Party) قائم ہوئی جس میں کئی اور جماعتوں کے علاوہ سوشیل ڈیموکریٹک پارٹی بھی شامل ہوگئی۔ یہ جماعت بعد ازاں دو حصوں منشویک (Mensheviks) اور بولشویک (Bolsheviks) میں تقسیم ہوگئی۔ بولشویک کی قیادت لینن نے کی جس کا مکمل نام ولاڈیمر الیچ ولیانوف (Viadimir Illych Vlyanov) جو کارل مارکس اور اینجل کے بعد ایک اہم اشتراکی لیڈر تھا۔

کسانوں، مزدوروں اور درمیانی طبقہ کے افراد پر مارکس کے نظریات کے اثر نے انقلاب کی راہ ہموار کی اور روس میں کل تین انقلابات رونما ہوئے ایک 1905ء میں اور دوسرا 1917ء میں جنھوں نے روس کی سیاسی قیادت اور معاشی ساخت کو تبدیل کر دیا۔

3.3 1905ء کا انقلاب

1905ء کا انقلاب زار نکولس دوم کے دورِ حکومت میں رونما ہوا۔ روسی عوام نکولس دوم کی مطلق العنانیت کے خلاف صف آرا ہونے لگے اور روس میں صنعتی انقلاب نے عوام کو ایک منصوبہ بند لائحہ عمل کے لیے تیار کیا۔ کسانوں، مزدوروں، درمیانی طبقہ کے افراد اور دانشوروں پر مشتمل اس گروہ نے زاریت کے خلاف آواز اٹھائی اور ایک دستوری حکومت کا مطالبہ کیا۔ زار نے عوام کے مطالبہ پر کوئی توجہ نہیں دی۔ زار نکولس، پلیف (Plehve) نامی ایک وزیر کے زیرِ اثر تھا جو ایک قدامت پسند شخص تھا۔ زار کی بے رخی نے انقلاب کی راہ ہموار کی اور اس طرح 1905ء کا یہ انقلاب رونما ہوا۔

زار نکولس کی عوام کی جانب بے رخی، بڑھتے ہوئے مظالم اور عوام کی معاشی بدحالی نے عوام میں زار کے خلاف جذبات کو ابھارنا شروع کیا۔ لوگ زار سے نفرت کرنے لگے، حکومت کا وقار ان کی نظر میں کم ہوتا گیا اور 1904ء کی روسی۔ جاپانی جنگ میں روس کی شکست نے اس کے وقار کو پستی میں ڈھکیل دیا۔ حکومت پر عوام کے دباؤ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

> ایسے حالات میں مزدوروں کا ایک گروہ 9/ جنوری 1905ء معہ اپنی بیوی بچوں کے زار کو درخواست دینے سرمائی محل کی جانب رواں دواں ہوا۔ جس پر سینٹ پیٹرس برگ کے مقام پر گولیاں چلائی گئیں۔ ایک ہزار سے زیادہ افراد ہلاک اور کئی ہزار افراد زخمی ہو گئے۔ یہ دن "خونی اتوار" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اس قتلِ عام کی خبر نے تمام روس میں تشدد کو پھیلا دیا یہاں تک کہ فوجیوں کے چند گروہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ روپوش انقلابی بھی منظر پر آئے اور تحریک کو تقویت بخشی۔ باغیوں نے پارلیمانی طرزِ حکومت کا مطالبہ کیا جس کو زار نکولس دوم نے تسلیم کر لیا اور اکتوبر 1905ء کا منشور جاری کیا جس میں پارلیمنٹ کے قیام اور محدود رائے دہی کا وعدہ شامل تھا۔

3.4 ذہنی تحریکات اور بولشیوک پارٹی کا عروج

باوجود حکومت کی تحدیدات مغربی افکار جیسے حریت، آزادی اور دوسرے بنیادی نظریات روس میں داخل ہو ہی گئے۔ کئی روسی مفکر مغرب کی ترقی اور افکار کی جانب مائل ہوئے اور اس طرز کی ترقی اور افکار کو روس میں پیدا کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ ٹالسٹائی (Tolstoy)، ترگیو (Turgemov) اور دوستووسکی (Dostoievsky) جیسے مفکروں کی تحریر نے نوجوانوں پر بڑا گہرا اثر کیا۔ وہ حکومت پر دباؤ ڈالنے لگے کہ وہ سیاسی اصلاحات نافذ کریں۔ ان حالات نے ایک نئے نظریہ نہی لزم (Nihilism) کو پیدا کیا جس کے مطابق ہر مروجہ نظام فرسودہ ہے اور اس کو ختم ہونا چاہیے۔ میکل باکونن اس انقلابی نظریہ کا بانی

تھا۔ نہی لزم ایک لاطینی لفظ ہے جس کے معنی "کچھ بھی نہیں" کے ہوتے ہیں۔ اس نظریہ کا بنیادی اصول "کچھ بھی نہیں" کو باقی رہنا چاہیے۔ نہی لسٹوں نے مروجہ نظام کا خاتمہ اور اس کی جگہ ایک نئے متبادل نظام کا مطالبہ کیا۔

روس میں صنعتی انقلاب کے داخلہ نے صنعت کو فروغ دیا اور روسی سماج دو طبقوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا۔ ایک مزدور (پرولتاریہ) اور دوسرا سرمایہ دار (بورژائی) طبقہ۔ پرولتاریہ طبقہ کا استحصال کیا جانے لگا اور ایسے حالات میں اس طبقہ نے کارل مارکس اور اینجل کے نظریات کے تحت ایک نئے اور انصاف پر مبنی معاشرہ کا مطالبہ کرنے لگے۔ مارکس کی تعلیمات بڑی تیزی سے روس میں پھیلنے لگیں۔ مارکس نے اشتراکی نظریات کو پیش کیا اس کے یہ اشتراکی نظریات سخت ترین اصولوں پر مبنی تھے جس کو اشتمالیت (Communism) بھی کہا جاتا ہے۔

1883ء میں کارل مارکس کے ایک پیرو جارج پلکناف (George Plecknov) نے روسی سوشیل ڈیموکریٹک پارٹی قائم کیا۔ 1898ء میں ایک دوسری بڑی جماعت روسی سوشیل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی (Russian Social Democratic Labour Party) قائم ہوئی جس میں کئی اور جماعتوں کے علاوہ سوشیل ڈیموکریٹک پارٹی بھی شامل ہوگئی۔ یہ جماعت بعد ازاں دو حصوں منشویک (Mensheviks) اعتدال پسند اور بولشویک (Bolsheviks) انتہا پسندوں میں تقسیم ہوگئی۔ بولشویک پارٹی کو 1903ء میں لینن نے قائم کیا۔

3.5 روس اور پہلی جنگ عظیم

روس کی سامراجی خواہش نے اس کو پہلی جنگ عظیم میں شمولیت کرنے پر مجبور کیا۔ وہ قسطنطنیہ اور ڈارڈینل آبی راستوں (Staits of Dardanells) کی لالچ میں جنگ عظیم میں شامل ہوا۔ زار نکولس دوم کا یہ قدم اس کی حکومت اور تمام روسیوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوا۔ روس نے پرشیا (Prussia) پر حملہ کردیا لیکن جرمنی نے اس کو ٹنا بارگ (Tannabarg) کے مقام پر شکست دے دی اور جرمنی سے نکال باہر کیا۔ جب روس نے آسٹریا کی جانب پیش قدمی کی اور کچھ کامیابی حاصل کی تو ایسے میں جرمنی نے آسٹریا کی مدد کرتے ہوئے پھر ایک مرتبہ روسی فوج کو شکست دے دی۔ پے درپے شکستوں نے زار کو روسی عوام کی نظر میں اور بھی بے وقعت کردیا۔ عوام کی معاشی حالت پر بھی اس جنگ نے بڑا اثر کیا۔ روٹی کی قلت پیدا ہوگئی۔ دوسری جانب جنگ کے میدان میں کئی لاکھ سپاہی ہلاک ہوگئے۔ فوج اور عوام میں ایک بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ لینن کی قیادت میں لوگ انقلاب کے لیے تیار ہوگئے۔ اکتوبر 1917ء کے انقلاب کے بعد بولشویک حکومت نے جرمنی کے ساتھ ایک معاہدہ برسٹ لیٹوسک (Bresletvosk) طے پایا اور اس طرح روس نے پہلی جنگ عظیم سے دستبرداری اختیار کی۔

3.6 فروری 1917ء کا انقلاب (منشویک انقلاب)

روس کے اوسط طبقہ نے منشویک انقلاب کو برپا کیا تھا جو روسی زار نکولس دوم کے خلاف صف آرا ہوئے۔ نکولس نے اس بغاوت کو کچلنے کے لیے اپنی تمام طاقت کو لگا دیا اور جب اس نے اپنی فوج کو انقلابیوں پر گولی چلانے کا حکم دیا تو فوجیوں نے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا جس سے انقلابیوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ 12/ مارچ 1917ء کو انقلابیوں نے سینٹ پیٹرس برگ پر قبضہ کر لیا اور بعد ازاں ماسکو پر انقلابیوں نے قبضہ کر لیا۔ زار نکولس دوم مستعفی ہوا اور اس طرح 15/ مارچ 1917ء میں ایک قومی اسمبلی قائم کی گئی جس کو ڈوما (Duma) کہا جاتا ہے۔ اس کی قیادت کرنسکی (Kerensky) نے کی۔

عوام کے چار اہم مطالبات تھے: امن، کسانوں کو زمین، صنعت پر مزدوروں کا کنٹرول اور غیر روسی قوموں کے لیے مساوی رتبہ۔ کرنسکی نے حکومت کو مضبوط بنیاد پر قائم کرنے اور اس میں جمہوری رنگ بھرنے کی خاطر کئی اقدامات کیے اس نے صحافت کو آزادی دی اور مزدوروں کو ان کے حق دلوانے اور انہیں اپنی انجمنوں کو قائم کرنے کی اجازت بھی دی۔ اجناس کی خرید و فروخت کی اجارہ داری کو حکومت نے لے لیا۔ پولیس کی از سر نو تنظیم عمل میں لائی گئی۔ ان کے علاوہ کرنسکی نے عوام سے وعدہ کیا کہ وہ عنقریب غیر مرکزیت انتظامیہ کو قائم کرے گا۔

منشویک حکومت کی جانب سے کئی اصلاحات کو نافذ کرنے کے باوجود بنیاد پرست اس سے ناخوش تھے۔ انہوں نے یہ الزام عائد کیا کہ حکومت اعلیٰ طبقہ کی سرپرستی کر رہی ہے۔ انہوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کا پرچم لہرا دیا۔ مختلف شہروں میں مزدوروں کی اور فوجی کونسلیں قائم ہونے لگیں جن کے ذریعہ وہ اپنی طاقت کو بڑھانے لگے۔ ہر شہر میں ان کی بغاوت عروج پر پہنچ رہی تھیں۔ کرنسکی نے ان بغاوتوں کو فرو کرنے کی ناکام کوششیں کیں۔ اصلاحات کے باوجود عام آدمی خصوصاً کسان اب بھی پریشان حال تھے۔ ان کے علاوہ لوگ حکومت کی جنگی پالیسی کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ ان تمام باتوں کا ملا جلا اثر یہ ہوا کہ لوگ پھر ایک مرتبہ روس میں انقلاب کو برپا کیا جس کو بولشویک انقلاب کہا جاتا ہے۔

3.7 اکتوبر 1917ء کا انقلاب (بولیشویک)

منشویک حکومت کی سست رفتار پالیسی سے لوگ کافی بے زار ہو چکے تھے اور رفتہ رفتہ حکومت غیر مقبول ہوتی گئی۔ عام آدمی کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا کہ حکومت اپنی سرحدوں میں اضافہ کرے بلکہ انہیں امن، زمین اور روٹی کی ضرورت تھی۔ عوام کی اس ضرورت کا بھرپور احساس کرتے ہوئے بنیاد پرستوں نے ان کو اپنے جھنڈے تلے جمع کیا۔ جب عام لوگ یہ محسوس کرنے لگے کہ یہ بنیاد پرستوں کی جماعت ان کے مفادات کی خاطر کام کرنے والی ہے تو وہ تیزی سے ان کی جانب بڑھنے لگے۔ لینن کی قیادت میں انقلابی تحریک زور پکڑنے لگی۔ کرنسکی نے جب یہ دیکھا کہ تمام لوگ اس کے خلاف صف آرا ہو گئے ہیں تو اس نے ان کو دبانے کی کوششیں شروع کیں لیکن بولشویک کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔ انہوں نے سینٹ پیٹرس برگ پر قبضہ کر لیا اور

وہیں سے تمام انقلابی کارروائیوں کو چلانے لگے۔ بالآخر منشویک حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور لینن کی قیادت میں بولشویک حکومت قائم ہوئی۔

3.8 لینن اور اس کی خدمات

لینن ایک اسکول انسپکٹر کا بیٹا تھا جس کی پیدائش 1870ء میں ہوئی تھی۔ اس کے بھائی کو زار کے قتل کی کوشش میں پھانسی دے دی گئی تھی۔ لینن کا اصلی نام ولادمیر الیچ ولانوف تھا۔ وہ انقلابی خیالات کا حامل تھا اور وہ ایک انقلابی بن گیا۔ اس کی انقلابی کارروائیوں کی بناپر اس کو گرفتار کرتے ہوئے سائبیریا بھیج دیا گیا تھا۔ وہاں سے 1900ء میں سوئزرلینڈ میں داخل ہوا اور سوشیل ڈیمکریٹک پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ اور اس پارٹی کے اخبار اسکرا(Iskra) کا مدیر بھی رہا۔ اسکرا کے معنی چنگاری کے ہوتے ہیں 1917ء میں روس واپس ہوا اور بولسویک کا رہنما بن گیا۔ نومبر 1917ء کے انقلاب کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اور سویت جمہوریہ روس کو قائم کیا۔

بولشویک حکومت کے اقتدار میں آنے کے بعد لینن مرکزی طاقتوں سے جنگ بندی کا معاہدہ طے کیا جس کو برسٹ لیٹوسک(Brest-litovsk) معاہدہ کہا جاتا ہے۔ اس معاہدہ کی رو سے روس کو کئی علاقوں سے دستبردار ہونا پڑا تھا۔

3.8.1 معاشی منصوبہ بندی

لینن نے معاشی اصلاحات کو نافذ کیا۔ خانگی اراضیات کو ضبط کرلیا گیا۔ بنکوں کو قومیایا گیا۔ غیر ملکی اور ملکی قرضوں کو منسوخ کردیا گیا۔ کلیساؤں (چرچ) کی جائدادوں کو ضبط کرلیا گیا۔

> قومیانہ کے مضراثرات کا اندازہ کرتے ہوئے لینن نے 1921ء میں جدید معاشی پالیسی کو نافذ کیا۔
> یہ مخلوط معیشت تھی جس میں سرمایہ داری اور اشتراکیت شامل تھیں

لینن نے آزادانہ تجارت کی اجازت دی اور کسانوں کو کھلی منڈیوں میں اپنا اناج فروخت کرنے کی اجازت تھی۔ خانگی تجارت کو چھوٹے پیانے پر کرنے کی اجازت دی گئی۔ لینن کی جدید معاشی پالیسی کی بدولت کیمونسٹ حکومت محفوظ رہ سکی۔
حالات پر قابو رکھنے اور داخلی معاملات پر نظر رکھنے کے لیے ایک خفیہ پولیس کو منظم کیا جو''چیکا'' کہلاتی تھی۔ لینن کے فوجی کمشنر ٹرانسکی نے ایک فوجی دستہ تیار کیا جس کو سرخ فوج کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس فوج نے کئی لوگوں بشمول خاندان زار کا

قتل کیا۔ ایک طرح سے اس نے روس میں دہشت پھیلا دی جس کو تاریخ میں سرخ دہشت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ روس کو ایک وفاقی سوویت سوشلسٹ ریپبلک یونین (USSR) میں تبدیل کر دیا گیا۔

شکل نمبر 3.1 لینن

4 سبق کا خلاصہ

روس کی قدیم تاریخ کوئی تابناک تاریخ نہیں تھی۔ وہ ایک پسماندہ ملک تھا لیکن انیسویں صدی میں اس نے جدیدیت اور یورپی ایجادات کو اپناتے ہوئے جدیدیت کی جانب آگے بڑھنے لگا۔ صنعتی انقلاب نے تو معاشی ترقی بہم پہنچائی لیکن اس کے ساتھ ہی کئی خامیوں کو بھی روس میں داخل کر دیا۔ حکمراں طبقہ زار، ظلم و زیادتیوں کو اضافہ کرتا گیا۔ اور نتیجتاً عوام بدظن اور مشتعل ہونے لگی عوام کی بڑھتی ہوئی بے چینی اور اشتعال نے انہیں حکومت کے خلاف دبے دبے اور خفیہ طور پر آواز اٹھانے پر مجبور کیا۔ جیسے جیسے حکومت کا دباؤ بڑھتا گیا عوام بھڑک اٹھنے لگی۔ حکومت کے خلاف تنظیمیں قائم ہونے لگیں تھیں اور وہ اصلاحات کا مطالبہ کرنے لگیں۔ یوں تو چند حکمرانوں نے عوام کے حالات کو سدھارنے کے لیے کچھ اقدامات کیے جو ناکافی تھے۔ ایسے حالات میں روسی عوام کو ایسے نظریات ہاتھ لگے جس نے آزادی سے ہمکنار کیا تھا اور وہ تھے کمیونزم کے نظریات۔ اس نظریات نے روسی عوام کو کافی متاثر کیا تھا۔

لینن اور دوسرے قائدین نے ان نظریات پر چلتے ہوئے روس میں انقلابات برپا کیے۔ ایک فروری کا انقلاب اور دوسرا اکتوبر کا انقلاب۔ ان انقلابات کے دوررس نتائج مرتب ہوئے۔ سوویت یونین 1917ء سے 1983ء تک کامیابی سے ترقی کرتا رہا وہ دنیا کا ایک عظیم طاقتور ملک بن گیا۔ دنیا کی ایک عظیم طاقت امریکہ اور دوسری روس تھی۔ ان دونوں ممالک کے درمیان ایک خاموشی سے دشمنی پنپ رہی تھی اور ایک سرد جنگ ان دونوں کے درمیان چل رہی تھی۔ بالآخر بیسویں صدی کے آخری دہے میں روس کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو کر رہ گیا۔ اب سوویت یونین روس کے ایک کم رقبہ پر قائم ہے۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

1 روس کے بادشاہ نے کیا لقب اختیار کیا تھا؟

2 روس کی کس سلطنت نے روس کو جدیدیت بخشی۔

3 بحرہ اسود کی بندرگاہ آزو کو کس حکمران نے حاصل کیا تھا۔

4 نہی لزم سے کیا مراد ہے۔

5 روس سوشیل ڈیموکریٹک پارٹی کو کس نے قائم کیا تھا۔

6 لینن کا مکمل نام بتائیے

7 1905ء کا انقلاب کس زار کی دور حکومت میں واقع ہوا تھا۔

8 بولشویک سے کیا مراد ہے۔

9 منشویک سے کیا مراد ہے۔

10 جدید معاشی پالیسی کو کس نے رائج کیا تھا؟

5.2 طویل جوابی سوالات

1 1905ء کا انقلاب کس طرح روسیوں کے لیے 1917ء کے انقلاب کا پیش رو ثابت ہوا۔

2 خونی اتوار سے کیا مراد ہے مفصل بیان کیجیے۔

3 1917ء کے روسی انقلاب سے قبل روس کے سماجی و معاشی حالات کیا تھے۔

4 1917ء کے روسی انقلاب سے قبل روس کے سیاسی حالات کیا تھے۔

5 روسی انقلاب کے نتائج بیان کیجیے۔

6 1905ء انقلاب کے بعد کی جانے والی اصلاحات کو بیان کیجیے۔

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 روس کی .... سلطنت نے روس کو جدیدیت بخشی

2 پیٹراعظم .... سلطنت کا ایک حکمران تھا۔

3 ''نہی لزم'' .... نے پیش کیا تھا۔

4 سوشیل ڈیموکریٹک پارٹی کو.................. نے قائم کیا تھا۔

5 زار کے لقب کو.................. نے اختیار کیا تھا۔

6 روسی سوشیل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی .... سنہ میں قائم ہوئی تھی۔

7 بولشویک پارٹی کی قیادت .... نے کی تھی

8 1905ء کا انقلاب زار.................. کے زمانے میں آیا تھا۔

9 بولشویک انقلاب.................. میں واقع ہوا تھا۔

10 ''چیکا'' کو.................. نے قائم کیا تھا۔

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 روس میں کس سنہ زرعی نظام کا خاتمہ کیا گیا؟ (   )

(الف) 1861ء (ب) 1862ء

(ج) 1860ء (د) 1865ء

2 ''نہی لزم'' کے کیا معنی ہیں؟ (   )

(الف) کچھ بھی نہیں (ب) سب کچھ

(ج) کچھ کم (د) کچھ زیادہ

3 روس کے کس حکمران نے بندرگاہ 'آزو' کو حاصل کیا تھا (   )

(الف) پیٹراعظم (ب) ملکہ کیتھرائن

(ج) ای۔ وان سوم (د) نکولس دوم

4 کونسے سنہ میں مزدوروں کے گروہ پر سینٹ پیٹرس برگ کے مقام پر گولیاں چلائی گئیں تھیں؟ (   )

(الف) 1905ء (ب) 1906ء

(ج) 1907ء (د) 1904ء

5 بولشویک پارٹی کس سنہ میں قائم ہوئی تھی؟ (   )

(الف) 1902ء (ب) 1901ء

(ج) 1903ء (د) 1904ء

5.3.3 جوڑیاں لگائیے

I ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B میں دیے گئے الفاظ یا جملے سے ملائیے:

	A		B
1	ڈوما	I	اکتوبر 1905ء کا منشور جاری کیا
2	زار نکولس	II	سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا اخبار
3	1917ء	III	روس کی قومی اسمبلی
4	روس کی پہلی قومی حکومت	IV	سینٹ پیٹرس برگ پر قبضہ
5	اسکرا	V	کرنسکی کی قیادت میں قائم ہوئی تھی۔

سبق - 4

1919ء سے دوسری جنگ عظیم تک کی دنیا

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 1929ء کا خلفشار اور معاشی بحران

3.2 فسطائی تحریکات کا عروج

3.2.1 اٹلی میں فسطائیت

3.2.2 جرمنی میں نازی ازم

3.3 اسپین میں خانہ جنگی

3.4 ترکی میں قومی تحریک

3.4.1 مصطفیٰ کمال پاشاہ

3.5 پہلی جنگ عظیم کے بعد کا امریکہ

3.6 سوویت یونین بحیثیت ایک عظیم طاقت

3.6.1 جدید معاشی پالیسی

3.7 مجلس اقوام کا قیام

3.8 جارحانہ جنگیں

3.8.1 جاپان کا چین پر حملہ

3.8.2 اٹلی کا ابی سینیا پر حملہ

3.8.3 اسپین میں خانہ جنگی

3.9 میونخ معاہدہ

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

5.2 طویل جوابی سوالات

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

5.3.3 جوڑیاں لگائیے

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں ہم مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ 1929ء کا خلفشار اور معاشی بحران
+ فاشست تحریکات کا عروج
+ اٹلی میں فاشزم
+ جرمنی میں نازی ازم
+ اسپین میں خانہ جنگی
+ ترکی میں قومی تحریک
+ پہلی جنگ عظیم کے بعد کا امریکہ
+ سوویت یونین بحیثیت ایک عظیم طاقت
+ جدید معاشی پالیسی
+ مجلس اقوام کا قیام
+ مجلس اقوام کی ناکامی
+ جارحانہ جنگوں کی وجوہات
+ جاپان کا چین پر حملہ کرنا
+ اٹلی کا ایتھوپیا پر حملہ کرنا
+ اسپین میں خانہ جنگی
+ میونخ معاہدہ

2 تمہید

اس سبق میں آپ پہلی جنگ عظیم کے بعد واقع ہونے والے واقعات سے متعلق معلومات حاصل کریں گے جس میں آپ 1929ء کے خلفشار اور معاشی بحران، فاشست قوتوں کا ظہور، اور دیگر ممالک خصوصاً یورپی ممالک میں واقع تبدیلیوں سے متعلق بھی معلومات حاصل کریں گے۔ نیز یہ بھی جان سکیں گے کہ کس طرح جارحانہ جنگوں کی ابتداء ہوئی اور میونخ پیکٹ میں امکانی جنگ کو روکنے کی کیا تدابیر پیش کی گئیں تھی۔

3 سبق کا متن

3.1 1929ء کا خلفشار اور معاشی بحران

پہلی جنگ عظیم نے نہ صرف سیاسی تبدیلیوں کو پیدا کیا بلکہ دنیا ایک عظیم معاشی بحران کا شکار بھی ہوگئی۔

یہ معاشی بحران 1929ء میں پیدا ہوا جو 1933ء تک جاری رہا۔

اس معاشی بحران نے سوائے روس کے تمام دنیا کو متاثر کیا تھا۔ جرمنی میں اس معاشی بحران کی وجہ سے کئی ملین افراد بے روزگار ہوگئے۔ برطانیہ میں بھی اس معاشی بحران کی وجہ سے تین ملین افراد بے روزگار ہوگئے۔ 1931ء میں برطانیہ میں لیبر پارٹی نے اقتدار کو سنبھالا اور چند اقدامات کے ذریعہ اس معاشی بحران پر قابو پانے کی کوشش کی۔

فرانس میں بھی 1929ء کے معاشی بحران کا اثر ہوا۔ اس معاشی بحران نے سیاسی استحکام کو پیدا کیا۔ فرانس میں رشوت ستانی عام ہوتی گئی۔

امریکہ میں بھی اس معاشی بحران کو دیکھا گیا۔ بنکوں کا دیوالیہ نکل گیا اور کئی ملین افراد اپنی جمع پونجی گنوا بیٹھے۔ کئی کارخانوں کو بند کرنا پڑا جس نے کئی ملین مزدوروں کو بے روزگار کردیا 1929ء کے بحران نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

3.2 فسطائی (Fascist) تحریکات کا عروج

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد یورپ میں فاشسٹ تحریکات کا عروج تاریخ کا ایک تاریک باب ہے۔ یہ مخالف جمہوری اور مخالف اشتراکی تحریکات تھیں۔ یہ تحریکیں پولینڈ، پرتگال وغیرہ اور خصوصی طور پر اٹلی اور جرمنی میں شروع ہوئیں تھی۔ اٹلی اور جرمنی میں یہ کامیاب بھی ہوئیں تھیں جنھوں نے دنیا پر مضر اثرات مرتب کیے۔ اٹلی میں بینٹو مسولینی کی قیادت میں فاشسٹ تحریک اور اڈولف ہٹلر کی قیادت میں نازی ازم جرمنی میں شروع ہوا۔

3.2.1 اٹلی میں فسطائیت (Fascism)

فسطائیت کی ابتداء اٹلی میں ہوئی تھی جو بینٹو مسولینی کی قیادت میں شروع کی گئی تھی۔ بینٹو مسولینی ایک غریب خاندان میں 1883ء میں پیدا ہوا۔ اپنے شباب کے دور میں وہ اشتراکی تھا لیکن بعد ازاں وہ اشتراکی جماعت سے کنارہ کش ہوگیا۔ اور اپنی ایک سیاسی جماعت قائم کی جو فاشسٹ پارٹی (Fascist Party) کے نام سے موسوم کی گئی تھی۔ ابتداء میں یہ صرف 150 اراکین پر مشتمل تھی لیکن رفتہ رفتہ اس کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس جماعت کے اراکین سیاہ قمیص زیب تن کرتے تھے۔

اٹلی میں برسر اقتدار حکومت نے عوام کی فلاح و بہبود کی جانب کوئی توجہ نہیں دی۔ کسانوں اور صنعتی مزدوروں کی حالت ناگفتہ تھی۔ ملک کی اس حالت کے باوجود اٹلی کو جنگ عظیم میں جھونک دیا۔ مابعد جنگ طے پانے والے امن معاہدوں نے اٹلی کو نوآبادیات کے حصول سے محروم کر دیا گیا۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد اٹلی کے اندرونی حالات بگڑتے گئے۔ زمین دار اور سرمایہ دار بھی برسر اقتدار حکومت کے مخالف ہو گئے اور انہوں نے مخالف اشتراکی اور مخالف جمہوری فسطائی پارٹی کی حمایت کی۔ اور ملک میں دہشت پھیل گئی۔ حکومت نے اس دہشت کے خلاف موثر اقدامات نہیں اٹھائے نتیجتاً فسطائیوں نے اپنی دہشت کو جاری رکھا۔ اسی دوران اٹلی کی پارلیمنٹ کو 1921ء میں تحلیل کر دیا گیا اور انتخابات منعقد کروائے گئے اور ایک مخلوط حکومت قائم ہوئی۔ ان انتخابات میں فسطائی جماعت کو صرف 35 نشستیں حاصل ہوئیں۔ 28/ اکتوبر 1922ء کو مسولینی نے روم پر چڑھائی کر دی اور اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔ 29/ اکتوبر 1922ء کو اٹلی کے بادشاہ وکٹر ایمانوئیل نے مسولینی کو حکومت میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ اس طرح مسولینی کی قیادت میں فسطائی حکومت اٹلی میں قائم ہوئی۔

فسطائیوں کے برسر اقتدار آنے کے بعد مسولینی نے اٹلی میں فسطائی دہشت کو پھیلا دیا۔ اشتراکی تحریکات کو دبا دیا گیا اور کئی اشتراکی اور کمیونسٹ قائدین کو قتل کر دیا گیا۔ 1926ء تک سوائے فاشسٹ پارٹی کے تمام سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ مسولینی نے حکومت کے تمام اختیارات اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور حکومت کے تمام شعبوں بشمول فوج پر مسولینی کا مکمل اور لامحدود کنٹرول قائم ہو گیا۔

اٹلی میں فسطائیت کے عروج نے نہ صرف جمہوریت کو نقصان پہنچایا بلکہ اس نے ایک بڑی جنگ کے لیے ناگزیر حالات پیدا کر دیے۔ اس طرح اٹلی کی فسطائیت، مسولینی کی شخصیت اور اس کے طریقہ کار نے ایک عظیم جنگ کے لیے راہ ہموار کی۔

3.2.2 جرمنی میں نازی ازم (Nazism)

جرمنی میں فسطائیت اور بھی خطرناک شکل میں عروج میں آیا اور وہ نازیت (Nazism) کہلایا۔ اڈولف ہٹلر نے اس مخالف جمہوری اور مخالف اشتراکی پارٹی کو 1921ء میں قائم کیا تھا۔ ہٹلر کی ولادت 20/ اپریل 1889ء کو برانو (Brannav) میں ہوئی تھی۔ 18 برس کی عمر میں اس کے والدین انتقال کر گئے اپنی ابتدائی تعلیم کے بعد وہ 1914ء میں میونخ آیا اور فوج میں بھرتی ہو گیا۔ پہلی جنگ عظیم میں شریک رہا۔ اور اس کی بہادری کی بناء پر اسے آئرن کراس (Iron Cross) کے خطاب سے نوازا گیا۔

جب جرمن کی ویمر جمہوریہ نے پہلی جنگ عظیم کے التوائے جنگ کا سمجھوتہ کیا تو تمام جرمنی میں مخالف حکومت جذبات پیدا ہوئے۔ ہٹلر نے اس موقعہ پر سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور اپریل 1920ء میں قومی اشتراکی جرمن مزدور پارٹی (نیشلسٹ سوشلسٹ جرمن ورکرس پارٹی۔ Nationalist Socialist German Workers Party) کو قائم کیا جو بعد ازاں (نیشنل سوشلسٹ پارٹی National Socialist Party) یا نازی پارٹی (Nazi Party) کہلائی۔ ہٹلر نے 1923ء میں انقلاب کی ایک ناکام کوشش کی جس کے نتیجے میں ہٹلر کو گرفتار کر لیا گیا۔ دوران قید ہٹلر

نے خودنوشت سوانح عمری Mein Kampf (میری جدوجہد) کو تحریر کیا۔ جس میں نازی تحریک سے متعلق چند خطرناک خیالات کا اظہار کیا۔ ہٹلر نے طاقت اور بربریت کو سراہا۔ اور بین الاقوامیت کا مذاق اڑایا۔ جرمن یہودیوں کے خلاف گہری نفرت کو پھیلایا جنہیں وہ جرمنی کی پہلی جنگ عظیم میں شکست کا سبب مانتا تھا۔ نازی نظریات کو فوج، صنعت کاروں اور زمین دارو ں کی تائید حاصل ہوتی گئی۔ انہوں نے ہٹلر کو جرمنی کا نجات دہندہ تصور کیا اور اس کی قیادت میں برسراقتدار کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ 1929ء کے معاشی بحران سے جرمنی بھی بچ نہ سکا۔ نتیجتاً جرمنی میں کئی لاکھ مزدور بے روزگار ہو گئے۔ ایسے نازک حالات میں نازی پارٹی نے اپنے اثرات کو فروغ دینا شروع کیا۔ باوجود نازی پارٹی کی مقبولیت کے اس پارٹی کو 1933ء کے انتخابات میں منجملہ 650 نشستوں میں سے صرف 196 نشستیں حاصل ہوئیں۔ جرمنی کی سوشلسٹ اور کیمونسٹ پارٹی کو بھی ایوان میں اکثریت حاصل نہ ہو سکی ایسے حالات میں ایک کے بعد تین چانسلر مقرر کیے گئے۔ دوسری جانب ہٹلر کا دباؤ بڑھتا گیا۔ ان منتشر حالات میں جرمنی کے صدر ہنڈن برگ نے اعتدال پسندوں اور قوم پرستوں کے مشورے پر ہٹلر کو چانسلر کے عہدے پر فائز کر دیا۔

چانسلر کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد ہٹلر نے پارلیمنٹ کے انتخابات منعقد کروائے اس انتخابات میں بھی نازی پارٹی کو اکثریت حاصل نہیں ہوئی تاہم اپنی طاقت کے بل بوتے پر ہٹلر جرمنی کا صدر بن گیا۔

صدر بننے کے بعد ہٹلر نے جرمنی میں بربریت کے راج کی ابتداء کی۔ اشتراکیوں اور کیمونسٹوں کے خلاف تشدوانہ اقدامات اٹھائے گئے اور خصوصی طور پر یہودیوں کے خلاف ظالمانہ رویہ کو روا رکھا۔ ساتھ ہی فوجی لائحہ عمل کی ابتداء بھی کی اور جنگ کی راہ کو ہموار کرنے لگا۔

شکل نمبر 4.1 ہٹلر اور مسولینی

3.3 اسپین میں خانہ جنگی (1936 - 1939)

اسپین آئبیریا جزیرہ نما کا ایک ملک ہے۔ پندرھویں صدی میں بادشاہت سے بیسوی صدی میں ریپبلک کے قیام تک اسپین کی ایک طویل تاریخ ہے۔ 1931ء میں اسپین ایک ریپبلک ملک بن کر ابھرا۔ 1936ء میں ملک میں خانہ جنگی چھڑ گئی۔ برسر اقتدار حکومت کے خلاف ایک فوجی جنرل فرانکو کی قیادت میں فوج کے ایک حصہ نے بغاوت کر دی۔ اس جنرل کو جرمنی اور اٹلی کی مدد اور حمایت حاصل تھی۔ خانہ جنگی کے دوران جرمنی نے اپنے جدید ہتھیاروں کا اسپین میں استعمال کیا۔ فضائی حملوں کا نشانہ اسپینی دیہاتوں کو بنایا گیا۔

اسپین نے مدد کی درخواست کی۔ سوائے روس کے کوئی اور ملک اس کی مدد کے لیے آگے نہیں آیا تھا۔ برطانیہ اور فرانس نے بھی خاموشی اختیار کی۔ اسپین میں جرمنی کی مداخلت اور ظلم کے خلاف تمام دنیا میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ کئی ہزار والینٹروں نے جو فسطائیت کے مخالف تھے اسپین روانہ ہوئے اور حکومت کی مدد کی۔ یہ خانہ جنگی تین برس تک چلتی رہی جس میں جنرل فرانکو کو 1939ء میں فتح حاصل ہوئی۔ اس خانہ جنگی میں کئی لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ فرانکو کی قیادت میں اسپین میں ایک نئی حکومت تشکیل دی گئی جس کو تمام دنیا نے جلد ہی قبول کر لیا تھا۔

3.4 ترکی میں قومی تحریک

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر اتحادیوں نے معاہدہ سیورس (Treaty of Sevres) کو ترکی پر عائد کر دیا۔ یہ معاہدہ 10/ اگست 1920ء میں طے پایا تھا۔ اس معاہدہ کا مقصد تنزل پذیر ترکی کا مکمل طور پر خاتمہ کرنا تھا۔ ترکی کے علاقوں کو برطانیہ، فرانس اور اٹلی میں تقسیم کرنا تھا۔ عرب، مصر اور فلسطین کو آزادی تو دی گئی لیکن انہیں برطانوی حکومت کے زیر اثر رکھا جانا تھا۔ یونان کو تھیریس (Thrace) اور اٹیجین سمندر کو یونان کی تحویل میں دیا جانا تھا۔ ترکی کے سلطان محمد ششم نے اتحادیوں کی مندرجہ بالا شرائط کو منظور کر لیا تاہم اس معاہدہ پر دستخط سے قبل ترکی میں مصطفیٰ کمال پاشاہ کی قیادت میں ایک قومی حکومت 1923ء میں قائم کی۔ انقرہ کو دار الخلافہ بنایا۔ ذیل میں آپ مصطفیٰ کمال پاشاہ کی حیات اور اس کی قیادت میں قومی تحریک سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3.4.1 مصطفیٰ کمال پاشاہ (1880 - 1938)

مصطفیٰ کمال کی پیدائش 1880ء میں ہوئی۔ اپنی ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد اس نے قسطنطنیہ کے فوجی کالج میں گریجویشن کیا۔ یہاں اس کو 'کمال' کے لقب سے نوازا گیا کیوں کہ وہ علم ریاضی میں مہارت رکھتا تھا۔ وہ ''نوجوان ترک'' پارٹی میں شامل ہوا اور 1908ء کے ترکی انقلاب میں ایک اہم رول ادا کیا پہلی جنگ عظیم میں اس نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ جنگ کے خاتمہ پر

ہونے والے معاہدہ سیورلیس کو قبول کرنے سے انکار کیا۔اس نے عوامی پارٹی کو قائم کیا اور ترکی میں قومی تحریک کی ابتداء ہوئی۔

اتحادیوں کے غیر منصفانہ اور جابرانہ رویہ کے خلاف مصطفیٰ کمال پاشاہ نے اپنی قومی تحریک کو مرکوز کیا۔اور ترکی کے سلطان کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کیا۔1920ء میں انقرہ میں قومی حکومت کو قائم کیا۔1921ء میں سوویت روس کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کیے جس کی رو سے مصطفیٰ کمال پاشاہ کو فوجی وسیاسی امداد حاصل ہوئی۔اسی دوران یونان نے ترکی پر حملہ کرتے ہوئے تھیریس پر قبضہ کرلیا۔مصطفیٰ کمال پاشاہ کی قابل قدر کمان میں ترکی فوج نے یونانیوں کی پسپائی کی۔

یونانیوں کی شکست فاش کے بعد مصطفیٰ کمال پاشاہ نے قسطنطنیہ کو قومی تحویل میں کرلیا۔قومی اسمبلی نے ترکی کی سلطنت کا خاتمہ کیا اور سلطان محمد ششم کو برطرف کردیا۔ترکی کو 29/اکتوبر 1923ء میں ایک ریپبلک قرار دیا گیا اور مصطفیٰ کمال پاشاہ کو اس قومی حکومت کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔

3.5 پہلی جنگ عظیم کے بعد کا امریکہ

پہلی جنگ عظیم نے جہاں یورپ کی بڑی طاقتوں کو روبہ زوال کردیا وہیں اس نے امریکہ کو ایک بڑی طاقت کے عروج میں مدد کی۔چوں کہ امریکہ نے پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد کئی امن معاہدوں کی تشکیل میں مدد کی تھی لہٰذا دنیا میں اس کی اہمیت بڑھتی چلی گئی۔ایک جانب پہلی جنگ کئی صنعت یافت ممالک کو معاشی طور پر کمزور کردیا تو دوسری جانب امریکہ کی معاشی حالت میں بدرجہ اتم اضافہ کردیا۔اور امریکہ ایک مستحکم معاشی طاقت بن کر عروج حاصل کرنے لگا۔ترقی کے ساتھ امریکہ میں معاشی اترا چڑھاؤ بھی آتے رہے۔یہیں سے 1929ء کے معاشی بحران کی شروعات ہوئی تھی۔امریکہ کی حصص بازار (Share Market) میں حیرت انگیز گراوٹ پیدا ہوگئی چند ہی روز میں نیویارک میں کئی سولین حصص فروخت کردیے گئے۔کئی بنکوں کو مجبوراً بند کرنا پڑا نتیجتاً صنعت پر اس کا بڑا برا اثر پڑا۔اور کئی کارخانے بند کردیے گئے۔افراد کی طاقت خرید میں کمی واقع ہوگئی۔

3.6 سوویت یونین بحیثیت ایک عظیم طاقت

پہلی جنگ عظیم کے بعد سوویت یونین ایک بڑی طاقت بن کر ابھرنے لگا۔اور اس نے عالمی سیاست میں ایک اہم موقف حاصل کرلیا۔

پہلی جنگ عظیم میں شمولیت اور خانہ جنگی نے روس کی معاشی حالت کو بری طرح متاثر کیا تھا۔غذا کی قلت اور مصنوعات کی تیاری میں بڑی حد تک کمی واقع ہوگئی تھی۔غذا کی قلت کے سبب حکومت نے چند سخت اقدامات اٹھائے تھے۔کسانوں کو اپنی ضرورت سے زیادہ پیداوار کو حکومت کو ادا کرنا تھا۔انہیں اس فاضل پیداوار کو بازار میں فروخت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔تنخواہیں نقد کی بجائے جنس میں ادا کی جانے لگیں۔ان اقدامات نے عوام میں برہمی کو پیدا کردیا۔خانہ جنگی کے خاتمہ کے بعد ان

اقدامات کو واپس لے لیا گیا۔ 1921 میں لینن نے جدید معاشی پالیسی کو جاری کیا۔ اس پالیسی کے تحت کسانوں کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنی پیداوار کو بازار میں فروخت کر سکتے ہیں۔ تنخواہیں پیسوں میں ادا کی جانے لگیں۔ چند ایک صنعتوں کو خانگی کنٹرول میں دیا گیا۔ 1929ء میں سوویت یونین پنج سالہ منصوبہ کو شروع کیا۔ چند ہی برس میں سوویت یونین ایک بڑی صنعتی طاقت بن کر ابھرنے لگا۔ کئی یورپی ممالک سوویت یونین کی معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بننے لگے۔ باوجود ان رکاوٹوں کے سوویت یونین تیز رفتاری سے ترقی کرتا رہا۔

زرعی سکٹر میں بھی انقلابی تبدیلیاں لائی گئیں۔ چھوٹے کھیتوں کو خاطر خواہ پیداوار کے لیے ناسوزوں تصور کرتے ہوئے مشترکہ زراعت کے طریقہ کار کو رائج کیا گیا۔ ٹریکٹروں (Tractors) کو استعمال کرتے ہوئے زرعی پیداوار میں اضافہ کیا گیا۔ ان مشترکہ کھیتوں میں کسان اجتماعی طور پر کام کرتے تھے۔

1937ء تک تقریباً تمام کھیتوں کو اجتماعی زراعت (Collectivisation of Agriculture) کے تحت لایا گیا۔

1917ء کے انقلاب کے بعد روس کے علاقے بتدریج سوویت یونین میں ضم ہوتے گئے اور 1940ء تک ان کی تعداد 15 تک پہنچ گئی۔ کمیونسٹ پارٹی کے کئی اراکین کو بے دخل کر دیا گیا۔ اسی ہنگامی صورت حال میں اسٹالن نے اقتدار سنبھالا اور ایک ڈکٹیٹر کی حیثیت سے حکمرانی شروع کیا۔

یورپی ممالک نے سوویت یونین کو تسلیم نہیں کیا۔ باوجود یورپی ممالک کی مخالف دوستی رویہ کے سوویت یونین آزادی کی تحریکات کی حمایت کرتا رہا۔ اس ضمن میں چین کو روس کی مدد ایک اہم کارنامہ تھا۔ سوویت یونین کی بڑھتی ہوئی طاقت اس کو زیادہ عرصہ تک تنہا نہ رکھ سکی۔ دھیرے دھیرے یکے بعد دیگرے ممالک نے اس کو تسلیم کرنا شروع کر دیا اور 1933ء میں برطانیہ نے سوویت یونین سے سفارتی تعلقات قائم کیا۔

3.6.1 جدید معاشی پالیسی

لینن نے 1921ء میں جدید معاشی پالیسی کو نافذ کیا جو سرمایہ داریت اور اشتراکیت کا امتزاج تھی۔ اس جدید پالیسی کے تحت کسانوں کو آزادی دی گئی کہ وہ اپنی پیداوار کو منڈیوں میں خود فروخت کر سکیں۔ حکومت کے چند ضوابط کے تحت خانگی تجارت کو بحال کر دیا گیا۔ لینن کی اس معاشی پالیسی نے روس کے حالات بہتر نائے۔ اس معاشی پالیسی نے روس میں ایک عظیم انقلاب کو ٹال دیا اور کمیونسٹ حکومت کو بچائے رکھا۔

3.7 مجلس اقوام کا قیام

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد ایک عالمی تنظیم کی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔ یورپ کے دیگر ممالک کی خصوصاً امریکہ کی کوششوں کے نتیجے میں مجلس اقوام کو 1920ء میں قائم کی گئی۔ مجلس کا اہم مقصد کسی عالمی جنگ کو دوبارہ بھڑکنے سے روکنا تھا۔ اور یہ کہ مجلس کے رکن ممالک پرامن طریقے سے اپنے مسائل کو حل کریں اور جنگ سے گریز کریں۔

3.7.1 مجلس اقوام کی ناکامی

لیکن یہ مجلس زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی اور اس میں کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ مجلس اقوام کی ناکامی کے کئی اسباب تھے۔ جن میں بین الاقوامی غیر جانب داری کا فقدان ایک اہم سبب تھا۔ چوں کہ اقوام عالم میں سیاسی اور معاشی معاملات میں بڑی حد تک غیر جانب داری ختم ہو چکی تھی۔ بعض ممالک اپنی سیاسی اور معاشی مفاد کے لیے دوسری اقوام کے استحصال کو جائز سمجھنے لگے۔ مجلس اقوام اس پر قابو پا نہ سکی۔ صلح نامہ وارسائی کی قرار دادیں اور فیصلے اقوام عالم میں غم و غصہ اور انتقام کو بھڑکانے کا موجب بنے۔ اس کے علاوہ مجلس اقوام کی اپنی کوئی فوج نہیں تھی ورنہ وہ اپنے فیصلوں کو قبول کروانے کے لیے اپنی فوج کا استعمال کر سکتی تھی۔ مثال کے طور پر جرمنی، جاپان اور اٹلی نے کئی جارحانہ کارروائیاں کرتے ہوئے بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کی۔ مجلس ترک اسلحہ کے معاملہ میں بڑی حد تک ناکام رہی۔ وہ منچوریا پر جاپان کے حملے کو روکنے میں بھی ناکام رہی۔ اسی طرح ابی سینا پر اٹلی کے حملے اور وسطی یورپ میں جرمنی کے حملوں کو بھی روکنے میں ناکام رہی۔ 1930ء میں جب کئی ممالک جارحیت کو اپنائے ہوئے تھے مگر مجلس اقوام اس جارحیت کو روکنے میں ناکام رہی جو دوسری جنگ عظیم کا سبب ہوئی۔

3.8 جارحانہ جنگیں

3.8.1 جاپان کا چین پر حملہ

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد پہلی جارحیت جاپان کی جانب سے کی گئی جب اس نے 1931ء میں چین پر حملہ کر دیا تھا۔ چین نے مجلس اقوام سے مداخلت کی درخواست کی لیکن مجلس نے کوئی مدد نہیں کی۔ جاپان نے منچوریا پر قبضہ کر لیا اور وہاں ایک کٹھ پتلی حکومت کو قائم کر دی۔ 1933ء میں جاپان مجلس اقوام کی رکنیت سے مستعفی ہو گیا اور چین میں برطانوی اور امریکی اثاثہ جات کو ضبط کرنے لگا۔ تاہم مغربی ممالک نے جاپان کو خوش رکھنے کی پالیسی کو برقرار رکھا تا کہ اس کو چین اور روس کو کمزور کرنے کے لیے استعمال کر سکیں۔

3.8.2 اٹلی کا ابی سینیا پر حملہ

اٹلی نے 1935ء میں ابی سینیا پر حملہ کر دیا۔ ابی سینیا کی درخواست پر مجلس اقوام نے اٹلی کو جارح قرار دیتے ہوئے

معاشی تحدیدات کی قراردادمنظور کیں۔اٹلی کو ہتھیار فروخت کرنے پر بھی پابندی عائد کی گئی۔تاہم اٹلی کو سزا دینے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا نتیجتاً اٹلی نے 1936ء تک ایتھوپیا پر مکمل قبضہ کرلیا۔

3.8.3 اسپین میں خانہ جنگی

1936ء میں اسپین میں اشتراکی اور کمیونسٹ پارٹی کی حکومت قائم ہوئی۔اسپین کے ایک فوجی گروہ نے جنرل فرانکو کی قیادت میں حکومت کے خلاف بغاوت کردی۔ان باغیوں کو جرمنی اور اٹلی کی مدد حاصل تھی۔ان دوممالک نے اپنی فوجیں اسپین میں روانہ کیں۔ایک طویل خانہ جنگی کی ابتداء ہوئی۔اسپین کی درخواست پر صرف سوویت یونین مدد کے لیے آگے بڑھا۔برطانیہ اور فرانس نے سردمہری کا مظاہرہ کیا۔جرمنی اور اٹلی کی مدد سے جنرل فرانکو کامیاب رہا۔جلد ہی اس نئی حکومت کو تسلیم کرلیا گیا۔

3.9 میونخ معاہدہ (Munich Pact)

میونخ معاہدہ جرمنی کو خوش کرنے کا مغرب کی جانب سے آخری کام تھا۔یہ معاہدہ میونخ کے مقام پر فرانس، برطانیہ اور جرمنی اور اٹلی کے مابین ہونے والا معاہدہ تھا جو 29/ستمبر 1938ء کو طے پایا۔اس معاہدہ کے مطابق جرمنی کو چیکوسلواکیہ کے ایک علاقے سوڈینٹ لینڈ (Sudent Land) پر قبضہ کرنے کی اجازت حاصل ہوگئی۔اس کے چند ماہ کے اندر جرمنی نے تمام چیکوسلواکیہ پر قبضہ کرلیا۔ان جارحانہ حالات کو روکنے کے لیے یورپی اتحاد کی ضرورت تھی۔سوویت یونین مسلسل اس بات کا مطالبہ کررہا تھا لیکن مغرب نے جرمن کو خوش کرنے کی پالیسی پر قائم تھے۔روز بروز جرمنی کے حوصلے بلند ہونے لگے اور یکے بعد دیگرے کئی علاقوں پر قبضہ کرنے لگا۔ایسے میں سوویت یونین نے 1939ء میں جرمنی کے ساتھ عدم جارحیت معاہدہ (Non-Aggressition Pact) پر دستخط کیے۔مغربی ممالک سوویت یونین کے اس اقدام پر دم بخود ہوگئے۔اس دوران برطانیہ اور فرانس نے اعلان کیا کہ اگر پولینڈ، یونان، رومانیہ اور ترکی کی آزادی کو خطرلاحق ہوجائے تو وہ ان کی مدد کریں گے۔اس طرح ایک فسطائی طاقت کے خلاف آواز اٹھائی گئی۔

4 سبق کا خلاصہ

پہلی جنگ عظیم نے عالمی معیشت پر بڑا اثر مرتب کیا جس کے نتیجے میں 1929ء کا معاشی بحران پیدا ہوا جو 1933ء تک جاری رہا۔اس معاشی بحران نے سوائے روس کے تمام دنیا کو متاثر کیا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد فسطائی نظریہ پیدا ہوا جس کو اٹلی میں بینٹو مسولینی نے اور جرمنی میں اڈولف ہٹلر نے شروع کیا تھا۔ فسطائیت مخالف جمہوری نظریہ ہے جو دوسری جنگ عظیم کا اہم سبب تھا۔

امریکہ اور روس بحیثیت بڑی طاقتوں کے طور پر ابھرا اور دیگر کئی یورپی ممالک کا زوال ہونے لگا۔ترکی میں قومی تحریک چلائی گئی

اور مصطفیٰ کمال نے اقتدار کو حاصل کیا۔ دنیا میں امن کو قائم کرنے کے لیے اقوام مجلس کا قیام عمل میں آیا۔ لیکن یہ ادارہ موثر ثابت نہ ہوا۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

1 پہلی جنگ عظیم کس سنہ میں شروع ہوئی تھی؟
2 فسطائیت کی شروعات کس نے کی تھی؟
3 نازی ازم کا بانی کون تھا؟
4 فسطائی پارٹی کے اراکین کس رنگ کی قمیص زیب تن کرتے تھے؟
5 سولینی نے کس سنہ میں اٹلی پر حملہ کیا تھا؟
6 معاہدہ سیورس کب طے پایا تھا؟
7 ترکی کو کس سنہ میں ریپبلک قرار دیا گیا؟
8 کس ملک سے معاشی بحران کی ابتداء ہوئی تھی؟
9 جدید معاشی پالیسی کو کس نے نافذ کیا تھا؟
10 اقوام مجلس کب قائم تھا؟

5.2 طویل جوابی سوالات

1 1929ء کے معاشی بحران پر ایک نوٹ لکھیے۔
2 فسطائیت کے عروج پر ایک نوٹ لکھیے
3 نازیت کے عروج پر ایک نوٹ لکھیے
4 مصطفیٰ کمال کے عروج پر ایک نوٹ لکھیے
5 میونخ معاہدہ کو بیان کیجیے
6 امریکہ کے عروج پر ایک نوٹ لکھیے
7 کس طرح سوویت یونین ایک عظیم طاقت بن کر ابھرا؟
8 مجلس اقوام کی ناکامیوں کو بیان کیجیے۔

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1. فسطائیت کا بانی..................تھا۔
2. ہٹلر نے مخالف اشتراکی پارٹی کو..................سنہ میں قائم کیا تھا۔
3. آئرن کراس(Iron Cross) کا خطاب..................کو دیا گیا تھا۔
4. اسپین میں..................سنہ میں خانہ جنگی چھڑ گئی تھی۔
5. 'نوجوانان ترک' کو..................نے قائم کیا تھا۔
6. سوویت یونین نے..................سنہ میں پنج سالہ منصوبہ شروع کیا تھا۔
7. جدید معاشی پالیسی..................سنہ میں نافذ کی گئی تھی۔
8. جاپان نے..................سنہ میں چین پر حملہ کیا تھا
9. اٹلی نے..................سنہ میں ابتھیوپیا پر حملہ کیا تھا۔
10. میونخ معاہدہ..................سنہ میں طے پایا تھا۔

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1. اسپین میں کس سنہ میں ریپبلک قائم ہوئی تھی: ( )

(الف) 1930 (ب) 1935

(ج) 1934 (د) 1937

2. Mein Kampf کو کس نے تحریر کیا تھا؟ ( )

(الف) مسولینی (ب) ہٹلر

(ج) لینن (د) فرانکو

3. روس میں کس سنہ تک تمام کھیتوں کو اجتماعی زراعت کے تحت لایا گیا تھا؟ ( )

(الف) 1935 (ب) 1937

(ج) 1936 (د) 1934

4. مسولینی کی پیدائش کس سنہ میں ہوئی تھی: ( )

(الف) 1883 (ب) 1886

(ج) 1887 (د) 1888

5.3.3 جوڑیاں لگائیے

1 ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B میں دیے ہوئے الفاظ یا جملے سے ملائیے:

A		B	
1	ہٹلر	I	فسطائیت کا بانی
2	جدید پالیسی	II	اسپین کا جنرل
3	مسولینی	II	نازیت کا بانی
4	فرانکو	V	لینن

سبق - 5

ایشیا اور افریقہ میں تحریکات دوسری جنگ عظیم

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 ایشیاء میں قومی تحریکات

3.1.1 ہندوستان میں قومی تحریکات

3.1.2 ایران میں قومی تحریک

3.1.3 عرب ممالک میں قومی تحریک

3.1.4 ایشیاء کے دیگر ممالک میں قومی تحریکات

3.2 افریقہ میں قومی تحریکات

3.3 دوسری جنگ عظیم کا پس منظر اور وجوہات

3.3.1 غیر منصفانہ معاہدہ ورسائی

3.3.2 جمہوریت کی ناکامی

3.3.3 جارحانہ قومیت کی ناکامی

3.3.4 مجلس اقوام کی ناکامی

3.3.5 پولینڈ پر جرمنی کا حملہ

3.4 جنگ کے واقعات

3.5 دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریاں

3.6 قیام اقوام متحدہ

3.6.1 اقوام متحدہ کے اغراض و مقاصد

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

5.2 طویل جوابی سوالات

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

5.3.3 جوڑیاں لگایئے

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ ایشیا اور افریقہ میں قومی تحریکات اور دوسری جنگ عظیم سے متعلق مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ ایشیاء میں قومی تحریکات کی ابتداء
+ افریقہ میں قومی تحریکات کی ابتداء
+ دوسری جنگ عظیم
+ دوسری جنگ عظیم کا پس منظر اور وجوہات
+ جنگ کے واقعات
+ فسطائی قوتوں کی شکست
+ دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریاں
+ سیاسی اور معاشی نتائج و اثرات
+ قیام اقوام متحدہ

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے پہلی جنگ عظیم کے بعد واقع ہونے والی تبدیلیوں سے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اس سبق میں ایشیاء اور افریقہ میں قومی تحریکات کی ابتداء اور دوسری جنگ کے اسباب و نتائج سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ نیز اس بات سے بھی واقف ہو جائیں گے کہ کس طرح اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا۔

3 سبق کا متن

3.1 ایشیاء میں قومی تحریکات

پہلی جنگ عظیم کے بعد ایشیاء اور افریقہ میں قومی تحریکات تیزی سے چلائی جانے لگیں۔ ایشیاء اور افریقہ کے کئی ممالک نے یہ سمجھا تھا کہ جنگ کے بعد انہیں آزادی حاصل ہوگی۔ اگر نہیں تو کم از کم کچھ زیادہ حقوق حاصل ہوں گے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ سامراجی طاقتوں نے انہیں آزادی دینا تو دور ان کے جائز حقوق کو بھی تسلیم نہ کیا۔ ان حالات نے ان نوآبادیات میں قومی تحریکات زور پکڑنے لگیں اور یکے بعد دیگرے ایشیائی ممالک آزاد ہوتے چلے گئے۔

3.1.1 ہندوستان میں قومی تحریک

ہندوستان میں برطانوی اقتدار کی وجہ سے ہندوستانیوں میں نفرت کے جذبات بڑھتے گئے۔ ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا تھا اور ہندوستانی راجہ رجواڑوں کو محکوم بنالیا گیا تھا۔ ان جیسی کئی وجوہات کی بناپر سپاہیوں کی بغاوت یا غدر واقع ہوئی۔

1857ء کی بغاوت کو ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے

یہ بغاوت 1857ء میں واقع ہوئی تھی۔ حالانکہ یہ بغاوت ناکام رہی لیکن یہ ہندوستانی تاریخ کا ایک اہم موڑ ثابت ہوئی۔ غدر کے بعد ہندوستانی قومی تحریک میں بتدریج تیزی آتی گئی۔ 1857ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے قیام نے تحریک ازادی کو استحکام بخشا۔ کانگریسی قائدین سریندرناتھ بنرجی، بال گنگادھر، لالہ لاجپت رائے، بپن چندر پال، اور پنڈت نہرو جیسے قائدین نے آزادی کے لیے اہم کارنامے انجام دیے۔ ان کے علاوہ ہندوستانی قوم کے لیے ایک عظیم رہنما کی شکل میں مہاتما گاندھی کی قیادت حاصل ہوئی۔

گاندھی جی نے 1920ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی صدارت سنبھالی اور عدم تشدد کے ذریعہ آزادی کی جدوجہد کی ابتداء کی۔ 1920ء میں تحریک عدم تعاون کو شروع کیا۔

1930ء میں سیول نافرمانی تحریک کے ذریعہ برطانوی اقتدار کے خلاف عوام کو صف آرا کیا۔ گاندھی جی کی قیادت میں قومی تحریک بڑی تیز رفتاری سے چلائی جانے لگی۔ لوگ جوق در جوق تحریک سے وابستہ ہونے لگے۔ 1942ء میں ہندوستان چھوڑدو تحریک کا اعلان کیا گیا۔ بالآخر برطانوی حکومت نے 1947ء میں ہندوستان کو آزاد کیا۔

3.1.1 ایران میں قومی تحریک

پہلی جنگ عظیم سے قبل ایران، روس اور برطانیہ کے دائرہ اثر میں تھا۔ 1917ء کے انقلاب کے بعد روس نے ایران پر اپنے دائرہ اثر کو ختم کردیا اور اس نے اپنی تمام فوج کو ایران سے ہٹالیا جب کہ برطانیہ نے تمام ایران پر اپنے اثر کو قائم کرنے کی کوشش کی۔ ایرانیوں نے برطانیہ کے بڑھتے ہوئے اثر کے خلاف احتجاج کیا۔ 1921ء میں رضا خاں نے اقتدار پر قبضہ کرلیا اور 1925ء میں شہنشاہ ہونے کا اعلان کیا۔

3.1.3 عرب ممالک میں قومی تحریکات

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد عرب ممالک پر برطانیہ اور فرانس کا دائرہ اثر بڑھ گیا۔ چند عرب ممالک برطانیہ کے تحت لائے گئے اور چند ایک فرانس کے تحت رکھے گئے۔ مصر برطانیہ کے تحت تھا۔ وہاں کی عوام نے برطانوی اقتدار کے خلاف بغاوت کر دی 1922ء میں برطانیہ نے مصر کو آزاد کر دیا۔

ملک شام پر فرانس کا تسلط تھا۔ ابتداء سے ہی شام کی عوام فرانسیسی تسلط کے خلاف تھے۔ 1925ء میں عوام نے بغاوت کر دی۔ فرانسیسی فوج نے اس بغاوت کو کچلنے کے لیے سخت اقدامات اٹھائیے۔ اس کے دارالخلافہ، دمشق پر بمباری کی گئی اور شہر کو کھنڈر بنا ڈالا۔ تقریباً 25,000 افراد ہلاک ہوئے۔ باوجود سخت اقدامات کے عوام نے فرانسیسی اقتدار کے خلاف اپنی جدوجہد کو جاری رکھا۔

3.1.4 ایشیاء کے دیگر ممالک میں قومی تحریکات

ایشیاء کے دیگر ممالک میں بھی قومی تحریکات زور پکڑنے لگیں۔ انڈونیشیا میں وہاں کی عوام نے ولندیزی (Dutch) اقتدار کے خلاف قومی تحریک شروع کی۔ کئی سیاسی جماعتیں ابھر آئیں جیسے ''بودی اُتامو'' (Budi Utamo) 1912ء میں قائم کی گئی اس جماعت اور دیگر جماعتوں بشمول کیمونسٹ پارٹی نے انڈونیشیا میں قومی تحریک کو تقویت بہم پہنچائی اور 1949ء میں انڈونیشیا کو آزادی حاصل ہوئی۔

چین میں بھی قومی تحریک چلائی گئی۔ چینی قومی تحریک کا جد اعلیٰ ڈاکٹر سن یات سین تھا جس نے 1911ء اور 1917ء کے انقلابات میں اہم رول ادا کیا۔ اس نے کینٹن کے مقام پر ایک حکومت قائم کی۔ اور کو امنگ تنگ پارٹی (Kuomingtang) پارٹی کو قائم کیا۔ اس نے کئی برس تک چین میں قومی تحریک کی قیادت کی۔ چینی قومی تحریک میں دوسرا اہم قائد ماوزے تنگ تھا۔

1921ء میں چین میں کیمونسٹ پارٹی قائم کی گئی۔ کوامنگ تنگ اور کیمونسٹ پارٹی نے متحد ہو کر قومی تحریک کو آگے بڑھایا۔ 1925ء میں سن یات سین کے انتقال کے بعد اس اتحاد میں پھوٹ پڑ گئی۔ جب جاپان نے 1930ء میں چین پر حملہ کر دیا تو کیمونسٹ پارٹی نے اس جنگ میں اہم رول ادا کیا۔ چند ہی برسوں میں اس نے ملک میں اپنے موقف کو مستحکم کر لیا۔

3.2 افریقہ میں قومی تحریکات

افریقہ میں بھی قومی بیداری پیدا ہوئی۔ انیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے دہے کے دوران کئی سیاسی انجمنوں کا قیام عمل میں آیا جنہوں نے قومی بیداری میں اہم رول ادا کیا۔ جنوبی افریقہ میں دیگر افریقی ممالک کے برعکس پہلے قومی تحریک

شروع ہوئی۔ 1912ء میں افریقی نیشنل کانگریس قائم ہوئی جس نے آزادی کی کوشش میں نمایاں رول ادا کیا۔ ایتھوپیا کی عوام نے اٹلی کے حملے کی مدافعت کی اور کامیابی حاصل کی۔ دیگر افریقی ممالک میں بھی قومی تحریکات تیزی حاصل کرنے لگیں۔

3.3.2 جمہوریت کی ناکامی

یورپ کے چند ایک ممالک میں جمہوریت کی ناکامی بھی دوسری جنگ عظیم کے واقع ہونے کی ایک وجہ تھی۔ مابعد پہلی جنگ عظیم کے نازک مسائل کو جمہوریت حل کرنے میں ناکام رہی جس کے نتیجے میں جرمنی۔ اٹلی، پرتگال اور اسپین میں ڈکٹیٹرشپ پیدا ہوئی۔
جرمنی میں ویمر ریپبلک کے بعد ہٹلر نے اپنی مطلق العنان آمریت کو جرمنی میں قائم کر دیا۔ اسی طرح اٹلی میں بھی بینو مسولینی نے اپنی آمریت کو قائم کر دیا۔ ان دونوں نے سامراجیت اور توسیع پسند پالیسی کو اختیار کیا۔

3.3.3 جارحانہ قومیت اور سامراجیت

فسطائیوں اور نازیوں نے نسلی برتری کے جذبہ کو فروغ دیا۔ ہٹلر نے جرمنی باشندوں میں نسلی قومیت کے احساسات اور سامراجیت کے جذبات کو پیدا کیا۔ اٹلی میں بینو مسولینی نے اٹلی کے عوام کے جذبات کو ہوا دی کہ وہ رومی شان وشوکت کا احیاء کریں۔ جاپان نے یہ نعرہ بلند کیا کہ ''ایشیاء، ایشیائی عوام کے لیے ہے'' (Asia is for Asiatic) جاپان نے منچوریا پر قبضہ کرلیا۔ اٹلی نے ایتھوپیا پر حملہ کر دیا۔ جرمنی اپنی کھوئی ہوئی نوآبادیات کو دوبارہ حاصل کرنے کا خواہاں تھا۔ اس طرح ان تینوں ممالک کی سامراجی خواہش دوسری جنگ عظیم کا سبب ہوئی۔

3.3.4 مجلس اقوام کی ناکامی

مجلس اقوام تمام ممالک کی آزادی اور سالمیت کی برقراری کی ضمانت کے لیے قائم کی گئی تھی۔ لیکن مجلس ہتھیار کی مسابقت کی روک وتھام میں ناکام رہی۔ نتیجتاً جاپان نے اپنی عسکری طاقت کے بل بوتے منچوریا پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح مجلس اقوام چین کی سالمیت کے تحفظ میں ناکام رہی۔ جب اٹلی نے ایتھوپیا پر 1935ء میں حملہ کیا تو اس وقت بھی مجلس اقوام اس حملہ کو روکنے میں ناکام رہی۔ اسی طرح جب جرمنی نے چیکوسلواکیہ اور پولینڈ پر حملہ کیا تو اس موقعہ پر بھی مجلس نے موثر رول ادا نہ کیا نتیجتاً دوسری جنگ عظیم واقع ہوئی۔

3.3.5 پولینڈ پر جرمنی کا حملہ

پہلی جنگ عظیم کے بعد جرمنی کو اپنی کئی نوآبادیات سے دستبردار ہونا پڑا۔ ایسا ہی ایک علاقہ ڈانزگ (Danzig) کا

مطالبہ کیا جس کو برطانیہ نے مسترد کر دیا۔ یکم ستمبر 1939ء کو جرمنی نے پولینڈ پر حملہ کر دیا۔ ایسے میں برطانیہ اور فرانس نے 3/ ستمبر 1939ء کو جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس طرح پولینڈ پر جرمنی کے حملے کے ساتھ ہی دوسری جنگ عظیم کی ابتداء ہوئی۔

شکل نمبر 5.1 نقشہ: یورپ، دوسری جنگ عظیم کے بعد

3.4 جنگ کے واقعات

پولینڈ پر یکم/ستمبر 1939ء کو جرمنی کے حملے کے ساتھ ہی دوسری جنگ کی شروعات ہوئی۔ پولینڈ کی حمایت میں برطانیہ اور فرانس نے 3/ ستمبر 1939ء کو جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جرمنی کی فوج برق رفتاری سے آگے بڑھتی رہی اور اندرون تین ہفتے پولینڈ کے صدر مقام وارسا پر قبضہ کرتے ہوئے پولینڈ پر مکمل فتح حاصل کر لی۔ جرمنی کے حملے کے فوری بعد روس نے مشرقی پولینڈ پر حملہ کر دیا اور ان علاقوں پر قبصہ کر لیا جو پہلے اس کی شہنشاہیت میں شامل تھے 1940ء میں روس نے لٹویا (Latvia)، اسٹونیا (Estonia) اور لیتھونیا (Lithuania) پر قبضہ کر لیا۔

جرمنی نے 9 / اپریل 1940ء کو ڈنمارک اور ناروے (Norway) پر حملہ کردیا اور 10 / مئی 1940ء کو ہالینڈ پر حملہ کرتے ہوئے ان پر قبضہ کرلیا۔ ہالینڈ کی ملکہ نے برطانیہ میں پناہ لے لی۔ بلجیم اور لگژمبرگ کے کچھ دن مدافعت کے بعد سپر ڈال دی۔ اس کے بعد جرمن فوج نے فرانس کی جانب پیش قدمی کی اور 5 / جون 1940ء کو پیرس پر حملہ کردیا۔ فرانسیسی فوج کو جرمن فوج کے ہاتھوں شکست ہوئی اور اس طرح

جرمن فوج نے 14 / جون 1940ء کو پیرس پر قبضہ کرلیا۔

اس دوران اٹلی بھی جرمنی کے ساتھ جنگ میں شامل ہوگیا۔ 20 / جون 1940ء فرانسیسی حکومت نے جرمنی کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کردیے۔ اس کے مطابق جرمنی کا قبضہ فرانس کے تقریباً نصف حصہ پر ہوگیا۔ بقیہ آدھے حصے پر فرانسیسی حکومت کا قبضہ رہا جو اپنی فوج کی تخفیف کرے گی اور فرانس میں موجود جرمن فوج کے اخراجات کو برداشت کرے گی۔ فرانس کی شکست کے بعد جرمنی، یورپ کی عظیم طاقت بن گیا۔

جرمنی کی اس تیز رفتار جنگ کو بلٹز کریگ (Blitz Krieg) کہا جاتا ہے جس کے معنی ''برق رفتار'' جنگ کے ہوتے ہیں۔

اب تک صرف برطانیہ ہی جنگ میں شریک نہ تھا۔ برطانوی وزیراعظم نے عوام کو جرمنی کی جارحیت سے واقف کراتے ہوئے انہیں جرمنی کے خلاف متحد کیا۔ ہٹلر نے برطانیہ پر زبردست گولہ باری کی۔ صنعتی علاقوں، اور لندن پر زبردست بم باری کی جس میں سینکڑوں شہری ہلاک ہوگئے۔ برطانیہ کے حوصلے پست نہیں ہوئے وہ اولالعزمی کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا۔ اور جرمنی برطانیہ کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور نہ کرسکا۔ یہ برطانیہ کی ایک بڑی کامیابی اور جرمنی کی شکست کا اہم سبب ثابت ہوا۔

دوسرے جانب برطانوی جنرل واویل نے اٹلی کے بہت افریقی نوآبادیات جیسے اریٹیریا (Eriteria)، ابی سینا اور سائبریکا پر قبضہ کرلیا۔ اٹلی کی فوج نے بڑی حد تک ہتھیار ڈال دیے۔۔ ایسے حالات میں جرمنی کی فوج اٹلی کی مدد کے لیے شمالی افریقہ میں داخل ہوئی لیکن اس کو بھی برطانوی جنرل منٹگمری نے شکست دے دی۔ برطانیہ کی مزاحمت کے باوجود جرمنی نے یونان کو فتح کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔

ہٹلر اور اسٹالن بلقانی علاقوں کی تقسیم پر سمجھوتہ میں ناکام ہوگئے۔ درحقیقت وہ دونوں ایک دوسرے کے حلیف نہ رہنا چاہتے تھے۔ اسی لیے جرمنی نے 22 / جون 1941ء کو روس پر حملہ کردیا۔ جرمن فوج نے حیرت انگیز طور پر پیش قدمی کی اور لینن

گراڈ اور ماسکو کے قریب تک پہنچ گئی۔ روسی فوج نے جرمن فوج کا بڑی دلیری سے مقابلہ کیا اور اپنی دفاع میں کامیاب رہے۔ نومبر 1942ء کو جرمن فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

جاپان ایشیاء میں ایک بڑی طاقت کے طور پر ابھرنا چاہتا تھا۔ اس نے 7/ دسمبر 1941ء کو پرل ہاربر (Pearl Harbour) میں امریکی جہازی بیڑہ پر بمباری کر دی۔ اس حملے کے دوسرے ہی دن امریکہ نے جاپان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس کے جواب میں جرمنی اور اٹلی نے امریکہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ برطانیہ، روس اور امریکہ متحد ہو کر جرمنی کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ اس دوران جاپان نے ہانگ کانگ، سنگاپور، فلپائن، انڈونیشیا اور برما پر قبضہ کر لیا۔

8/نومبر 1942ء کو اتحادی فوج نے شمالی افریقہ کی جانب پیش قدمی کی۔ اور اٹلی پر حملہ کرتے ہوئے اس کی طاقت کو کمزور کر ڈالا۔ روم کی جانب بھی پیش قدمی کی گئی۔ اٹلی نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیے۔ لیکن جرمنی مزاحمت کرتا رہا اور اتحادیوں کو چھ ماہ تک روکے رکھا۔ اتحادیوں نے 1944ء میں روم پر قبضہ کر لیا۔ جرمنی پر مسلسل بمباری کی گئی 1944ء کے اختتام تک تمام اتحادی فوجیں جرمنی کی مغربی سرحد تک پہنچ گئی۔ اور رہائن (Rhine) پر قبضہ کر کے برلن (Berlin) کی جانب آگے بڑھنے لگیں۔ دوسری جانب روس پولینڈ کے راستے برلن پر حملہ آور ہوا۔ بڑی تیز رفتار جنگ جاری رہی جس میں اتحادیوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ہٹلر نے خودکشی کر لی۔ بالآخر جرمنی 7/مئی 1945 کو غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیے۔ جرمنی کی شکست کے بعد جنگ ایشیاء میں جاری رہی۔ برطانیہ اور امریکہ نے جاپان کے خلاف فلپین اور برما میں اپنی جنگ کو جاری رکھا۔ 6/اگسٹ 1945ء کو جاپانی شہر ہیروشیما پر ایٹم بم ڈالا گیا۔ اور دوسرا ایٹم بم ناگاساکی پر 9/اگسٹ 1945ء پر داغا گیا۔ دونوں شہر بموں کے حملوں سے تباہ و تاراج ہو گئے۔ دوسری جانب سوویت یونین نے منچوریا اور جنوبی کوریا میں جاپانی فوج کے خلاف حملے کیے۔ جاپان نے 14/اگسٹ 1945ء کو اتحادیوں کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے ہتھیار ڈال دیے۔ جاپان کی سپردگی کے ساتھ ہی دوسری جنگ عظیم کا خاتمہ ہو گیا۔

3.5 دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریاں

دوسری جنگ عظیم جان و مال کے اعتبار سے ایک تباہ کن جنگ تھی۔ جرمنی نے یہودیوں کا قتل عام کیا۔ تقریباً چھ ملین یہودیوں کو قتل کیا گیا۔ دیگر اقوام کے لوگ بھی جرمنی کی بربریت کا شکار ہوئے کئی لاکھ افراد کو گرفتار کر کے انہیں جرمنی کے بنائے گئے خصوصی کیمپوں (Concentration Camps) میں رکھا جاتا تھا۔ وہاں انہیں بڑی بیدردی سے قتل کیا جاتا تھا۔ ان کیمپوں کے قریب کئی کارخانے قائم تھے جن میں انسانی جلد سے اشیاء بنائی جاتی تھیں۔ دوسری جنگ عظیم نے تقریباً 50 ملین افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس میں فوجی اور عام آدمی شامل تھے۔

انسانی زندگی کے نقصانات کے ساتھ ساتھ دوسری جنگ عظیم نے کئی ممالک کی معیشت کو کھوکھلا کر کے رکھ دیا۔ کئی ہزار ملین

ڈالر کا نقصان ہوا۔

جنگ عظیم سے قبل برطانیہ عظمیٰ، فرانس، جرمنی، اٹلی اور روس کا درجہ متحدہ امریکہ کے مماثل تھا لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ اور روس دو عظیم طاقتیں بن کر ابھر آئیں۔ یہ دونوں دنیا میں اپنی قیادت کو قائم کرنے کے لیے مسابقت کرنے لگے۔ روس نے مشرقی یورپ میں اپنے موقف کو مستحکم کر لیا۔ ہنگری، رومانیہ، بلغاریہ، چیکوسلواکیہ اور پولینڈ پر روس نے اپنے دائرہ اثر کو قائم کر دیا۔ جب کہ امریکہ نے مغربی یورپ، افریقہ اور ایشیائی ممالک پر اپنے دائرہ اثر کو قائم کیا۔ اس طرح دنیا دو منطقوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک منطقہ روس کے زیر اثر اور دوسرا منطقہ امریکہ کے زیر اثر آ گیا۔ ان دو عظیم طاقتوں کے درمیان تناؤ میں اضافہ ہوتا گیا۔ جو سرد جنگ کی شکل اختیار کر گیا۔

دوسری جنگ عظیم کا ایک اہم نتیجہ یہ نکلا کے ایشیاء، افریقہ اور وسطی ولاطینی امریکہ کے کئی ممالک کو آزادی حاصل ہوئی۔ وہ نوآبادیاتی تسلط سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ ہندوستان بھی ایک ایسا ملک ہے جس نے دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانوی اقتدار سے آزاد ہوا۔

شکل نمبر 5.2 جرمنی کے کیمپوں (Concentration Camps) سے زندہ بچ نکلنے والے افراد

5.6 قیام اقوام متحدہ

دوسری جنگ عظیم کے دوران امن وسلامتی کے قیام کے سلسلے میں مذاکرات ہونے لگے۔ 1941ء میں برطانیہ اور امریکہ کی جانب سے ایک منشور جاری کیا گیا جس کے مطابق عدم توسیع، عوام کی خواہشات کے مطابق بین الاقوامی سرحدوں کی تنظیم نو، اقوام کی معاشی ترقی، امن کے ماحول کا قیام، آزادی کا حصول، ترک اسلحہ کے لیے ممالک کی رضامندی کو ظاہر کیا۔ 1942ء میں اعلان اقوام متحدہ جاری کیا۔ اس اعلان نے برطانیہ اور امریکہ کے اعلان کی حمایت وتوثیق کی۔ اور ایک اعلان کے ذریعہ کہا گیا کہ چین کے وہ علاقے جس پر جاپان نے قبضہ کیا تھا۔ انہیں چین کو واپس کر دیا جائے گا۔ 1943ء میں برطانیہ کے ونسٹن چرچل، امریکہ کے صدر فرانکلین روزویلٹ اور روس کے اسٹالن نے ایک اعلان کے ذریعہ یہ تہیہ کیا کہ وہ جنگ کی دہشت کو

دور کرنے کی کوشش کریں گے اور ایک ایسے ماحول کو پیدا کریں گے جس میں تمام لوگ بغیر کسی خوف و خطر کے اپنی زندگی گزار سکیں۔ 1945ء کے اوائل میں تین بڑے ممالک، برطانیہ، امریکہ اور روس نے یالٹہ (Yalta) میں ملاقات کی اور ایک جدید تنظیم کے قیام سے متعلق اتفاق کیا۔ اس کے بعد 25 / اپریل 1945ء کو امریکہ میں سان فرانسسکو کے مقام پر ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس میں 50 ممالک نے شرکت کی اس کانفرنس کا انعقاد 25 / اپریل تا 26 / جون 1945ء تک جاری رہا۔ ایک طویل بحث کے بعد اقوام متحدہ کے چارٹر (Charter) کو منظور کرلیا گیا۔ اور 24 / اکتوبر 1945ء کو اس چارٹر کی توثیق ہوئی اور اس کو نافذ کیا گیا۔ اس لیے 24 / اکتوبر کو یوم اقوام متحدہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس طرح اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا۔

3.6.1 اقوام متحدہ کے اغراض و مقاصد

اقوام متحدہ کے قیام کا بنیادی اصول تمام امن پسند ممالک کو مساوی اقتدار فراہم کرنا ہے۔ اس عالمی تنظیم کا یہ مقصد بین الاقوامی امن و صیانت کی برقراری اور باہمی اتحاد کو پروان چڑھانا ہے تاکہ بین الاقوامی معاشی، سماجی و ثقافتی مسائل کو حل کیا جاسکے۔

اقوام متحدہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے اس کے چھ ادارے قائم کیے گئے جو حسب ذیل ہیں:

1. جنرل اسمبلی (The General Assembly)
2. سلامتی کونسل (The security Council)
3. معاشی و سماجی کونسل (The Economic and Social Council)
4. تولیتی کونسل (The Trustecship Council)
5. بین الاقوامی عدالت (The International Court of Justice)
6. سکریٹریٹ (The secretariat)

مندرجہ بالا چھ اداروں کے علاوہ کئی مخصوص ایجنسیاں بھی قائم کی گئیں جو ان اداروں کی تحت کام کرتی ہیں۔ جیسے عالمی مالیاتی فنڈ International Monetary Fund (IMF)، بین الاقوامی تنظیم صحت (World Health Organisation (WHO)، بین الاقوامی مزدور تنظیم (International Labour Organisation)، وغیرہ شامل ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

ایشیاء اور افریقہ کے وہ ممالک جو سامراجی ممالک کے تحت تھے انہوں نے پہلی جنگ عظیم کے بعد اپنی آزادی کی تحریکوں

کوشروع کیا۔ دوران جنگ انہیں امید دلوائی گئی تھی کہ مابعد جنگ انہیں آزاد کردیا جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ لہذا ان ممالک نے سامراجی طاقتوں سے چھٹکارے کی خاطر تحریکات چلائیں۔ یوں تو انہیں فوری آزادی حاصل نہ ہوسکی لیکن ایک طویل جدوجہد اور دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ ممالک ایک کے بعد دیگرے آزاد ہوہی گئے۔ مجلس اقوام کی ناکامی اور دیگر وجوہات نے دوسری جنگ عظیم کوشروع کیا۔ طویل مدتی اس جنگ نے دنیا میں بڑی تباہی مچائی۔ لاکھوں افراد ہلاک اور لاکھوں زخمی ہوگئے۔ ایٹم بم جیسے مہلک ہتھیار نے ہیروشیما اور ناگاساکی کو تباہ و تاراج کردیا۔ تمام دنیا کی معیشت برباد ہوکر رہ گئی۔ جنگ کے خطرناک نتائج کو دیکھ کر دنیا کے بڑے ممالک نے یہ طے کیا کہ وہ جنگوں سے پرہیز کریں گے اور دنیا کو امن کی جگہہ بنائیں گے۔ اس غور وفکر کے نتیجہ میں ایک عالمی ادارہ اقوام متحدہ وجود میں آیا جس نے دنیا کو پرامن رکھنے کی کوششیں شروع کیں۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

1 ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کس واقعہ کو کہا جاتا ہے؟
2 تحریک عدم تعاون کب شروع کی گئی؟
3 بودی اتامو (Budi Utamo) کیا ہے؟
4 کومنگ تنگ کو کس نے قائم کیا تھا؟
5 ویمر ریپبلک کہاں قائم کی گئی تھیں؟
6 جرمنی نے پولینڈ پر کب حملہ کیا تھا؟
7 بلٹز کریگ (Blitz Krieg) کسے کہتے ہیں؟
8 جاپان نے پرل ہاربر پر کب حملہ کیا تھا؟
9 جاپانی شہر ہیروشیما پر ایٹم بم کب ڈالا گیا تھا؟
10 یوم اقوام متحدہ کس تاریخ کو منایا جاتا ہے۔

5.2 طویل جوابی سوالات

1 ہندوستانی قومی تحریک کو بیان کیجیے
2 عرب ممالک کی قومی تحریکات پر ایک نوٹ لکھیے

3 دوسری جنگ عظیم کی وجوہات بیان کیجیے

4 دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں پر ایک نوٹ لکھیے

5 قیام اقوام متحدہ پر ایک نوٹ لکھیے

6 قیام اقوام متحدہ کے اغراض ومقاصد کو بیان کیجیے

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 غدر...................سنہ میں واقع ہوئی تھی۔

2 سیول نافرمانی تحریک....................سنہ میں شروع ہوئی۔

3 ملک شام پر....................کا تسلط تھا۔

4 انڈونیشیا....................سنہ میں آزاد ہوا۔

5 چین میں کیمونسٹ پارٹی....................سنہ میں قائم کی گئی۔

6 چینی قومی تحریک کا جداعلیٰ....................تھا۔

7 جاپان نے....................سنہ میں چین پر حملہ کیا۔

8 ڈانزگ شہر....................میں واقع ہے

9 دوسری جنگ عظیم ستمبر....................سنہ کو ہوئی تھی۔

10 اعلان اقوام متحدہ....................میں جاری کیا گیا تھا۔

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 انڈین نیشنل کانگریس کس سنہ میں قائم ہوئی: ( )

(الف) 1884ء (ب) 1888ء

(ج) 1885ء (د) 1886ء

2 ہندوستان چھوڑدو تحریک کس سنہ میں چلائی گئی: ( )

(الف) 1941ء (ب) 1942ء

(ج) 1945ء (د) 1947ء

3 ''ایشیاء، ایشیائی عوام کا'' کا نعرہ کس ملک نے دیا تھا: ( )

(الف) جاپان (ب) چین

(ج) ہندوستان (د) کوریا

4 دوسری جنگ عظیم کی ابتداء کس ملک پر جرمنی کے حملے کے ساتھ ہوئی تھی: ( )

(الف) بلجیم (ب) فرانس

(ج) پولینڈ (د) روس

5 عرب ممالک پر کن یورپی ممالک کا دائرہ اثر تھا: ( )

(الف) برطانیہ اور فرانس (ب) برطانیہ اور امریکہ

(ج) روس اور جرمنی (د) جرمنی اور اٹلی

5.3.3 جوڑیاں لگایئے

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B میں دیے گئے الفاظ یا جملے سے ملایئے:

	A		B
1	گاندھی جی	I	1921ء میں قائم ہوئی تھی
2	رضا خاں	II	1920ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی صدارت کو سنبھالا
3	افریقی نیشنل کانگریس	III	1921ء میں ایران کے اقتدار پر قبضہ کرلیا
4	ناگاساکی پر ایٹم بم	IV	14/ اگست 1945ء کو ہوا تھا
5	دوسری جنگ عظیم کا خاتمہ	V	1945ء کو داغا گیا تھا۔

سبق - 6

دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کے حالات

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 دنیا کے نقشے میں مابعد جنگ تبدیلیاں

3.2 فوجی گروہ بندیاں اور سرد جنگ

3.2.1 سرد جنگ کے اسباب

3.3 ایشیا اور افریقہ میں قوم پرست تحریکات

3.4 ایشیا اور افریقہ کے ممالک آزاد ریاستوں کی حیثیت سے

3.5 کیوبا کا بحران

3.6 غیر جانب دار تحریک

3.7 اقوام متحدہ کا رول

3.7.1 کوریا کا بحران

3.7.2 کانگو کا بحران

3.7.3 نہر سویز کا بحران

4 سبق کا خلاصہ

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

5.2 طویل جوابی سوالات

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

5.3.3 جوڑ یا لگائیے

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ دوسری جنگ عظیم کے بعد کے حالات سے متعلق مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ دنیا میں مابعد جنگ تبدیلیاں
+ فوجی گروہ بندیاں اور سرد جنگ
+ سرد جنگ کے اسباب
+ ایشیاء اور افریقہ میں قوم پرست تحریکات آزادی
+ ایشیاء اور افریقہ کے ممالک آزاد ریاستوں کی حیثیت سے
+ کیوبا کا بحران
+ غیر جانب دار تحریک
+ نیوکلیائی اسلحہ اور اسلحہ بندی کے مسائل
+ اقوام متحدہ کا رول

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے ایشیاء اور افریقہ میں قومی تحریکات کی ابتداء اور دوسری جنگ عظیم سے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اس سبق میں آپ دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا میں واقع ہونے والی تبدیلیوں سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 دنیا میں مابعد جنگ تبدیلیاں

دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کے سیاسی نقشے میں بڑی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ کئی ایشیائی اور افریقی ممالک جو ایک عرصہ سے نوآبادیاتی حکومتوں کے تحت تھے آزاد ریاستوں کی حیثیت سے ابھر آئے۔ مابعد جنگ سوویت یونین ایک عظیم طاقت بن کر ابھرا۔ سوویت یونین کے ساتھ ساتھ دنیا کے کئی ممالک نے اشتراکیت کو اپنایا اور دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ کا قیام ایک اہم واقعہ ہے۔

ایشیاء اور افریقہ کی مابعد جنگ آزاد ہوئیں ریاستیں باہمی اتفاق اور اتحاد کے ایک طاقت بن کر سامنے آئیں۔ سوویت یونین کی مدد سے یورپ کے کئی ممالک جرمنی کے قبضے سے آزادی حاصل کرسکے جس میں پولینڈ، ہنگری، رومانیہ، بلغاریہ اور

چیکوسلواکیہ ہیں۔ ان ممالک میں کیونسٹ حکومتیں قائم ہوئیں۔ اب سوویت یونین کے ساتھ ساتھ دنیا کے کئی ممالک میں کیونسٹ پارٹی کی حکومتیں قائم ہوئیں تھیں۔

دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے چار سال کے اندر جرمنی دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ مغربی جرمنی جو امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے زیر اثر تھا۔ وہ فیڈرل ریپبلک آف جرمنی کہلایا اور مشرقی جرمنی جو سوویت یونین کے زیر اثر تھا وہ جرمن ڈیموکریٹک ریپبلک کہلایا۔

3.2 فوجی گروہ بندیاں اور سرد جنگ

دوسری جنگ عظیم کے بعد دو ممالک عظیم طاقتوں کے طور پر ابھر آئے۔ ایک امریکہ اور دوسری سوویت یونین۔ امریکہ نہ صرف ایک عظیم فوجی طاقت کے طور پر ابھرا بلکہ اس نے معاشی طور پر دوسرے ممالک پر اپنے دائرہ اثر کو قائم کرلیا۔ ایٹم بم کو تیار کرنے اور اس کا جاپان کے خلاف استعمال نے اس کی فوجی طاقت میں اور بھی اضافہ کردیا۔ امریکہ دنیا کا پہلا ملک تھا جس نے ایٹم بم کو تیار اور استعمال کیا تھا۔

دوسری عظیم طاقت سوویت یونین تھی۔ اس کو دوسری جنگ عظیم میں بڑے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کے کئی ملین افراد ہلاک ہوگئے اور کئی شہر اور کارخانے تباہ و برباد کردیے گئے۔ ان تمام مشکلات اور نقصانات کے باوجود سوویت یونین نے اپنی طاقت میں اضافہ کر ہی لیا اور بتدریج سوویت یونین کے حلقہ اثر میں اضافہ ہونے لگا۔ وہ ممالک جہاں کیونسٹوں کی حکومتیں قائم ہوئی تھیں ان پر سوویت یونین کا راست کنٹرول قائم ہوگیا۔

دوسری جنگ کے دوران یورپ کی بڑی طاقتیں، برطانیہ اور امریکہ اور سوویت یونین نے یہ تہیہ کیا تھا کہ وہ فسطائی طاقتوں کے خلاف باہم مل کر ان خاتمہ کی کوشش کریں گے اور دنیا کو ایک پرامن جگہ بنائیں گے۔ ان اعلانات نے تمام دنیا میں اُمید کی ایک کرن پیدا کردی تھی یہ امید دیرپا ثابت نہیں ہوئی کیوں کہ جنگ کے خاتمہ کے چار سال کے اندر ہی امریکہ، برطانیہ اور روس کے مابین تناؤ پیدا ہوگیا۔ ان کے آپسی تعلقات میں خلیج پیدا ہونے لگی۔ ان کے اس تناؤ اور خلیج کو سرد جنگ (Cold War) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بتدریج سرد جنگ تیز سے تیز تر ہوتی گئی اور دنیا دو منطقوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک امریکہ کے تحت اور دوسرا منطقہ سوویت یونین کے تحت، امریکہ اور مغربی یورپی ممالک ایک منطقہ اور دوسرا مشرقی یورپی ممالک اور سوویت یونینی دوسر منطقے میں تقسیم ہوگئے۔

3.2.1 سرد جنگ کے اسباب

سرد جنگ کی شروعات کے کئی اہم اسباب تھے جن میں اہم مندرجہ ذیل ہیں:

امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان عدم اتفاق سرد جنگ کا اہم سبب ہوا۔ دوران دوسری جنگ عظیم امریکہ اور سوویت یونین نے باہم مل کر فسطائی قوتوں کا مقابلہ کیا تھا اور ان دونوں میں باہم اتحاد پیدا ہوا تھا۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد وہ اتحاد اور اعتماد جاتا رہا۔ ایک دوسرے کو وہ شک کی نظر سے دیکھنے لگے۔

دوسری وجہ یہ ہوئی کہ امریکہ نے سوویت یونین کے تیزی سے بڑھتے ہوئے اثر کو روکنے کی خاطر چند ایک مشرقی ممالک کے ساتھ مل کر (North Atlantic Treaty Organisation-NATO) اور وارسا معاہدہ (Warsa Pact) کو تشکیل دیا۔ اس طرح دنیا دو مخالف منطقوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک امریکی منطقہ اور دوسرا سوویت یونین کا منطقہ امریکہ کیمونزم کے تیزی سے پھیلاؤ پر چوکنا ہوا اور وہ کیمونزم کی وسعت کو روکنا چاہتا تھا۔ جب کہ سوویت یونین امریکی سرمایہ داریت کو ایک غیر فعال نظام تصور کرتا تھا۔ وہ کیمونزم کی تشہیر کی کوشش کرنے لگا۔

سرد جنگ کی ابتداء میں اسلحہ کی دوڑ ایک اور وجہ ثابت ہوئی۔ دوسری جنگ کے وقت صرف امریکہ ہی ایٹم بم کا حامل تھا لیکن 1949ء میں سوویت یونین بھی ایک ایٹمی طاقت رکھنے والا ملک بن گیا۔ 1953ء کے قریب ان دو طاقتوں نے ایٹم بم ہائیڈروجن بم اور دیگر مہلک ہتھیاروں کو جمع کر لیا۔ اقوام متحدہ نے تخفیف اسلحہ کی بہتر کوششیں کیں لیکن وہ کارگر نہ ہوئیں۔

مندرجہ بالا وجوہات نے ایک عدم اعتماد اور عدم تعاون کے ماحول کو پیدا کیا نتیجتاً سرد جنگ کی ابتداء ہوئی۔

3.3 ایشیاء اور افریقہ میں قوم پرست تحریکات

دوسری جنگ عظیم کے بعد ایشیاء اور افریقہ کے کئی ممالک ایک کے بعد دیگرے آزاد ہوتے گئے۔ ان ممالک میں قومی تحریکات پہلی جنگ عظیم کے بعد سے ہی شروع ہو چکیں تھیں اور سامراجیت کے خلاف ایک طویل جدوجہد جاری ہوئی۔ سامراجی ممالک ان ممالک پر اپنی گرفت کو برقرار رکھنا چاہتے تھے لہذا انہوں نے ان ممالک میں ہونے والی قومی تحریکات کو کچلنے کے لیے بڑے سخت اقدامات اٹھائے۔

سامراجیت کے خلاف نوآبادیاتی تحریکوں کے ساتھ بین الاقوامی ماحول نے بھی آزادی کی تحریکوں کو تقویت پہنچائی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سامراجیت کمزور ہوتی گئی۔ اور سامراجی ممالک کی معیشت بھی کمزور پڑ گئی۔ ایسے حالات میں خود سامراجی طاقتیں اپنی نوآبادیات کو ترک کرنے پر غور کرنے لگیں۔ اس کے علاوہ سوویت یونین کا ایک عظیم طاقت کے طور پر ابھرنا اور آزادی کی تحریکات کی حمایت کرنا ایک اور اہم سبب تھا کہ کئی ممالک اپنی قومی تحریکات میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے اپنی آزادی کو حاصل کیا۔

3.4 ایشیاء اور افریقہ کے ممالک آزاد ریاستوں کی حیثیت سے

دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے چند ہی برس بعد ایشیاء کے کئی ممالک یکے بعد دیگرے آزاد ہوتے گئے۔ ہندوستان اپنا

ہی ایک ملک ہے جس نے برطانوی اقتدار سے آزادی حاصل کی۔ ایشیاء اور افریقہ کی آزادی کی تحریکات میں ہندوستان کی آزادی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ آزادی کے حصول کے بعد ہندوستان نے ایشیاء اور افریقہ میں جاری آزادی کی تحریکوں میں بڑی مدد کی۔ ہندوستانی آزادی کے چند ماہ بعد برمانے 4/ جنوری 1948ء کو برطانوی اقتدار سے آزادی کو حاصل کیا۔

دوسری جنگ عظیم میں جاپان کی شکست کے بعد انڈونیشیا نے سوکارنو (Sukarno) کی قیادت میں اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ تاہم جلد ہی ولندیزی (Dutch) فوج انڈونیشیا میں داخل ہو کر دوبارہ قبضہ کرنا چاہا لیکن انڈونیشیا کی آزاد حکومت نے اس اقدام کا بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ ہندوستان نے انڈونیشیا کی مدد کے لیے اپنی فوج روانہ کی اور اس نے جنوری 1949ء میں ایشیائی ممالک کی ایک کانفرنس دہلی میں منعقد کروائی جس میں انڈونیشیا کی مکمل آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔ ایک جانب عالمی دباؤ اور دوسری جانب انڈونیشیا میں قومی تحریک میں تیزی نے بالآخر ہالینڈ نے انڈونیشیاء کو آزاد کر دیا۔ اس طرح 2/ نومبر 1949ء کو انڈونیشیاء ایک آزاد ملک بن کر دنیا کے نقشے پر ابھر آیا۔

دیگر ایشیائی ممالک میں سیلون (موجودہ سری لنکا) فروری 1948ء میں آزاد ہوا۔ اسی طرح فلپائن (Philipines) اور ملایا (Malya) آزاد ہوئے۔

چین اکتوبر 1949ء میں ایک آزاد کیمونسٹ ملک کے طور پر ابھر آیا۔ کیمونسٹوں کی چین میں فتح نے دنیا میں دو بڑی اشتراکی طاقتوں کو پیدا کر دیا۔ ایک سوویت یونین اور دوسری چین۔

چین کی آزادی ایک طویل جدوجہد سے عبارت ہے۔ کو امنگ تنگ اور کیمونسٹ پارٹی نے جاپانی حملہ کا مل کر مقابلہ کیا۔ ان دونوں جماعتوں کے درمیان عارضی اتحاد قائم رہا اور کچھ عرصے بعد یہ دو جماعتیں ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ چیانگ کائی شک جو کو امنگ تنگ کی قیادت کر رہا تھا اور ماؤزے تنگ جو کیمونسٹ پارٹی کی قیادت کر رہا تھا ایک دوسرے کے مد مقابل کھڑے ہو گئے ایک طویل رسہ کشی اور کشمکش کے بعد کیمونسٹ پارٹی کامیاب ہوئی اور 1949ء میں چین میں کیمونسٹ حکومت قائم ہوئی۔

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد مصر کو 1922ء میں برطانوی اقتدار سے آزادی تو حاصل ہو گئی لیکن برطانوی فوج مسلسل مصر میں ہی مقیم رہی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مصری عوام نے برطانوی فوج کے اخراج کا مطالبہ کیا۔ مصری اور برطانوی افواج کے درمیان خونریز ٹکراؤ ہوا نتیجتاً کئی سو مصری ہلاک ہو گئے۔ مصری عوام نے مصر کے بادشاہ کے خلاف بھی صف آرا ہوئے جس کو برطانیہ نے تخت نشین کیا تھا۔ کرنل جمال عبدالناصر اور جنرل محمد نجیب کی قیادت میں مصری عوام نے 1952ء میں بغاوت کر دی اور بادشاہت کا خاتمہ کرتے ہوئے مصر میں عوامی حکومت کو قائم کیا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد لیبیا پر برطانیہ اور فرانس نے قبضہ کر لیا۔ 1951ء میں لیبیاء میں ایک آزاد بادشاہت قائم کی گئی 1951ء تک لیبیاء میں بادشاہت قائم رہی لیکن اسی سال فوجی آفیسروں کے ایک گروہ نے بادشاہت کا خاتمہ کرتے ہوئے

فوجی حکومت کو قائم کر دیا۔

شمالی افریقہ کے کئی ممالک نے دوسری جنگ عظیم کے بعد اپنی آزادیاں حاصل کیں۔ فرانس نے تیونس(Tunisia)، مراقش اور الجیریا پر قبضہ کیا تھا۔ 1956ء میں تیونس اور مراقش آزاد ہوئے اور 1962ء میں الجیریا کو فرانسیسی تسلط سے آزادی حاصل ہوئی۔

جنوبی افریقہ کے کئی ممالک 1950ء کے بعد یکے بعد دیگرے آزاد ہوتے گئے۔ تقریباً دو دہوں کے اندر جنوبی افریقہ کے تقریباً تمام ممالک آزاد ہو گئے سوائے جنوبی۔ مغربی افریقہ (نمیبیا) اور جنوبی افریقہ۔ گھانا (Ghana)، جنوبی افریقہ کا پہلا ملک ہے جس نے آزادی حاصل کی۔ دوسرا ملک گنی (Guinea) تھا جس کو فرانسیسی تسلط سے 2/اکتوبر 1958ء کو آزادی حاصل ہوئی۔ ان دو ممالک کی آزادی نے دیگر افریقی ممالک میں آزادی کی تحریکوں کو تیز کر دیا۔ 1960ء میں افریقہ کے سترہ (17) ممالک آزاد ہوئے جو فرانسیسی تسلط میں تھے جس میں نائجیریا اور کانگو (موجودہ زائر) شامل ہیں۔

مشرقی اور وسطی افریقہ کے کئی ایک ممالک 1961ء اور 1964ء کے دوران آزاد ہوئے جن میں کینیا، زنجی بار، گامبیا، یوگانڈا وغیرہ شامل ہیں۔ نمیبیا(Namibia) افریقہ کا وہ ملک جو سب سے آخر میں آزاد ہوا جس نے 1989ء میں آزادی کو حاصل کیا۔

3.5 کیوبا کا بحران

کیوبا میں فیڈل کاسترو(Fidel Castro) نے مخالف امریکی رویہ کو اپناتے ہوئے 1959ء میں کیوبا میں قائم باتستا(Batista) کی ڈکٹیٹر شپ کا تختہ الٹ دیا۔ مخالفین کے خلاف فیڈل کاسترو نے سخت اقدامات کیے۔ کئی مخالفین نے امریکہ میں پناہ لی اس نے کیوبا میں اصلاحات نافذ کیں اور کئی امریکی کمپنیوں کو قومیایا۔ کاسترو نے امریکی جائیداد کو بھی ضبط کرنا شروع کیا۔ یہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ امریکہ کہیں کیوبا پر قبضہ نہ کر لے۔ امریکہ پر یہ بات عیاں تھی کہ سوویت یونین اپنے میزائیل کیوبا روانہ کر رہا ہے۔ جو امریکی مفادات کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ امریکی صدر نے روسی صدر سے کہا کہ وہ اپنے میزائیل کے ٹھکانوں کو ختم کر دے اور یہ بھی انتباہ دیا کہ کسی بھی راکٹ کا داغا جانا امریکہ پر حملے کے مترادف تصور کیا جائے گا۔ صورت حال بڑی دھما کو ہو چکی تھی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ یہ نیوکلیائی جنگ کی صورت اختیار کر لے گی۔ ایسے نازک موڑ پر کرشچوف نے میزائیل ٹھکانوں کے خاتمہ کا حکم جاری کیا۔ اس طرح تاریخ کے پہلے نیوکلیائی بحران کو روکا جا سکا۔

3.6 غیر جانب دار تحریک

غیر جانب دار تحریک ایسے نازک وقت میں پیدا ہوئی جب دنیا دو منطقوں میں منقسم تھی ایک منطقہ امریکہ کے تحت اور

دوسرا منطقہ سوویت یونین کے تحت۔ ایشیا اور افریقہ کے نئے آزاد ممالک نے ان دو منطقوں سے دوری قائم رکھنے کی حکمت عملی کو اپنایا اور یہی حکمت عملی غیر جانب دار تحریک کا باعث ہوئی۔

یوں تو غیر جانب دار تحریک کی ابتداء 1961ء میں ہوئی لیکن اس کی تشکیل میں کئی وجوہات کارفرما ہیں جو دوسری جنگ عظیم کے زمانے سے ظہور پذیر ہونے لگے تھے۔

ان ایشیاء اور افریقی نو آزاد ریاستوں کے مشترکہ مسائل اور مشترکہ خواہشات نے ان میں جذبہ اتحاد کو پیدا کیا اور یہ باہمی اتحاد و تعاون کے سرگرم عمل ہوتے گئے۔ 1955ء میں ایشیاء اور افریقہ کے 29 ریاستوں نے انڈونیشیا کے مقام بانڈنگ (Bandung) میں ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں تین بڑے ایشیائی ممالک ہندوستان، چین اور انڈونیشیا نے کلیدی رول ادا کیا۔ ہندوستان کی نمائندگی اس وقت کے وزیر اعظم جو ہرلال نہرو نے، چین کی نمائندگی چو آن لائی اور انڈونیشیا کی جانب سے سوکارنو نے اس کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ طویل مباحث کے بعد کانفرنس نے طے کیا کہ ایشیاء اور افریقہ کے ممالک عالمی تناؤ سے خود کو دور رکھیں گے اور اپنے باہمی اختلافات کو 'پنچ شیل اصولوں' کے تحت حل کریں گے۔

1956ء میں بانڈنگ کانفرنس کی تجاویز کو حقیقی شکل دی گئی۔ یوگوسلاویہ کے مقام بلگریڈ (Belgrade) میں دنیا کے تین بڑے قائدین نے ملاقات کی جس میں ہندوستان سے جواہرلال نہرو، مصر سے جمال عبدالناصر اور یوگوسلاویہ سے مارشل ٹیٹو شامل تھے۔ ان تین قائدین کی کوشش نے بالآخر غیر جانب دار تحریک کی شروعات کی۔ بلگریڈ کانفرنس کی تجاویز کی بنا پر پہلی کانفرنس ستمبر 1961ء میں بلگریڈ میں منعقد اس کانفرنس میں 25 ممالک نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کے ساتھ ہی غیر جانب دار تحریک عملی طور پر شروع ہوئی۔

3.6.1 غیر جانب دار تحریک کی خصوصیات

غیر جانب دار تحریک تمام اقسام کے فوجی معاہدوں کی مخالفت کرتی ہے اور ہتھیاروں کی دوڑ کی مخالف ہے۔ سرد جنگ جو غیر جانب دار تحریک کی شروعات کی اہم وجہ تھی اس کی سختی سے مخالفت کرتی ہے۔ کیوں کہ سرد جنگ نئی آزاد ریاستوں کی ترقی کو متاثر کر سکتی ہے اور عالمی امن کی راہ میں رکاوٹ ہو سکتی ہے۔ دو منطقوں سے دوری رکھتے ہوئے غیر جانب دار ممالک اپنی معاشی، سیاسی اور معاشرتی ترقی اپنے طور پر کرنا چاہتے ہیں۔ معاشی خود مکتفی کی خاطر ان ممالک نے انقلابی اقدامات اٹھائے۔

غیر جانب دار تحریک تمام ریاستوں کے مابین دوستانہ ماحول کو فروغ دینا چاہتے ہیں اور قومی خود ارادیت اور باہمی بقائے امن کا قیام چاہتے ہیں۔

3.7 نیوکلیائی اسلحہ اور اسلحہ بندی کے مسائل

حالیہ زمانے میں نیوکلیائی اور دیگر مہلک ہتھیاروں کی تیاری نے دنیا کے امن کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے۔ ان ہتھیاروں کی

تیاری اور پابندی پر تحدیدات عائد کرنے پر دنیا کے بڑے ممالک کی کوششیں جاری ہیں کیوں کہ ہتھیار کسی بھی جنگ کی ابتداء کا اہم سبب اور اقوام کے مابین تناؤ کا نتیجہ ہوتے ہیں جو جنگ کا باعث ہوتے ہیں۔

نیوکلیائی اسلحہ کی تیاری نے دنیا کو ایک بڑے خطرہ سے دو چار کر رکھا ہے اور عظیم طاقتوں کے مابین نیوکلیائی اسلحہ کی مسابقت اور ذخیرہ اندوزی سے تمام نوع انسانی کو خطرہ لاحق ہے۔ دنیا کے کئی ممالک نیوکلیائی ہتھیار کے حامل ہیں اور کئی ایک اس ہتھیار کو تیار کرنے کی سائنسی صلاحیت کے حامل ہیں۔ اگر اس ہتھیار کا استعمال ہو جائے تو تمام نوع انسانی تباہ ہو سکتی ہے۔ نیوکلیائی ہتھیار کے ایک ہی دھماکہ سے کئی ملین افراد ہلاک ہو سکتے ہیں۔ اس مہلک ہتھیار اور دیگر ہتھیاروں کی تیاری اور استعمال کے خلاف مہم جاری ہے۔ اس ضمن میں 1968ء میں (Non-Proliferation Treaty) پر امریکہ، برطانیہ اور سوویت یونین نے جنیوا میں منعقد تخفیف اسلحہ کانفرنس میں دستخط ثبت کیے۔ اس معاہدہ میں یہ اعلان کیا کہ نیوکلیائی اسلحہ کے حامل ممالک کسی دوسرے غیر نیوکلیائی ممالک کے خلاف اس ہتھیار کا استعمال نہیں کریں گے۔ اس معاہدہ کا مقصد نیوکلیائی ہتھیار کے استعمال پر پابندی اور اس کے پھیلاؤ پر روک تھا اس معاہدہ کے مطابق صرف بڑی طاقتیں پر امن مقاصد کے لیے نیوکلیائی دھماکہ کر سکتی ہیں لیکن دیگر ممالک پر ایسے استعمال پر پابندی عائد کی گئی۔ اس معاہدہ پر ہندوستان، چین، اسرائیل، جنوبی افریقہ وغیرہ نے دستخط کیے۔ وقت کے ساتھ ساتھ سرد جنگ کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا تاہم دو بڑی طاقتیں امریکہ اور روس نے یہ بھی محسوس کیا کہ نیوکلیائی طاقت کے استعمال کسی بھی ملک کو فتح نہیں دلوا سکتا۔ اسی مثبت سوچ وفکر نے ان دونوں ممالک کے درمیان امن کی بات چیت کی راہ ہموار کی۔ امریکہ اور روس نے ہلسنکی (Hilsinki) اور ویانا (Vienna) میں گفت وشنید کے ذریعہ تحدید اسلحہ کی راہ ہموار کی۔ اس طرح Strategic Arms Limitation Talks (SALT-I) پر 1971ء میں دستخط کیے گئے۔ اس معاہدہ کا مقصد دو عظیم طاقتوں کے درمیان ہتھیاروں کی دوڑ کو روکنا تھا۔

گرباچوف کے صدر بننے کے بعد سوویت یونین کی جانب سے تخفیف اسلحہ کے سلسلہ میں اور بھی تیزی پیدا کی گئی۔ ستمبر 1987ء میں سوویت یونین اور امریکہ نے یہ معاہدہ کیا کہ وہ یورپ میں تعینات اپنے اپنے درمیانی اور کم فاصلاتی مزائل (Medium and Short Range Mizziles) کو ہٹالیں گے۔ 1990ء میں ان دونوں ممالک نے کیمیائی ہتھیاروں (Chemical Weapons) کی تخفیف اور خاتمے سے متعلق معاہدہ کیا اور 1991ء میں امریکی صدر جارج بش نے نیوکلیائی ہتھیار کی تخفیف کا اعلان کیا جو اسلحہ بند کے سلسلے میں ایک بڑا ہی اہم قدم تھا۔

3.8 اقوام متحدہ کا رول

اقوام متحدہ کا قیام 1945ء میں عمل میں آیا۔ اپنے قیام سے لے کر آج تک اقوام متحدہ نے عالمی امن کے قیام کی کوشش میں مصروف ہے۔ اپنے 58 سالہ دور میں اقوام متحدہ نے سیاسی اور غیر سیاسی یا انسانی فلاح کی بہت کوششیں کیں ہیں۔ سیاسی مسائل کی یکسوئی

کرنے میں اس کو چند کامیابیوں کے ساتھ ساتھ چند نا کامیاں بھی ہاتھ آئیں۔ غیر سیاسی مسائل میں اقوام متحدہ نے شاندار رول ادا کیا۔

اقوام متحدہ نے سیاسی دائرہ میں بھی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ اقوام متحدہ کے سابقہ سکریٹری نے کہا تھا کہ اقوام متحدہ نے دو مرتبہ تیسری جنگ عظیم کو روکا۔ پہلی مرتبہ 1950ء میں کوریائی بحران کے وقت اور دوسری مرتبہ 1962ء میں کیوبا بحران کے وقت۔ کئی افریقی اور ایشیائی ممالک کو اقوام متحدہ کی راست یا بالواسطہ مداخلت کی وجہ سے آزادی حاصل ہوئی۔

3.8.1 کوریا کا بحران

کوریا 1910ء سے جاپان کی تحویل میں تھا لیکن دوسری جنگ عظیم میں جاپان کی شکست کے بعد کوریا دو حصوں شمالی کوریا اور جنوبی کوریا میں تقسیم ہو گیا۔ جہاں دو مختلف حکومتیں قائم ہوئیں۔ جنوبی کوریا میں کیمونسٹوں کی حکومت قائم ہوئی اور شمالی کوریا میں مخالف کیمونسٹ، سنگمان (Syngman) کی حکومت قائم ہوئی۔ سنگمان چین کے چیانگ کائی شک سے اتحاد پیدا کر کے جنوبی کوریا کی کیمونسٹ حکومت کو زیر کرنا چاہتا تھا۔ شمالی اور جنوبی کوریا میں 1950ء میں جنگ چھڑ گئی۔ امریکہ شمالی کوریا کی مدد کرتے ہوئے کوریا میں کیمونسٹوں کے اثر کو روکنا چاہتا تھا۔ اس نے چالاکی سے اقوام متحدہ میں قرارداد منظور کوائی جس میں جنوبی کوریا کو جارح قرار دیا گیا۔ اس طرح امریکہ اور چند دیگر ممالک نے شمالی کوریا کی مدد کے بہانے اپنی فوجیں کوریا روانہ کیں۔ دوسری جانب چین نے جنوبی کوریا کی مدد کے لیے اپنی فوج روانہ کی۔ یہاں یہ بات واضح ہو کہ جب تک چین میں کیمونسٹ اقتدار حاصل کر چکے تھے صورت حال بڑی دھماکوخیز ہو گئی۔ اور ایک خطرناک بات یہ ہوئی کہ سوویت یونین بھی ایٹم بم کو تیار کر چکا تھا۔ باوجود ایسے دھماکوخیز ماحول کے اقوام متحدہ نے اپنی کوششوں کے ذریعہ ایک بڑی امکانی جنگ کو روک دیا۔

3.8.2 کانگو کا بحران

کانگو 1960ء میں بلجیم کے تسلط سے آزاد ہوا۔ اپنی آزادی کے کچھ ہی عرصہ بعد کانگو میں خانہ جنگی چھڑ گئی۔ بلجیم نے اپنی فوجیں کانگو روانہ کیں۔ لیکن کانگو کی حکومت نے اقوام متحدہ سے درخواست کی کہ وہ اس کی علاقائی سالمیت کی برقراراور بیرونی جارحیت سے اس کی حفاظت کرے۔ اقوام متحدہ نے 20,000 آفیسروں اور فوجیوں پر مشتمل ایک فوج کو کانگو روانہ کیا۔ اسی دوران کانگو کے سابقہ وزیراعظم پیٹرس لومبا (Patrice Lumumba) کو قتل کر دیا گیا جس کی وجہ سے حالات اور بھی ابتر ہو گئے اس کے علاوہ چند بیرونی افراد کی مدد سے کتانگہ (Katanga) صوبے کو کانگو سے علاحدہ کرنے کی سازش کی گئی۔ لیکن اقوام متحدہ کی کوشش سے کتانگا کانگو میں پھر سے الحاق کر دیا گیا۔ اس کے بعد اقوام متحدہ کی فوج کو واپس طلب کر لیا گیا۔

3.8.3 نہر سویز کا بحران

156ء میں مصر نے نہر سویز کو قومیالیا۔ جب اسرائیل نے فرانس کی ایماء پر مصر پر حملہ کر دیا تو اس بحران میں اور بھی شدت پیدا

ہوگئی۔ فرانس اور برطانیہ کی متحدہ فوج نے بھی مصر پر حملہ کردیا۔ ایسے میں اقوام متحدہ ایک قرارداد کے ذریعہ جنگ بندی اور بیرونی افواج کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اس طرح نہر سویز کے بحران کو ختم کیا گیا۔

دنیا کے کئی ایک سیاسی مسائل آج بھی حل طلب ہیں۔ اقوام متحدہ نے اپنی کاوشوں کے ذریعہ ان مسائل کو حل کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ جیسے کشمیر کا مسئلہ، فلسطین کا مسئلہ وغیرہ جن کے لیے اقوام متحدہ کی جانب سے کوششیں جاری ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا میں کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ وہ ممالک جو عرصہ دراز سے سامراجی طاقتوں کا شکار بنے ہوئے تھے، آزادی کے حصول کی جانب رواں دواں ہوئے۔ ان میں ایشیاء، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ممالک شامل ہیں۔ وہاں کی عوام نے قومی تحریکات کے ذریعہ سامراجیت کے چنگل سے چھٹکارا پانے کی کوششیں کیں نتیجتاً یکے بعد دیگرے یہ ممالک آزاد ہوتے گئے۔

امریکہ اور روس جنہوں نے دوسری جنگ عظیم میں باہم مل کر فسطائی طاقتوں کا مقابلہ کیے تھے وہ جنگ کے خاتمہ کے بعد ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ ان کی مخالفت نے سرد جنگ کی صورت اختیار کرگئی۔ اس سرد جنگ نے فوجی گروہ بندی کو پیدا کیا اور دنیا دو منطقوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی۔ ایک منطقہ سوویت یونین کے تحت اور دوسرا امریکہ کے تحت۔ اس کے ساتھ ساتھ نیوکلیائی اسلحہ کے خطرات دنیا پر منڈلانے لگے۔ جس کی روک تھام کے لیے تخفیف اسلحہ کی کوششیں کی گئیں۔

غیر جانب دار تحریک کی ابتداء دوسری جنگ عظیم کے بعد واقع ہونے والی ایک اہم بات ہے۔ ایشیاء اور افریقہ کے کئی ممالک کی یہ تنظیم نے دو عظیم طاقتوں سے دوری کو برقرار رکھتے ہوئے دنیا میں امن کے قیام کی کوششوں کو جاری رکھا۔

اقوام متحدہ نے دوسری جنگ عظیم کے بعد وقوع پذیر ہونے والے کئی بحران جیسے کوریا کا بحران، کانگو کا بحران وغیرہ کو ختم کرنے کی کوششیں کی۔ اس عالمی تنظیم نے دنیا کے سیاسی وغیرہ سیاسی معاملات کی یکسوئی میں بڑے شاندار کارنامے انجام دیے۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

1 سرد جنگ کی ابتداء کن ممالک کے درمیان ہوئی تھی؟

2 سوویت یونین نے کس سنہ میں ایٹم بم تیار کرلیا تھا؟

3 برما کس سنہ میں آزاد ہوا تھا؟

4 ایشیاء ممالک کی کانفرنس کس سنہ میں منعقد کی گئی تھی؟

5 مصر میں کس سنہ میں عوامی مملکت قائم کی گئی

6 جنوبی افریقہ کا وہ کونسا ملک تھا جو سب سے پہلے آزاد ہوا؟

7 افریقہ کا وہ کونسا ملک ہے جس نے سب سے آخر میں آزادی حاصل کی۔

8 غیر جانب دار تحریک کا قیام کب عمل میں آیا؟

9 کس ملک نے سب سے پہلے ایٹم بم کو تیار کیا تھا۔

5.2 طویل جوابی سوالات

1 سرد جنگ کے اسباب بیان کیجیے

2 کیوبا کے بحران کو بیان کیجیے

3 کوریا کے بحران کو بیان کیجیے

4 کانگو کے بحران پر نوٹ لکھیے

5 نہر سویز کے بحران پر نوٹ لکھیے

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 سرد جنگ ....اور..................کے درمیان شروع ہوئی۔

2 برما نے ....کی قیادت میں آزادی کا اعلان کیا۔

3 ایشیائی ممالک کی کانفرنس..................میں منعقد ہوئی تھی۔

4 ....سنہ میں چین میں کیمونسٹ حکومت قائم ہوئی۔

5 ....سنہ میں لیبیا میں فوجی بغاوت برپا ہوئی تھی۔

6 تخفیف اسلحہ سے متعلق کانفرنس..................میں ہوئی تھی۔

7 1910ء میں کوریا..................کی تحویل میں تھا۔

8 جنوبی کوریا میں .... پارٹی کی حکومت قائم ہوئی۔

9 شمالی کوریا اور جنوبی کوریا میں..................میں جنگ چھڑ گئی تھی۔

10 کانگو 1960ء میں..................سے آزادی حاصل کی۔

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے کتنے سال کے اندر جرمنی دو حصوں میں تقسیم ہوگیا: ( )

(الف) تین (ب) پانچ

(ج) چار (د) چھ

2 انڈونیشیا کس سنہ میں آزاد ہوا: ( )

(الف) 1949ء (ب) 1951ء

(ج) 1950ء (د) 1953ء

3 سری لنکا نے کس سنہ میں آزادی حاصل کی: ( )

(الف) 1949ء (ب) 1948ء

(ج) 1954ء (د) 1953ء

4 1960ء میں افریقہ کے کتنے ممالک آزاد ہوئے: ( )

(الف) 12 (ب) 15

(ج) 17 (د) 16

5 کس نے کیوبا میں ڈکٹیٹر شپ کا خاتمہ کیا تھا؟ ( )

(الف) باتستا (ب) فیڈل کاسٹرو

(ج) کرچوف (د) لمبا

5.3.3 جوڑیاں لگائیے

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کرکے مکمل کیجیے:

	A		B
1	عظیم طاقتیں	I	چینی کمیونسٹ لیڈر
2	فیڈل کاسٹرو	II	کیوبا کا لیڈر
3	ماوزے تنگ	III	روس اور امریکہ
4	لومبا	IV	کانگو کا ایک صوبہ
5	کتانگا	V	چین کی سیاسی جماعت
6	کومنگ تنگ	VI	کانگو کا سابقہ وزیراعظم
7	NPT	VII	1971ء میں طے پایا
8	SALT-I	VIII	1968ء میں طے پایا

سبق - 7

ہندوستان کی بیداری

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

5.2 طویل جوابی سوالات

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

5.3.3 جوڑیاں لگایئے

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ ہندوستانیوں میں آزادی کی بیداری سے متعلق درج ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ برطانوی اقتدار کے خلاف جدو جہد
+ برطانوی اقتدار کے اثرات
+ 1857ء کی بغاوت
+ قومی شعور کا ارتقاء

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے دوسری جنگ عظیم کی ابتداء اور اس کے مابعد واقع ہونے والے سیاسی حالات کا جائزہ لیا۔ اس سبق میں آپ انہی سیاسی حالات میں سے ایک ہندوستان میں اقتدار کے خلاف ہندوستانیوں کی بغاوت اور ساتھ ہی ساتھ برطانوی اقتدار کے ہندوستان پر اثرات سے متعلق معلومات بھی حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 برطانوی اقتدار کے خلاف جدو جہد

ہندوستانیوں کی آزادی کی کوشش ہندوستانی قوم پرستی کا راست نتیجہ تھی۔ برطانوی اقتدار کے پیدا کردہ حالات نے ہندوستانیوں میں جذبہ قومیت کو پیدا کیا۔ دیگر ممالک کی طرح ہندوستانیوں میں بھی سامراجیت کے بے جا زیادتیوں کے خلاف جذبات میں آزادی کی طلب کو اجاگر کیا۔ ابتداء میں ہندوستانیوں نے انتظامیہ میں نمائندگی کا مطالبہ کیا اور بتدریج یہ مطالبہ آزادی کی جدو جہد میں تبدیل ہوتا گیا اور بالآخر ہندوستانیوں کو مکمل آزادی حاصل ہوئی۔ (سوراج کی مانگ) آزادی کے لیے یہ جدو جہد ابتداء میں دستوری مانگوں کو لے کر کی گئی تھی لیکن بعد ازاں اس میں انقلابی رنگ بھی گھلتا گیا۔ ایسی ہی ایک انقلابی کوشش 1857ء کی بغاوت تھی یوں تو وہ ناکام رہی لیکن یہ ہندوستان کی آزادی کی حصول کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئی۔

3.2 برطانوی اقتدار کے اثرات

مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت برطانوی اقتدار کے ہندوستان پر اثرات سے متعلق معلومات حاصل کریں گے:

1 معاشی اثرات

2 سماجی اثرات

3 تمدنی اثرات

1 معاشی اثرات: واضح رہے کہ برطانیہ کی سامراجی طاقت کا اہم مقصد علاقہ کی حرص کے ساتھ ساتھ دولت کی طمع بھی تھا۔ برطانیہ نے بھی اس حرص یا طمع کی خاطر ہندوستان کی معیشت کو برباد کرتے ہوئے اپنی معاشی خوش حالی یا یوں کہیے عیش پرستی کو حاصل کیا۔ بتدریج ہندوستانی معیشت تباہ و برباد ہوتی رہی اور ادھر دوسری جانب برطانوی اقتدار دولت کو سمیٹنے لگا۔ رفتہ رفتہ ہندوستانیوں کے لیے فاقہ کشی کی حالت پیدا ہوگئی۔ اس ضمن میں ہم برطانوی اقتدار کے معاشی پالیسیوں کا یہاں ذکر کرتے ہوئے یہ تجزیہ کریں گے کہ کس طرح ان معاشی پالیسیوں نے ہندوستانی معیشت پر مضر اثرات مرتب کیے تھے۔

3.2.1 برطانوی حکومت کی معاشی پالیسیاں

حکومت برطانیہ نے ہندوستان میں ایسی معاشی پالیسیوں کو اختیار کیا جو ہندوستان کی بجائے خود اس کے مفادات کی ضمانت دیں ان معاشی پالیسیوں نے کئی سماجی تبدیلیوں کو بھی پیدا کیا۔ چند ایک اشیاء کے علاوہ ہندوستانی دیہات تقریباً خود مکتفی کسان اپنی پیداوار کا ایک مقررہ حصہ لگان کے طور پر حکومت کو ادا کرتے تھے۔ حکومت دیہات کے مکھیہ کے ذریعہ لگان وصول کرتی تھی۔ برطانوی حکومت نے ابتداء میں اس نظام کو برقرار رکھا لیکن بعد ازاں عہدیداروں کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ یہ عہدیدار کسانوں کو پریشان کرنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد آفیسروں، پولیس اور عدلیہ کی مداخلت شروع ہوگئی۔ دیہی پنچایت اپنا مقام کھونے لگی رفتہ رفتہ وہ ختم ہوگئی۔ لگان کو نقد شکل میں وصول کیا جانے لگا۔ ان کی ادائیگی کے لیے کسانوں کو ایسی پیداوار کرنے پر مجبور کیا جس کی بازار میں زیادہ طلب ہو۔

برطانیہ کے برآمد کردہ مال نے دیہات کی دست کاری پر برے اثرات مرتب کیے۔ دیہی پیداوار کی طلب میں کمی واقع ہونے لگی اور وہ خود مکتفی نہ رہے۔

حکومت برطانیہ نے ایسی صنعتی پالیسیوں کو اپنایا کہ ہندوستانی صنعتیں کمزور اور زوال پذیر ہونے لگیں۔ برطانیہ کے در آمدات پر کم محصول عائد کیا جاتا تھا۔ جب کہ ہندوستان کی برآمدات پر محصول کا بوجھ بھاری تھا۔ نتیجتاً ہندوستان کی برآمدات میں کمی واقع ہونے لگی۔ اس طرح ہندوستانی دست کاروں اور صنعتوں کا انیسویں صدی کے ابتدائی دورے میں تیزی کے ساتھ زوال ہونے لگا۔

3.2.2 سماجی اثرات

حکومت برطانیہ کی جانب سے سماجی اصلاحات کے لیے بھی اقدامات کیے گئے تھے۔ کئی برطانوی گورنروں نے اس ضمن

میں کئی اہم کام انجام دیے تھے جن میں لارڈ ولیم بنٹک قابل ذکر ہیں۔

برطانوی گورنر جنرل لارڈ ولیم بنٹک نے 1829ء میں ستی کی رسم کو غیر قانونی قرار دیا۔ اسی طرز حکومت نے دختر کشی کے خلاف قوانین جاری کیے۔ 1856ء میں ایک قانون منظور کیا گیا جس کی رو سے بیواؤں کو دوبارہ شادی کرنے کا حق دلوایا گیا۔ 1843ء میں غلامی کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔

3.2.3 تمدنی اثرات

مغربی طرز تعلیم کو ہندوستان میں رائج کیا گیا۔ لارڈ ماکلے نے انگریزی طرز تعلیم کی برطانوی حکومت کی سفارش کی۔ اس طرح 1835ء میں مغربی طرز تعلیم کو رائج کیا گیا۔ انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا۔ اس تعلیم کے لیے حکومت کی جانب سے فنڈ جاری کیے گئے۔ انگریزی تعلیم تیزی کے ساتھ پھیلنے لگی اور اس نے ہندوستان کی روایتی تعلیم کو ختم کرنا شروع کیا۔ مغربی تعلیم نے عوام کے درمیان خلیج کو پیدا کرنا شروع کیا۔ مغربی طرز تعلیم کے حامل ہندوستانی خود کو دوسرے ہندوستانیوں سے اعلیٰ تصور کرنے لگے۔

مغربی طرز تعلیم نے نئے رجحانات اور تصورات کو داخل کیا جو قومیت کے جذبے کو ابھارنے میں مددگار ثابت ہوئے۔

3.3 1857ء کی بغاوت

تاریخ ہندوستان میں 1857ء کی بغاوت کا ایک اہم مقام تھا۔ یہ جدوجہد آزادی کی پہلی کوشش کی جانب ایک قدم تھا 1857ء کو وقوع پذیر ہونے والی یہ بغاوت دیگر الفاظ میں ہندوستان کی آزادی کی پہلی جنگ کہلاتی ہے۔ اس کو غدر کے نام سے بھی موسوم کیا گیا۔ کہنے کو تو یہ سپاہیوں کی حکومت برطانیہ کے خلاف ایک بغاوت تھی لیکن اس میں سپاہیوں کے علاوہ دیگر ہندوستانی کی بھی شمولیت رہی۔ اس بغاوت کی ابتداء 10/ مئی 1857ء کو میرٹھ سے شروع ہوئی۔ دوسرے دن باغی دہلی پہنچ کر بہادر شاہ ظفر کی شہنشاہیت کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد یہ بغاوت ہندوستان کے دیگر مقامات تک پھیل گئی۔

1857ء کی بغاوت کے مندرجہ ذیل اسباب تھے:

1 سیاسی اسباب
2 سماجی اسباب
3 مذہبی اسباب
4 فوجی اسباب
5 فوری سبب

3.3.1 سیاسی اسباب

برطانوی حکومت نے ہندوستان کی دیسی ریاستوں کو اپنی شاطرانہ چالوں سے یکے بعد دیگرے قبضہ کرنا شروع کیا۔ان تمام طریقوں میں ڈلہوزی کا طریقہ اصول جداگانہ تھا۔ اس کے رائج کردہ طریقہ کار کو ''اصول بازگشت'' کا نام دیا گیا اس اصول کی رو
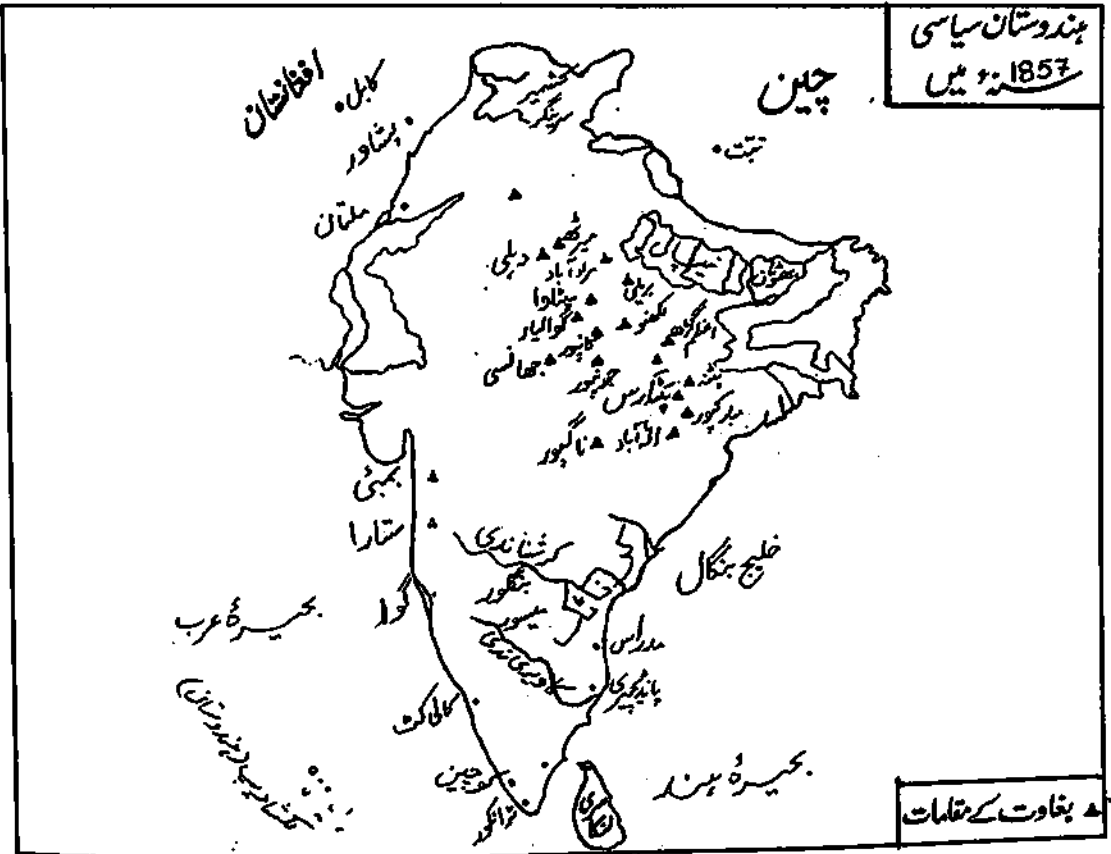
شکل نمبر 7.1 1857ء کی بغاوت کی وسعت

سے ایسے راجہ یا بادشاہ جس کی کوئی اپنی اولاد نہ ہو تو اس کے انتقال کر جانے کے بعد اس ریاست کا برطانوی حکومت میں الحاق کر لیا جائے گا۔اس اصول کے ذریعہ ڈلہوزی نے کئی ایسی ریاستوں کو برطانوی حکومت میں شامل کر لیا تھا جس میں سنبھل پور، بھگت، جے پور ناگپور اور جھانسی وغیرہ شامل ہیں۔اس طریقہ کار کے علاوہ ڈلہوزی نے چند ایک ریاستوں کو جنگوں کے ذریعہ حاصل کیا۔ اودھ کو یہ بہانہ بنا کر چھین لیا گیا کہ وہاں بدنظمی پیدا ہوگئی ہے۔دیسی ریاستوں کے حکمران ڈلہوزی کی پالیسی سے بیزار اور مشتعل ہوتے گئے اور موقع پاتے ہی انہوں نے جب سپاہیوں کی بغاوت برپا ہوئی اس میں شامل ہوگئے۔جب آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو لارڈ کیننگ نے اقتدار سے بے دخل کر دیا تو عوام میں برطانوی حکومت کے خلاف نفرت میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔

3.3.2 سماجی اسباب

یورپی تہذیب کے بڑھتے ہوئے اثرات نے ہندوستانیوں میں تشویش پیدا کردی۔ ہندوستانی قدیم تہذیب متاثر ہونے لگی مغربی تعلیم نے قدیم رسومات کا خاتمہ کیا۔ قدامت پسند قائدین نے اس کو اپنی تہذیب میں مداخلت تصور کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ عوام میں برطانوی اقتدار کے خلاف جذبات گھر کرنے لگے اور وہ بغاوت کی جانب رواں دواں ہوتے معلوم ہونے لگے۔

3.3.3 معاشی اسباب

برطانوی اقتدار کی وسعت نے ہندوستان میں معاشی تکالیف کو پیدا کیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے جنگ بکسر (1765) میں فتح کے بعد ایک طاقت بن کر ابھرنے لگی اور کوئی پچاس برس کے دوران وہ ہندوستان میں ایک بڑی طاقت بن گئی۔ کمپنی نے قانون فروخت (Sale Law) کو رائج کیا جس کے مطابق محصول ادا نہ کرنے والوں کی زمینات کو فروخت کردیا جاتا تھا۔ جب اودھ کو انتظامی بدعنوانی کے تحت کمپنی نے اپنی تحویل میں لے لیا تو اس نے وہاں کے نواب کو مالی امداد سے محروم کردیا۔ کمپنی کے معاشی پالیسیوں نے ہندوستانی تجارت وصنعت کو بہت بھاری نقصان پہنچایا۔ برطانوی تجارت کی فروخت کے لیے درآمدات پر محصول سے چھوٹ دے دی گئی۔ برطانیہ سے جدید مشینیں ہندوستان لائی جانے لگی جس نے ہندوستانی دست کاری پر کاری ضرب لگائی۔ ہندوستانی دست کار مجبوراً کم اجرت پر کام کرنے کے لیے مجبور ہوگئے۔ کسانوں کی حالت بھی ابتر تھی۔ زمین دار اور تعلق داران کو پریشان کرنے لگے۔ جب انگریزوں نے کسانوں کی زمینات کو ضبط کرنا شروع کیا تو وہ برطانوی حکومت کے خلاف ہونے لگے۔

انگریزی عہدیداروں اور پولیس کی رشوت خوری نے عام انسان کو مصائب میں ڈال دیا۔ ایسی معاشی بدحالی نے عوام کو برطانوی حکومت کے خلاف صف آرا کیا۔

3.3.4 فوجی اسباب

ہندوستانی سپاہی برطانوی اقتدار سے ناخوش تھے۔ یورپی اور ہندوستانی سپاہیوں میں امتیاز برتا جاتا تھا۔ ان کی تنخواہوں میں فرق تھا۔ 1856ء میں حکومت نے ایک قانون منظور کیا جس کے مطابق ہندوستانی سپاہی سمندر پار جنگ کرنے سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔

3.3.5 فی الفور سبب

1850ء میں برطانوی حکومت نے ایک نئی انفیلڈ رائفل (Enfield Rifle) کو رائج کیا اس بندوق کو کارتوس سے بھرنے سے قبل اس کارتوس کے سرے کو دانتوں سے توڑنا پڑتا تھا جس کے اوپری سرے پر گائے اور سور کی چربی لگائی ہوئی

ہوتی تھی۔ سپاہیوں نے اس کارتوس کو استعمال کرنے سے انکار کردیا کیوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے جذبات اس سے مجروح ہوسکتے تھے۔ برطانوی حکومت سپاہیوں کے انکار پر سخت اقدامات اٹھائے جس پر سپاہیوں نے بغاوت کردی اس طرح 1857ء کی بغاوت کی ابتداء ہوئی تھی۔

3.4 بغاوت کا تسلسل

بغاوت کی ابتداء 29 / مارچ 1857ء کو ہوئی جب بارک پور کے ایک ہندوستانی سپاہی منگل پانڈے نے ایک یورپی عہدیدار پر گولی چلا کر اسے ہلاک کردیا۔ کارتوس کے استعمال کرنے کے انکار پر میرٹھ کے پچاس سپاہیوں کو فوجی عدالت نے سزائے قید سنائی۔ 10 / مئی سپاہیوں نے کھلی بغاوت کردی اور انہوں نے انگریز عہدیداروں قتل کیا اور اپنے سپاہی ساتھیوں کو قید سے رہا کرالیا اور وہ دہلی کی جانب کوچ کیے۔ باغیوں کی اس مشترکہ فوج نے دہلی پر قبضہ کرلیا اور بہادر شاہ ظفر کے شہنشاہ ہونے کا اعلان کردیا۔ رفتہ رفتہ یہ بغاوت ہندوستان کے دیگر علاقوں تک پھیلتی گئی۔ جھانسی، آگرہ، لکھنو وغیرہ میں بغاوت بڑی تیزی سے برپا ہونے لگی۔ برطانوی کمپنی نے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے ہر ممکن اقدامات کیے۔ ستمبر 1857ء میں دہلی کو دوبارہ حاصل کرلیا۔ شہنشاہ کو گرفتار کر کے اس کو رنگون جلاوطن کردیا گیا۔

اس بغاوت میں مسلمان اور ہندوؤں نے برطانوی کمپنی کے خلاف شانہ بہ شانہ لڑے۔ جھانسی کی رانی، مولوی احمد اللہ، کنور سنگھ، بھگت سنگھ اور تانتیہ ٹوپے کے بہادری کے کارنامے ہندوستانی تاریخ میں سنہری الفاظ میں لکھے گئے اور ہندوستانی ان کی بہادری پر ناز کرتے ہیں۔

شکل نمبر 7.2۔ جھانسی کی رانی لکشمی بائی

شکل نمبر 7.3۔ بہادر شاہ ظفر

سخت مقابلے کے بعد انگریزوں نے بغاوت کو کچل دیا۔ حکومت نے انتقامی کارروائی کرتے ہوئے کئی ہزار افراد کو دہلی اور دیگر علاقوں میں پھانسی پر چڑھا دیا۔ اس بربریت پر خود کئی انگریزوں نے آواز اٹھائی اور ہندوستانیوں سے ہمدردی ظاہر کی۔ بغاوت کو تو حکومت نے کچل دیا لیکن اس بغاوت نے ہندوستانی تاریخ میں ایک نئے رخ کو پیدا کیا۔ اسی بغاوت کے بعد برطانوی کمپنی کے اقتدار کا خاتمہ ہوا اور برطانوی تاج نے ہندوستانی اقتدار کو حاصل کرلیا۔ برطانوی تاج نے وعدہ کیا کہ وہ مزید ہندوستانی علاقوں پر قبضہ نہیں کریں گے۔

3.5 قومی شعور کا ارتقاء

1857ء کی بغاوت نے ہندوستانیوں میں سیاسی شعور کو تیز تر کردیا۔ سماجی وجدیدیت کی اصلاحی تحریکیں زور پکڑنے لگیں عوام پر ہندوستانی راجہ رجواڑوں کی گرفت میں کمی آنے لگی۔ عوام محسوس کرنے لگے کہ قومی آزادی عوام کی جدوجہد کی ہی بدولت حاصل ہوسکتی ہے۔ دیسی حکمرانوں کے خلاف بغاوت قومی آزادی کا ایک حصہ بن گئی۔ بتدریج عوام میں قومی شعور پیدا ہونے لگا اور قومی تحریک کی ابتدا ہونے لگی۔

4 سبق کا خلاصہ

ہندوستان میں برطانوی اقتدار کی وسعت اور اس کی اپنائی گئی معاشی پالیسیوں اور سیاسی بالادستی نے ہندوستانیوں میں جذبہ قومیت کو جلا بخشی۔ قومیت کا جذبہ یوں تو موجیں مار رہا تھا لیکن وہ اسی وقت ابل پڑا جب برطانوی اقتدار کے ظلم بڑھنے لگے۔ ہندوستانی اپنی آزادی کی خاطر کمربستہ ہوتے گئے۔ اس طرح جدوجہد آزادی کی ابتداء ہوئی۔ ابتداء میں غیر منظم طریقہ سے آزادی کی کوششیں ہونے لگیں۔ 1857ء کی بغاوت بھی ایک غیر منظم بغاوت تھی لیکن اس نے برطانوی اقتدار کی بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔ یوں تو یہ بغاوت ناکام رہی لیکن اس نے ہندوستانیوں میں ولولہ، جذبہ اور قومیت کے فروغ میں اضافہ کیا۔

اس بغاوت نے برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کا خاتمہ کردیا اور اس جگہ برطانوی تاج نے ہندوستان پر اپنا اقتدار قائم کردیا۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

1 ہندوستان میں پہلی انقلابی کوشش کس سنہ میں ہوئی تھی۔

2 انگریز ہندوستانی دیہاتوں میں کس کے ذریعہ لگان وصول کرتے تھے۔

3 ستی کی رسم کے خلاف کونسے گورنر جنرل نے قانون جاری کیا تھا۔

4 کس گورنر جنرل نے انگریزی طرز تعلیم کی سفارش کی تھی۔

5.2 طویل جوابی سوالات

1 برطانوی اقتدار کے معاشی اثرات کا جائزہ لیجیے

2 1857ء کے بغاوت کے اسباب بیان کیجیے

3 1857ء کی بغاوت کے تسلسل کو بیان کیجیے

5.3 معروضی سوالات

1 دختر کشی کے خلاف قانون............سنہ میں جاری کیا گیا تھا۔

2 غلامی کو............سنہ میں غیر قانونی قرار دیا گیا تھا۔

3 1857ء کی بغاوت............سے شروع ہوئی تھی۔

4 اصول بازگشت کو............نے رائج کیا تھا۔

5 جنگ بکسر............میں لڑی گئی تھی۔

5.3.1 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 1857ء کی بغاوت کس گورنر کے دور میں واقع ہوئی تھی: (   )

(الف) ڈلہوزی (ب) ولیم بنٹنگ

(ج) لارڈ کیننگ (د) لارڈ ولزلی

2 ہندوستانی سپاہیوں کو سمندر پار جنگ کرنے کے لیے کس سنہ میں قانون منظور کیا تھا: (   )

(الف) 1855ء (ب) 1856

(ج) 1857 (د) 1853

3 1857ء کی بغاوت کی ابتداء کس تاریخ کو ہوئی تھی: (   )

(الف) 15/مارچ 1857 (ب) 18/مارچ1857ء

(ج) 29/مارچ1857ء (د) 10/مارچ 1857ء

4 ہندوستانی کس سپاہی نے بغاوت میں پہلی کارتوس داغی تھی: ( )

(الف) بھگت سنگھ (ب) منگل پانڈے

(ج) تانتیہ ٹوپے (د) احمداللہ

5 انگریزوں نے دہلی کو باغیوں سے دوبارہ کب حاصل کرلیا: ( )

(الف) ستمبر 1857ء (ب) اکتوبر 1857ء

(ج) اگست 1857ء (د) جولائی 1857ء

5.3.3 جوڑیاں لگایئے

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے:

	A		B
1	لارڈ ماکلے	I	اصول بازگشت کو رائج کیا
2	ڈلہوزی	II	نے بہادر شاہ ظفر کو بے دخل کردیا۔
3	1856	III	انگریزی طرز تعلیم کی سفارش کی
4		IV	سپاہیوں نے کھلی بغاوت کردی
5		V	بیواؤں کی شادی سے متعلق

سبق - 8

مذہبی اور اصلاحی تحریکات

1 سبق کا خاکہ
2 تمہید
3 سبق کا متن
3.1 سماجی برائیاں
3.2 برہمو سماج
3.3 پرارتھنا سماج
3.4 ستیہ شودھک سماج
3.5 سری نارائن دھرم پری پالن یوگم
3.6 آریہ سماج
3.7 رام کرشن مشن
3.8 تھیوسوفیکل سوسائٹی
3.9 علی گڑھ تحریک
3.10 کارنامے
4 سبق کا خلاصہ
5 زائد معلومات
6 نمونہ امتحانی سوالات
6.1 مختصر جوابی سوالات

6.2 طویل جوابی سوالات

6.3 معروضی سوالات

6.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

6.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

6.3.3 جوڑیاں لگائیے

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ ہندوستانیوں میں آزادی کی بیداری سے متعلق درج ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ سماجی برائیاں
+ برہمو سماج
+ پرارتھنا سماج
+ ستیہ شودھک سماج
+ سری نارائن دھرم پری پالن یوگم
+ آریہ سماج
+ رام کرشن مشن
+ تھیوسوفیکل سوسائٹی
+ علی گڑھ تحریک
+ کارنامے

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے برطانوی اقتدار کی زیادتیوں اور نتیجتاً 1857ء کی بغاوت کے رونما ہونے سے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اس سبق میں آپ ہندوستانی سماج اور مذہب کی اصلاحی تحریکوں سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 سماجی برائیاں

ہندوستانیوں میں سماجی و مذہبی اصلاحی تحریکوں نے انیسویں صدی میں زور پکڑنا شروع کیا۔ سماج اور مذہب میں داخلہ برائیوں کے خاتمہ کے لیے کئی روشن خیال مصلحین نے تحریکات چلائیں۔ ان سماجی برائیوں میں ستی کی رسم، بچپن کی شادی، نظام غلامی، بیواؤں کی دوبارہ شادی پر پابندی جیسے غیر انسانی وغیر مذہبی کام قابل ذکر ہیں۔ مذہب میں داخلہ برائیں جیسے توہم پرستی، برہموں کی بالادستی وغیرہ کے خلاف بھی کئی مصلحین نے مہم چلائیں۔

3.2 برہموسماج

ہندوستان کے ایک عظیم مصلح راجہ رام موہن رائے نے برہموسماج کو 1828ء میں قائم کیا۔ یہ سماج آزاد خیال مفکرین پر مشتمل تھا۔ دیویندر ناتھ ٹھاکر اور کیشو چندر سین اس سماج کے مشہور اراکین تھے۔ اس سماج سے وابستہ بیش تر افراد انگریزی تعلیم یافتہ تھے۔ برہموسماج آزاد اور عقلی بنیادوں پر قائم تھا۔ برہموسماج کا بنیادی مقصد ہندو معاشرہ کی اصلاح تھا۔

برہموسماج سے وابستہ افراد خدا کی وحدانیت پر یقین رکھتے تھے۔ راجہ رام موہن رائے نے بت پرستی کی پرزور مذمت کی۔ ان کے مذہبی نظریات اسلام، عیسائیت، اپانیشدوں اور جدید یورپی فلسفہ کے عناصر لیے ہوئے تھے ان کی رہنمائی میں برہمو سماج نے ستی کی رسم اور کم سنی کی شادی کے خلاف جدوجہد کی اور بالآخر برطانوی وائسرائے لارڈ ولیم بنٹنگ کے زمانے میں ان رسومات کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔ 1829ء میں ایک قانون کے ذریعہ ستی کی رسم کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔ راجہ رام موہن رائے نے ذات پات کے نظام کے خلاف بھی تحریک جاری رکھی۔ بیواؤں کو دوسری شادی کی حمایت کی اور حکومت برطانوی کی مدد سے وائسرائے لارڈ ولیم بنٹنگ کے دور میں ایک قانون منظور کرواتے ہوئے بیواؤں کی دوسری شادی کو قانونی قرار دلوایا۔ اس سماج نے خواتین کی تعلیم اور انہیں سماجی رتبہ دلوانے میں کافی اہم رول ادا کیا۔ بنگال میں اس سماج نے تیزی سے ترقی کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ لوگ اس سماج سے وابستہ ہونے لگے۔ کیشب چندر سین کی قیادت میں برہموسماج کے کام تمام ملک میں پھیلتے گئے اور کوئی 124 شاخیں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں قائم کی گئیں۔

شکل نمبر 8.1 راجہ رام موہن رائے

راجہ رام موہن رائے کا 1833ء میں انتقال ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد دیویندر ناتھ ٹیگور اس سماج کے سربراہ ہوئے اور بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ برہمو سماج ایک سماجی، مذہبی اصلاحی تحریک تھی۔

3.3 پرارتھنا سماج

1849ء میں پرم ہنس سبھا کے قیام کے بعد سے برہمو نظریات مہاراشٹرا میں تیزی سے پھیلنے لگے۔ 1867ء میں کیشب چندر سین کی رہنمائی میں پرارتھنا سماج (دعائیہ جماعت) کو بمبئی میں قائم کیا گیا۔ یہ ایک تحریک تھی۔ پرارتھنا سماج کی سماجی و مذہبی اصلاحی سرگرمیاں برہمو سماج کی طرح ہی تھیں۔ اس سماج نے ایک خدا کی عبادت اور سماجی اصلاحات پر زور دیا۔ اس سماج کا یقین تھا کہ سچی عبادت خدا کے بندوں کی خدمت میں مضمر ہے۔

سماجی اصلاحات میں ذات پات کے نظام کا خاتمہ، مرد و خواتین کی شادی کی عمر میں اضافہ، بیواؤں کی دوبارہ شادی اور تعلیم نسواں شامل تھے۔

مہادیو گوبند راناڈے کو مہاراشٹرا میں پرارتھنا سماج کا اصلی بانی سمجھا جاتا ہے۔ ان کو مغربی ہندوستان میں ثقافتی نشاۃ ثانیہ کا پیامبر تصور کیا جاتا ہے۔ راناڈے نے خواتین کے رتبہ کی بحالی کے لیے نمایاں کام انجام دیے۔ وہ خواتین کی گوشہ نشینی اور مردوں کی ماتحتی کے مخالف تھے۔ وہ چھوا چھات نظام کی پرزور مذمت کی اور اس کے خاتمے کے لیے بھرپور کوششیں کی بتدریج اس تحریک نے کل ہند مقام حاصل کرلیا۔

3.4 ستیہ شودھک سماج

جیوتی راؤ گوبند راؤ پھولے نے 1873ء میں ستیہ شودھک کو قائم کیا تھا۔ وہ مہاتما جیوتی با پھولے کے نام سے مشہور تھے۔ اس سماج کی رکنیت بلا تفریق مذہب و ملت تمام افراد کے لیے تھی۔ اس سماج کا اہم مقصد پسماندہ طبقات کو مساوی حقوق دلوانا، خواتین کی آزادی اور چھوت چھات کے خاتمے کے لیے کام کرنا تھا۔

1854ء میں جیوتی با پھولے نے اچھوتوں کے لیے ایک اسکول کو قائم کیا اور بیواؤں کے لیے ایک یتیم خانہ بھی شروع کیا۔ پسماندہ خواتین کے لیے پونے میں ایک اسکول قائم کیا۔ انہوں نے اپنی سرگرمیوں کو منظم طریقہ پر چلانے کے لیے دو تجزیاتی تصانیف تحریر کیں ایک سرواجنک ستیہ دھرم پوستھک اور دوسرا غلام گری۔ مہاراشٹرا میں یہ تحریک جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

3.5 سری نارائین دھرم پری پالنا یوگم

سری نارائن دھرم پری پالنا یوگم کو سری نارائن گرو نے 1903ء میں قائم کیا تھا۔ وہ تری وندرم کے ایک ایزہاوا خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ ایزہاوا فرقہ کے لوگوں کو اچھوت مانا جاتا تھا۔ نارائن گرو سنسکرت، ٹامل اور ملیالی زبان پر کافی عبور رکھتے تھے۔ اپنی تمام زندگی کو انہوں نے پسماندہ طبقات کی اخلاقی اور سماجی ترقی کے لیے وقف کردیا۔ طبقہ واری نظام کی سختی سے مخالفت

کی اور مذہب کے نام پر دی جانے والی قربانیوں کو ختم کروانے میں کامیابی حاصل کی۔ انہوں نے ایزہاوا اور دیگر پسماندہ طبقات کی سماجی، معاشی، تعلیمی اور ثقافتی ترقی کے لیے سرا نارائن دھرم پری پالنا یوگم قائم کیا۔ اس تحریک نے پسماندہ طبقات بالخصوص ایزہاوا فرقہ کے سماجی مرتبہ کو بڑھانے میں قابل تحسین کارنامے انجام دیے۔

3.6 آریہ سماج

آریہ سماج کو دیانند سرسوتی نے 1875ء میں قائم کیا تھا۔ دیانند جن کا اصلی نام مُل شنکر تھا کٹھیاواڑ کے ایک برہمن گھرانے میں 1824ء میں پیدا ہوئے تھے۔ کم عمری ہی میں انہوں نے بت پرستی کے خلاف بغاوت کردی اور 22 برس کی عمر میں گھر چھوڑ دیا۔ ہندومت کی اصلاح کے لیے انہوں نے ویدوں کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ دیانند سرسوتی کے مطابق ہندومت کی اصلاح ویدوں کی جانب لوٹتے ہوئے کی جاسکتی ہے۔ سماجی و مذہبی اصلاحی کاموں میں آریہ سماج نے بہ نسبت دوسری تحریکوں کے بڑا اہم کام کیا تھا۔

آریہ سماج نے برہمنوں کی بالادستی کی مخالفت کی اور بت پرستی اور توہمات کی مذمت بھی کی۔ اس سماج نے مرد و خواتین کی مساوی حقوق پر زور دیا۔ آریہ سماج نے تعلیم کے میدان میں بڑا ہی اہم رول ادا کیا۔ لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے کئی مدارس اور کالجوں کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں قائم کیا۔ ان مدارس اور کالجوں میں ذریعہ تعلیم ہندی اور انگریزی تھا۔ دیانند کا یقین تھا کہ صحیح تعلیم کردار کو سنوارتی ہے اور اچھے کردار کا حامل شخص ہمیشہ سچائی کے راستے پر قائم رہتا ہے۔

شکل نمبر 8.2 سوامی دیانند سرسوتی

راجہ رام موہن رائے کا 1833ء میں انتقال ہوا۔ان کے انتقال کے بعد دیویندر ناتھ ٹیگور اس سماج کے سربراہ ہوئے اور بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے۔برہمو سماج ایک سماجی،مذہبی اصلاحی تحریک تھی۔

3.3 پرارتھنا سماج

1849ء میں پرم ہنس سبھا کے قیام کے بعد سے برہمو نظریات مہاراشٹرا میں تیزی سے پھیلنے لگے۔1867ء میں کیشب چندر سین کی رہنمائی میں پرارتھنا سماج (دعائیہ جماعت) کو بمبئی میں قائم کیا گیا۔یہ ایک تحریک تھی۔پرارتھنا سماج کی سماجی ومذہبی اصلاحی سرگرمیاں برہمو سماج کی طرح ہی تھیں۔اس سماج نے ایک خدا کی عبادت اور سماجی اصلاحات پر زور دیا۔اس سماج کا یقین تھا کہ سچی عبادت خدا کے بندوں کی خدمت میں مضمر ہے۔

سماجی اصلاحات میں ذات پات کے نظام کا خاتمہ مرد وخواتین کی شادی کی عمر میں اضافہ بیواؤں کی دوبارہ شادی اور تعلیم نسواں شامل تھے۔

مہادیو گوبند راناڈے کو مہاراشٹرا میں پرارتھنا سماج کا اصلی بانی سمجھا جاتا ہے۔ان کو مغربی ہندوستان میں ثقافتی نشاۃ ثانیہ کا پیامبر تصور کیا جاتا ہے۔راناڈے نے خواتین کے رتبہ کی بحالی کے لیے نمایاں کام انجام دیے۔وہ خواتین کی گوشہ نشینی اور مردوں کی ماتحتی کے مخالف تھے۔وہ چھوچھات نظام کی پرزور مذمت کی اور اس کے خاتمے کے لیے بھرپور کوششیں کی بتدریج اس تحریک نے کل ہند مقام حاصل کرلیا۔

3.4 ستیہ شودھک سماج

جیوتی راؤ گوبند راؤ پھولے نے 1873ء میں ستیہ شودھک کو قائم کیا تھا۔وہ مہاتما جیوتی با پھولے کے نام سے مشہور تھے۔

اس سماج کی رکنیت بلاتفریق مذہب وملت تمام افراد کے لیے تھی۔اس سماج کا اہم مقصد پسماندہ طبقات کو مساوی حقوق دلوانا،خواتین کی آزادی اور چھوت چھات کے خاتمے کے لیے کام کرنا تھا۔

1854ء میں جیوتی با پھولے نے اچھوتوں کے لیے ایک اسکول کو قائم کیا اور بیواؤں کے لیے ایک یتیم خانہ بھی شروع کیا۔پسماندہ خواتین کے لیے پونے میں ایک اسکول قائم کیا۔انہوں نے اپنی سرگرمیوں کو منظم طریقہ پر چلانے کے لیے دو تجزیاتی تصانیف تحریر کیں ایک سرواجنک ستیہ دھرم پوستھک اور دوسرا غلام گری۔مہاراشٹرا میں یہ تحریک جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

3.5 سری نارائین دھرم پری پالنا یوگم

سری نارائن دھرم پری پالنا یوگم کو سری نارائن گرو نے 1903ء میں قائم کیا تھا۔وہ تری وندرم کے ایک ایزاوا خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ایزاوا فرقہ کے لوگوں کو اچھوت مانا جاتا تھا۔نارائن گرو سنسکرت،تامل اور ملیالی زبان پر کافی عبور رکھتے تھے۔اپنی تمام زندگی کو انہوں نے پسماندہ طبقات کی اخلاقی اور سماجی ترقی کے لیے وقف کردیا۔طبقہ واری نظام کی سختی سے مخالفت

کی اور مذہب کے نام پر دی جانے والی قربانیوں کو ختم کروانے میں کامیابی حاصل کی۔ انہوں نے ایزہاوا اور دیگر پسماندہ طبقات کی سماجی، معاشی، تعلیمی اور ثقافتی ترقی کے لیے سرا نارائن دھرم پری پالنا یوگم قائم کیا۔ اس تحریک نے پسماندہ طبقات بالخصوص ایزہاوا فرقہ کے سماجی مرتبہ کو بڑھانے میں قابل تحسین کارنامے انجام دیے۔

3.6 آریہ سماج

آریہ سماج کو دیانند سرسوتی نے 1875ء میں قائم کیا تھا۔ دیانند جن کا اصلی نام مُل شنکر تھا کتھیاواڑ کے ایک برہمن گھرانے میں 1824ء میں پیدا ہوئے تھے۔ کم عمری ہی میں انہوں نے بت پرستی کے خلاف بغاوت کردی اور 22 برس کی عمر میں گھر چھوڑ دیا۔ ہندومت کی اصلاح کے لیے انہوں نے ویدوں کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ دیانند سرسوتی کے مطابق ہندومت کی اصلاح ویدوں کی جانب لوٹتے ہوئے کی جاسکتی ہے۔ سماجی و مذہبی اصلاحی کاموں میں آریہ سماج نے بہ نسبت دوسری تحریکوں کے بڑا اہم کام کیا تھا۔

آریہ سماج نے برہمنوں کی بالادستی کی مخالفت کی اور بت پرستی اور توہمات کی مذمت بھی کی۔ اس سماج نے مرد و خواتین کی مساوی حقوق پر زور دیا۔ آریہ سماج نے تعلیم کے میدان میں بڑا ہی اہم رول ادا کیا۔ لڑکیوں اور لڑکوں کے لیے کئی مدارس اور کالجوں کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں قائم کیا۔ ان مدارس اور کالجوں میں ذریعہ تعلیم ہندی اور انگریزی تھا۔ دیانند کا یقین تھا کہ صحیح تعلیم کردار کو سنوارتی ہے اور اچھے کردار کا حامل شخص ہمیشہ سچائی کے راستے پر قائم رہتا ہے۔

شکل نمبر 8.2 سوامی دیانند سرسوتی

اچھے کردار اور صحیح زندگی سب سے بڑی نیکی ہے۔ دیانند کی تعلیمات اور نظریات ان کی تصنیف ''ستیہ ارتھ پرکاش'' میں تحریر ہیں۔

3.7 رام کرشن مشن

سوامی وویکانند نے بیلور کے مقام پر رام کرشن مشن کو 1897ء میں قائم کیا۔ اس مشن کا مقصد سماجی خدمات تھا۔ اس مشن میں ایسے افراد کو تربیت دی جاتی تھی جو بے غرض قومی خدمت کر سکیں۔ اس مشن کا نعرہ تھا کہ ''خدا کی خدمت کا بہترین ذریعہ انسانی خدمت ہے''۔

وویکانند 1863ء میں پیدا ہوئے اور وہ رام کرشن پرم ہنس کے مشہور شاگرد تھے۔ اپنے گرو رام کرشن پرم ہنس کے انتقال کے بعد وویکانند نے اپنے گرو کے نام پر رام کرشن مشن کو قائم کیا۔ اس مشن نے ملک میں کئی تعلیمی اداروں کو قائم کیا۔ اس مشن کا مقصد تعلیمی ادارے، دواخانے قائم کرنا اور ان کا انتظام کرنا ہے۔ اس کے علاوہ قحط، زلزلے، طوفان وغیرہ کے وقت امدادی کاموں کا منظم کرنا بھی ہے۔

شکل نمبر 8.3 سوامی وویکانند
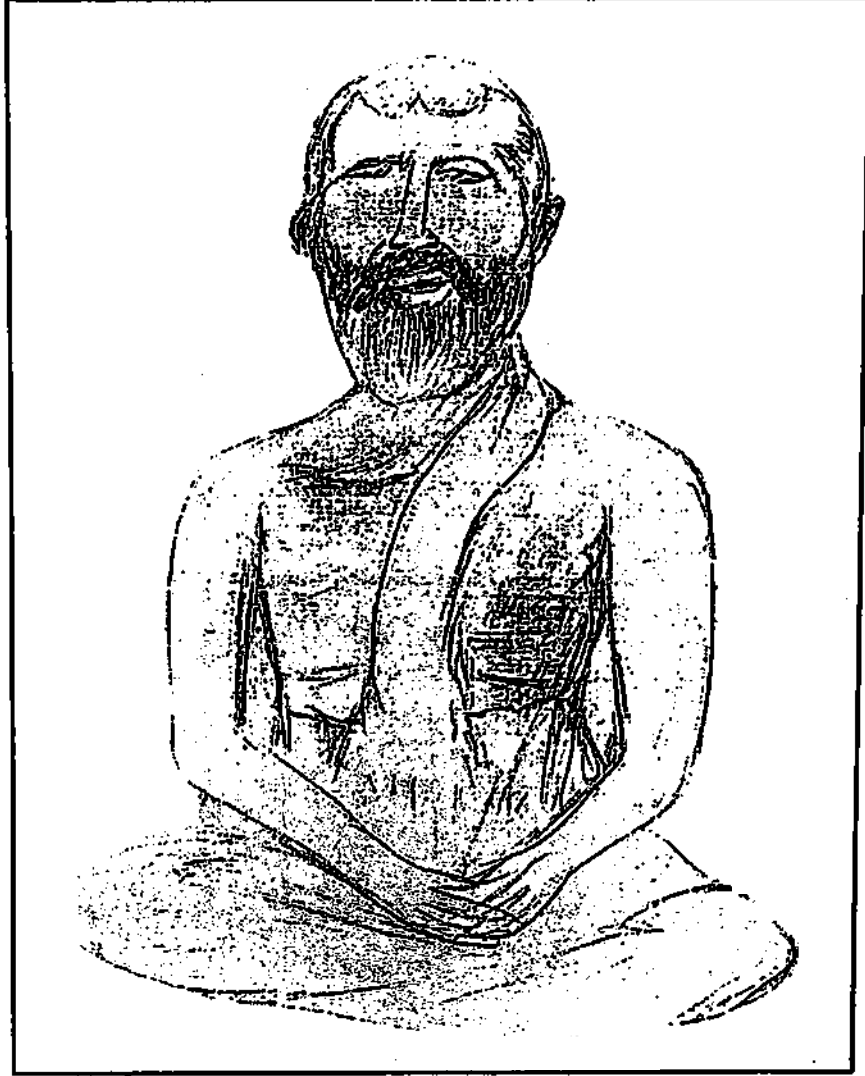
شکل نمبر 8.4 رام کرشن پرماہنس

دویکانند ہندوستانیوں میں غربت اور ذہنی پستی کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور کہا کہ:

> ہم خود اس حالت زار کے ذمہ دار ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی حالت کے سدھار کا حل تلاش کریں
> ورنہ ہم ہمیشہ پریشان رہیں گے

3.7 تھیوسوفیکل سوسائیٹی

تھیوسوفیکل سوسائیٹی کو مادام بلاوسکی اور کرنل اولکاٹ نے نیویارک میں 1875ء میں قائم کیا۔ مادام بلاوسکی نے تھیوسوفیکل تحریک کو ہندوستان میں 1882ء میں متعارف کروایا۔

مسز اینی اسینٹ تھیوسوفیکل سوسائیٹی کی ایک اہم ممبر تھیں انہوں نے 1889ء میں اس سوسائیٹی کی رکنیت کو اختیار کیا۔ 1893ء میں وہ ہندوستان آئیں اور اس تحریک کی ایک اہم قائد بن گئی۔ انہوں نے اپنیشدوں اور ویدوں پر اپنے ایمان کا اعلان کیا اور ویدی فلسفے کی تشہیر کی۔ انہوں نے ہندو مذہب کے احیاء کے لیے کام کیا۔ انہوں نے تعلیم کے شعبہ میں بڑا ہی اہم رول ادا کیا۔ بنارس میں سنٹرل ہندو کالج کو قائم کیا۔

شکل نمبر 8.5 اینی اسینٹ

اینی بسینٹ ہندوستان کی جدو جہد آزادی سے بھی منسلک تھیں۔ ہوم رول تحریک کے دوران انہیں قید کرلیا گیا تھا۔ 1917ء میں اینی بسینٹ کو انڈین نیشنل کانگریس کا صدر مقرر کیا گیا تھا۔

3.8 علی گڑھ تحریک

سرسید احمد خاں نے ایک پر اثر تحریک کو شروع کیا تھا۔ چونکہ اس تحریک کا مرکز علی گڑھ رہنے کی وجہ سے یہ تحریک علی گڑھ تحریک کہلائی۔

سرسید احمد خان کا تعلق مغلیہ دربار کے امراء کے ایک خاندان سے تھا۔ وہ انگریز کمپنی کے عدالتی عہدیدار تھے۔ سرسید احمد خان نے مسلمانوں اور برطانوی حکومت کے درمیان پائی جانی والی دشمنی کو رفع کرنے کی کوشش کی۔

سرسید احمد خان نے ہندوستانی مسلمانوں میں سیاسی شعور کو بیدار کرنے اور انہیں جدید تعلیم کی جانب راغب کرنے کے لئے تحریک چلائی۔ سرسید احمد خان نے 1875ء میں علی گڑھ میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج قائم کیا جو ہندوستانی مسلمانوں کا تعلیمی مرکز رہا۔ 1890ء میں یہ کالج علی گڑھ یونیورسٹی میں تبدیل ہوگیا۔

علی گڑھ تحریک کا بنیادی مقصد مسلمانوں میں جدید تعلیم کو فروغ دینا تھا۔ اس کے علاوہ اس تحریک نے مسلمانوں میں سائنسی فکر کو اجاگر کرنے اور تنقیدی نقطۂ نظر کو اپنانے کی جانب راغب کیا۔ 1884ء میں سرسید احمد خان نے سائنٹفک سوسائٹی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس میں انگریزی زبان کے سائنسی مضامین کا اردو میں ترجمہ کرواکر شائع کیا گیا تھا۔

انہوں نے مسلمانوں کو فرسودہ رسومات کو ترک کرنے کی تلقین کی۔ خواتین کے رتبہ کو بحال کرنے کی جدو جہد کی وہ چاہتے تھے کہ خواتین پردہ کی پابندی کے ساتھ تعلیم کو بھی حاصل کریں۔

سرسید احمد خان ایک سچے وطن پرست تھے۔ ہندؤوں کے ساتھ ان کے بہتر تعلقات تھے۔ مختلف تنظیموں بشمول برہمو سماج اور آریہ سماج نے سرسید کے کاموں کی ستائش کی۔ انہوں نے ہندو اور مسلمانوں دونوں کو ایک واحد قوم کہا۔ انہوں نے ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا اور کہا کہ ملک کی ترقی دونوں قوموں کے اتحاد میں مضمر ہے۔

شکل نمبر: 8.6 سرسید احمد خان

3.9 کارنامے

ہندوستان میں انیسویں صدی کی مذہبی وسماجی اصلاحی تحریکوں کے نتیجہ میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ غیر سماجی رسومات کا خاتمہ ہوا جیسے کہ ستی کی رسم کو غیر قانونی قرار دیا گیا اسی طرح بیواؤں کی دوبارہ شادی کو قانونی قرار دیا شادی کی عمر میں اضافہ کیا گیا۔ کئی توہم پرست رسومات کا خاتمہ ہوتا نظر آیا۔

ان اصلاحی تحریکوں کے نتیجہ میں قوم پرستی پیدا ہوئی ۔ یہ اصلاحی تحریکیں تمام ملک میں چلائیت جاری تھیں ۔ ظاہر ہے کہ اس کا اثر ہندوستان کے تمام افراد پر مرتب ہوا نتیجتاً ان میں اتحاد پیدا ہونے لگا۔ جو قومی جذبہ کی بیداری کا سبب ثابت ہوا۔

4 سبق کا خلاصہ

ہندوستان میں انیسویں اور بیسویں صدی کے دوران کئی اصلاحی تحریکیں شروع کی گئیں تھیں کئی نامور مصلحین جیسے راجہ رام موہن رائے، ویکانند، سرسید احمد خان جیسے مصلحین پیدا ہوئے جنہوں نے ہندوستانی سماج میں پائی جانے والی خامیوں کو دور کرنے کی کوششیں کیں اور فرسودہ رسومات کا خاتمہ کرنے کے لئے اہم کارنامے انجام دیئے۔ ستی کی رسم کو غیر قانونی قرار دلوایا، بیواؤں کی دوبارہ شادی پر پابندی کو برخواست کروایا۔ بچپن کی شادیوں کو غیر قانونی قرار دلوانے میں برطانوی حکومت کی مدد کی۔ حکومت کا ان مصلحین کا ساتھ دیتے ہوئے قوانین سازی کی ۔ ہندوستانیوں کو ذہنی طور پر بیدار کیا گیا۔ انہیں تعلیم کی اہمیت بتلائی رسمی تعلیم کے ڈھانچے کو تبدیل کیا اور مغربی طرز تعلیم کی جانب لوگوں کو راغب کیا۔ سائنسی فکر کو پیدا کرتے ہوئے تنقیدی نظر کو تقویت دلوانے میں ان مصلحین نے کام کیا۔ ہندوستانیوں میں ان اصلاحی تحریکوں نے اتحاد کے جذبہ کو پیدا کیا جو قومیت کی اساس ثابت ہوئی۔

5 زائد معلومات

مندرجہ بالا مصلحین کے علاوہ ہندوستان میں اور بھی مصلحین پیدا ہوئے جنہوں نے خدمت انسانی کے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ جیسے ڈی، کے، کروے ۔ جو ایک مشہور ماہر تعلیم تھے۔ تعلیم کے فروغ اور سماجی خدمات میں نمایاں کارنامے انجام دیئے ۔ 1916ء میں انڈین ویمنس یونیورسٹی کی بنیاد رکھی ۔ جس کے وہ 1932ء تک وائس چانسلر بھی رہے ۔ ملک کے مختلف دیہاتوں میں پچاس پرائمری اسکول بھی قائم کیے۔

کروے نے بیواؤں کی شادی کی ایک انجمن (Widow Marriage Associtionn) بھی قائم کی تھی۔ خود انہوں نے 1893ء میں ایک بیوہ سے شادی کی۔ 1896ء میں Widow Home قائم کیا۔ ان کے سماجی خدمات کے صلے میں ''بھارت رتن'' کے اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 مختصر جوابی سوالات

1 برہمو سماج کا بنیادی مقصد کیا تھا؟

2 ستی کی رسم سے کیا مراد ہے؟

3 پرارتھنا سماج کو کس نے قائم کیا تھا؟

4 ستیہ شودھک سماج کو کس نے قائم کیا تھا؟

5 سری نارائن دھرم پری پالن یوگم کا بنیادی مقصد کیا تھا؟

6 دیانند سرسوتی کی تعلیمات کس تصنیف میں ہیں؟

7 سوامی ویکانند کس کے شاگرد تھے؟

8 تھیوسوفیکل سوسائٹی کو کس نے قائم کیا تھا؟

9 علی گڑھ تحریک کے بانی کون تھے؟

10 اینگلو محمڈن کالج کہاں قائم کی گئی تھی؟

6.2 طویل جوابی سوالات

1 راجہ رام موہن رائے کی اہم سماجی اصلاحات کیا ہیں؟

2 ہندوستانی خواتین کی بہتری کے لئے راجہ رام موہن رائے نے کیا رول ادا کیا؟

3 سماجی اصلاحات میں پرارتھنا سماج نے کیا رول ادا کیا؟

4 رام کرشن مشن کی خدمات پر ایک نوٹ لکھئے؟

5 جیوتی باپھولے کی سماجی اصلاحات پر ایک نوٹ لکھئے؟

6 علی گڑھ تحریک کو بیان کیجیے

6.3 معروضی سوالات

6.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 برہمو سماج .... سنہ میں قائم کیا گیا۔

2 برہمو سماج کا کام تیزی سے..................کی قیادت میں پھیلنے لگا تھا۔

3 راجہ رام موہن رائے کے انتقال کے بعد برہمو سماج کے سربراہ..................ہوئے۔

4 مہاراشٹرا میں برہمو نظریات..................سبھا کے قیام کے بعد پھیلنے لگے۔

5 جیوتی با پھولے کی مشہور تصنیف..................تھی۔

6 سری نارائن گرو..................فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

7 دیانند سرسوتی کا اصلی نام..................تھا۔

8 رام کرشن مشن کو..................کے مقام پر قائم کیا تھا۔

9 تھیوسوفیکل سوسائٹی کا ہیڈ کوارٹر..................تھا۔

10 سائنٹفک سوسائٹی کو..................نے قائم کیا تھا۔

6.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 ستی کی رسم کو کس وائسرائے نے غیر قانونی قرار دیا تھا: ( )

(الف) ڈلہوزی (ب) ولیم بنٹنک

(ج) لارڈ کیننگ (د) لارڈ ڈفرن

2 کس سماج کا یقین تھا کہ سچی عبادت خدا کے بندوں کی خدمت میں مضمر ہے: ( )

(الف) برہمو سماج (ب) پرارتھنا سماج

(ج) آریہ سماج (د) ستیہ شودھ سماج

3 ستیارتھ پرکاش کے مصنف کون تھے: ( )

(الف) وویکانند (ب) دیانند سرسوتی

(ج) راجہ رام موہن رائے (د) جیوتی با پھولے

4 بنارس سنٹرل اسکول کو کس نے قائم کیا تھا: ( )

(الف) کیشب چندر (ب) وویکانند

(ج) اینی بسنٹ (د) دیانند سرسوتی

5 اینگلو محمڈن کالج کس نے قائم کیا تھا: ( )

(الف) جیوتی با پھولے (ب) سرسید احمد خاں

(ج) دیانند سرسوتی (د) وویکانند

6.3.3 جوڑیاں لگائیے

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے:

	A		B
1	ستی کی رسم کا خاتمہ	I	جیوتی با پھولے
2	مہادیو گووند راناڈے	II	مہاراشٹر امیں پرارتھنا سماج کے بانی مانے جاتے ہیں
3	سرواجنک ستیہ دھرم پستک	III	اینی بیسنٹ
4	نیو انڈیا	IV	ڈی۔کے۔کاروے
5	وڈو میرج اسوسی ایشن	V	1829ء

سبق - 9
ہندوستان کی جدوجہد آزادی

1 سبق کا خاکہ
2 تمہید
3 سبق کا متن
3.1 ابتدائی سیاسی انجمنیں
3.2 انڈین نیشنل کانگریس کا قیام اور مقاصد
3.3 اعتدال پسندوں کے کارنامے
3.4 انتہا پسندوں کا عروج
3.5 سودیشی اور بائیکاٹ تحریکیں
3.6 منٹو مورلے اصلاحات
3.7 انقلابی سرگرمیاں
3.8 مسلم لیگ کا قیام
3.9 قومی تحریک اور پہلی جنگ عظیم
4 سبق کا خلاصہ
5 زائد معلومات
6 نمونہ امتحانی سوالات
6.1 مختصر جوابی سوالات
6.2 طویل جوابی سوالات
6.3 معروضی سوالات
6.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجئے
6.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجئے
6.3.3 جوڑیاں لگائیے

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے

+ ہندوستانی قوم پرستی کے ابتدائی مراحل
+ ابتدائی سیاسی انجمنیں
+ قومیت کا عروج
+ انڈین نیشنل کانگریس کا قیام اور مقاصد
+ اعتدال پسندی کا عروج
+ سودیشی اور بائیکاٹ تحریکات
+ منٹو مورلے اصلاحات
+ انقلابی سرگرمیاں
+ قومی تحریک اور پہلی جنگ عظیم
+ مسلم لیگ کا عروج

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے ہندوستان میں ذہنی بیداری سے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اس سبق میں آپ قوم پرستی کے جذبات کے فروغ اور ہندوستانیوں کی جانب سے آزادی کی کوشش سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ یہ سمجھ پائیں گے کہ کس طرح سیاسی انجمنوں کا قیام عمل میں لایا گیا اور کس طرح ان انجمنوں نے آزادی کے لیے جدوجہد کی تحریک کو آگے بڑھایا۔

3 سبق کا متن

3.1 ابتدائی سیاسی انجمنیں

انیسویں صدی کے پانچویں دہے سے ہندوستان میں کئی ایک سیاسی تنظیموں کا قیام عمل میں آنا شروع ہوا۔ 1851ء میں برٹش انڈین اسوسی ایشن (British Indian Association) کا کلکتہ میں قیام عمل میں آیا۔ 1852ء میں بمبئی اسوسی ایشن (Bombay Association) اور مقامی مقامی اسوسی ایشن (Madras Native Association) قائم کی گئیں۔ یہ تمام انجمنیں مقامی تھیں لیکن یہ تمام ہندوستانیوں کی مانگ کی عکاسی نہیں کرتی تھیں۔

کچھ زمانے بعد اور کئی سیاسی انجمنیں قائم ہوئیں جو عوام کی مزید نمائندگی کرتی تھیں۔ جیسے سریندر ناتھ بنرجی نے 1876ء میں انڈین اسوسی ایشن (Indian Association) کو بنگال میں قائم کیا۔ 1876ء ہی میں مدراس مہاجن سبھا (Madras Mahajan Sabha) قائم کی گئی۔ 1884ء میں بمبئی پریسیڈنسی اسوسی ایشن (Bombay Presidency Association) کو قائم کیا گیا۔ ان تمام انجمنوں نے حکومت سے نمائندگی کرتے ہوئے اسے ہندوستانیوں کی تکالیف سے آگاہ کیا۔

3.2 انڈین نیشنل کانگریس کا قیام

ایک کل ہند سیاسی جماعت کی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔ 1883ء میں سریندر ناتھ بنرجی نے ایک کل ہند قومی کانفرنس طلب کی جس میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں آیا۔ تمام ہندوستان سے آئے ہوئے 72 مندوبین نے ڈسمبر 1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس کو قائم کیا۔ ایک وظیفہ یاب سول اسسٹنٹ اے۔ او ہیوم (A.O. Hume) نے انڈین نیشنل کانگریس کے قیام میں اہم رول ادا کیا۔ اس نے حفاظتی ڈھال کے نظریہ کو پیدا کیا۔ اس نظریہ کے مطابق انڈین نیشنل کانگریس کو وائسرائے لارڈ ڈفیرن کی ہدایت پر اے۔ او۔ ہیوم نے قائم کیا اس کا مقصد پر تشدد انقلاب کی ابتداء کو روکا جاسکے اور اس کی جگہ آئینی طریقہ کار کو دیا جاسکے۔ لالہ لجپت رائے کے الفاظ میں انڈین نیشنل کانگریس لارڈ ڈفرن کی دماغ کی اختراع تھی جس کا مقصد برطانوی حکومت کو خطرہ سے محفوظ رکھنا تھا۔ آر۔ دت نے بھی اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لارڈ ڈفرن کے خفیہ منصوبہ نے کانگریس کو وجود بخشا۔

ابتدا ہی سے کانگریس کو ایک جماعت نہیں بلکہ ایک تحریک خیال کیا جاتا تھا۔ ابتدائی کانگریسی قائدین کا مقصد سیاسی علم رکھنے والے افراد کے لیے ایک سیکولر اور جمہوری قومی تحریک کو قائم کرنے کی خواہش تھا۔

چوں کہ اے۔ او۔ ہیوم کانگریس کے قیام کا اہم منتظم تھا لہذا کانگریس قائدین نے اس کا ساتھ دیا اپنے ابتدائی دور میں کانگریسی قائدین حکومت کی دشمنی کو مول نہیں لینا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اے۔ او۔ ہیوم کا ساتھ دیا تاہم بہت جلد کانگریس ایک انقلابی جماعت بن گئی جس نے ہندوستانی آزادی کی قیادت کی۔

3.3 اعتدال پسندوں کے کارنامے

قومی تحریک کی ابتدائی زمانہ کو اعتدال قومیت کا دور کہا جاتا ہے۔ اس میں ہندوستانی قومیت کے نظریہ اور آزادی کو فروغ دینے کے لیے ایک شہ نشین کو تیار کیا۔

ابتداء میں اعتدال پسندوں نے برطانوی حکومت کے تئیں اس امید پر مثبت رویہ کو اختیار کیا کہ برطانوی حکومت ہندوستان

کو جدید بنانے کے لیے ان کی مدد کرے گی۔ انہوں نے یہ بھی امید باندھ رکھی کہ برطانوی حکومت سائنس اور ٹکنالوجی کی مدد سے ایک پیداواری طاقت کو پیدا کرے گی۔ وہ سامراجی حکومت کی خامیوں سے بہتر طور پر واقف تھے لیکن یہ امید کرتے تھے کہ اچھائی غالب آئے گی اور وہ ہندوستان کی از سر نو تعمیر کریں گے۔ بتدریج انہوں نے محسوس کیا کہ سماجی ترقی خاطر خواہ نہیں ہے جو معاشی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ تھی۔ دادا بھائی نوروجی، گوبند رانا ڈے اور آر۔سی دت نے یہ ثابت کر دیا کہ برطانوی معاشی پالیسی ہندوستان کی معاشی ترقی میں رکاوٹ ہے لہذا قومی رہنماؤں نے قومی معاشی احتجاج کو منظم کیا۔ اعتدال پسندوں نے محسوس کیا کہ برطانوی حکومت ہندوستانی غربت کی ذمہ دار ہے ان کا مقصد ہندوستانی سرمایہ کاری سے صنعت کو ترقی دینا تھا کیوں کہ وہ بیرونی سرمایہ کاری کو ایک برائی مانتے تھے۔ ان کا یہ یقین تھا کہ ہندوستان کی معاشی ترقی ہندوستانی سرمایہ کاروں کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔
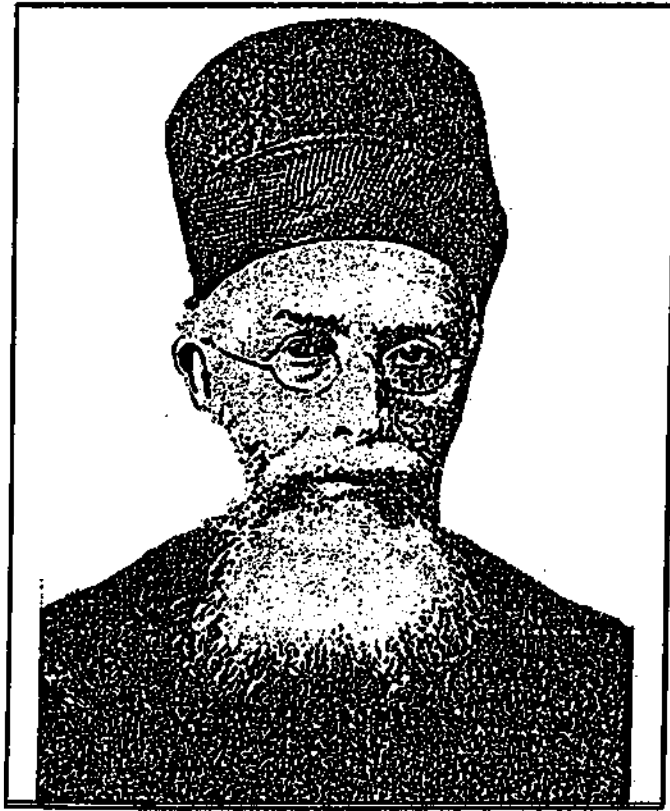
شکل نمبر 9.1 دادا بھائی نوروجی

اعتدال پسند اس بات کو منظر عام پر لانے میں کامیابی حاصل کی۔ برطانوی حکومت کی اپنائی ہوئی آزاد تجارت کی پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے اس کو ہندوستانی صنعت کی ترقی میں ایک بڑی رکاوٹ قرار دیا۔

قومی رہنماؤں کی مرکزی توجہ سامراجیت کے اخراج نظریہ پر تھی اخراج نظریہ کے مشہور موجد دادا بھائی نوروجی نے کہا کہ برطانوی معاشی پالیسیوں نے ہندستانی دولت اور خون کو چوس لیا ہے انہوں نے دولت کے اخراج کے خلاف مہم چلائی اور کہا کہ:

دولت کا اخراج ہی ہندوستان کی غربت اور برطانوی حکومت کی بنیادی برائی ہے

دولت کے اخراج کی مذمت کرتے ہوئے اعتدال پسند سامراجیت کے مقصد کو واضح کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اعتدال پسند رہنما سیاسی طریقوں میں معتدل اور برطانوی حکومت کے وفادار تھے لیکن وہ برطانوی حکومت کی سیاسی بنیادوں کو قلم کرتے ہوئے عدم دلچسپی، عدم وفاداری اور اشتعال کے تخم بونے لگے اس لیے 1875ء سے 1905ء کے دور کو ذہنی انتشار کا دور کہا جا سکتا ہے جس نے قومی جذبے کی ترویج کی۔

3.4 انتہا پسندی کا عروج

برطانوی حکومت کی سرد مہری اور ہندوستانیوں کی بڑھتی ہوئی تکالیف نے ہندوستانی قائدین میں نئے رجحانات کو پیدا کیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ برطانوی حکومت ان کے ساتھ انصاف نہیں کرے گی اس کے لیے انہیں جدوجہد کرنا ہوگا۔ انیسویں صدی کے آخری سرے پر یہ نئے رجحانات پیدا ہونے لگے جس کو بجا طور پر انتہا پسندی سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

شکل نمبر 9.2 لالہ لجپت رائے
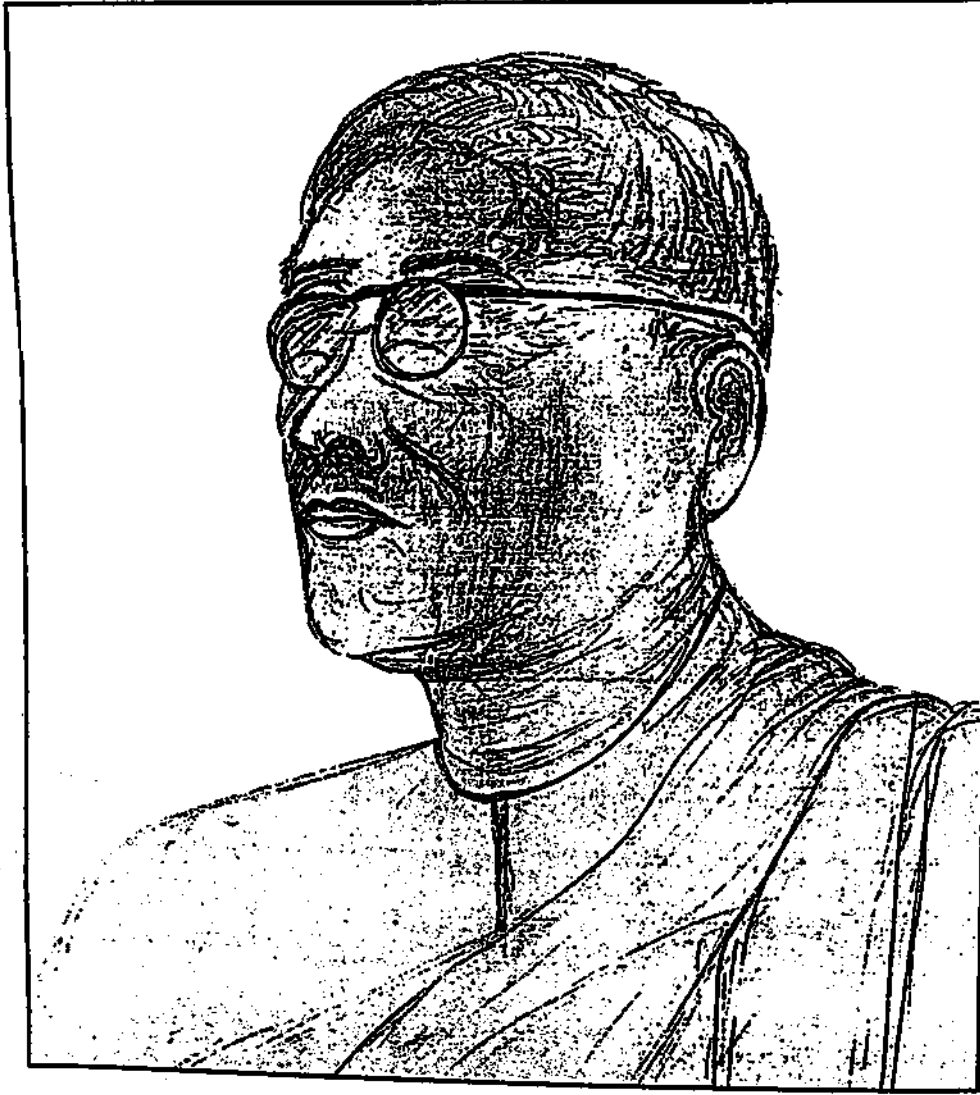
شکل نمبر 9.3 بپن چندر پال

لارڈ کرزن دسمبر 1898ء میں ہندوستان کا وائسرائے مقرر ہوا اس نے ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی پالیسی کو اختیار کیا اس ضمن میں تقسیم بنگال ایک اہم قدم تھا رفتہ رفتہ کانگریسی قائدین برطانوی حکومت کی غیر منصفانہ پالیسیوں سے بے زار اور برہم ہونے لگے اور ان میں انتہا پسند نظریات پیدا ہونے لگے ان نظریات کو پیدا کرنے والوں میں بال گنگا دھر تلک، لالہ لجپت

رائے اور بپن چندر پال مشہور تھے۔ ان تینوں کو لال بال پال کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ انہوں نے دیگر کانگریسی قائدین کی مخالفت کی اور کہا کہ صرف انتظامی اصلاحات کی مانگ ناکافی ہے بلکہ ہمیں مکمل آزادی (سوراج) کی مانگ کرنی چاہیے۔

بال گنگادھر تلک نے اس ضمن میں "سوراج میرا پیدائشی حق ہے" کا مشہور نعرہ دیا

ان قائدین نے تشدد کے ذریعہ حصول آزادی کی کوشش کی۔ یہ نئے رجحانات عوام میں مقبول ہوتے گئے اور لوگ بتدریج آزادی کی تحریک سے وابستہ ہونے لگے اور آزادی کی تحریک ایک عظیم تحریک میں تبدیل ہوگئی۔

3.5 سودیشی اور مقاطعہ (بائیکاٹ) تحریکیں

تقسیم بنگال کے خلاف عوام میں برہمی پیدا ہوئی اور اس برہمی اور بے چینی نے سودیشی تحریک کی شکل اختیار کی اور برطانوی اشیاء کا مقاطعہ کیا جانے لگا۔ سودیشی کا مطلب 'اپنے ملک کا' ہوتا ہے۔ اپنی ملک کی تیار کردہ اشیاء کا استعمال اور برطانوی اشیاء کا مقاطعہ کیا جانے لگا اس احتجاج کے دوران کئی مقامات پر برطانوی اشیاء کو جلایا بھی گیا۔ اس تحریک میں طلبہ نے سرگرم حصہ لیا۔

لجپت رائے سودیشی سے تحریک سے متعلق کہا تھا کہ "اس کو میں میرے ملک کی نجات تصور کرتا ہوں"

سودیشی اور بائیکاٹ تحریکیں بڑی تیزی سے تمام ملک میں پھیلنے لگیں۔ اس تحریک میں عوام کی زیادہ سے زیادہ شمولیت نے اس تحریک کو تقویت دی۔ بال گنگادھر تلک نے اس تحریک کو برطانوی اقتدار کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی تجویز پیش کی۔

ان تحریکوں کو دبانے کے لیے حکومت نے سخت اقدامات اٹھائے لیکن عوام پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ حکومت نے جلسوں پر پابندی عائد کردی اور وندے ماترم نغمہ جس کو بنکم چندر چٹرجی نے لکھا تھا کے گانے پر بھی پابندی عائد کردی گئی۔ احتجاجیوں پر لاٹھیاں برسائی گئیں اور کئی طریقوں سے عوام میں دہشت پھیلانے کی کوشش کی گئیں لیکن عوام پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

کانگریس کے سورت اجلاس میں اعتدال پسندوں اور انتہاپسندوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا۔ اعتدال پسند سودیشی اور بائیکاٹ تحریکوں کی قراردادوں میں تبدیلی لانا چاہتے تھے اور وہ اس تحریک کو روک دینا چاہتے تھے۔

اس دوران حکومت کی زیادتی بڑھتی ہی گئی۔ بنگال مہاراشٹرا، پنجاب اور تامل ناڈو میں بے رحمی سے اس تحریک کو کچلنے کی کوشش کی گئی۔ 1910ء میں انڈین پریس ایکٹ (Indian Press Act) منظور کیا گیا جس کی رو سے حکام کو وسیع اختیارات دیے گئے کہ کسی بھی اخبار میں شائع ہونے والی ایسی خبر جو بغاوت کو ہوا دے تو اس اخبار کے ایڈیٹر کو سزا دے سکتے ہیں۔ کئی اخبارات پر پابندی لگادی گئی، کئی رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ تلک کو چھ سال کی قید سنائی گئی اور انہیں منڈالے کو ملک بدر کردیا گیا۔ تلک کی گرفتاری پر تمام ملک میں ہڑتالیں ہوئیں جس میں بمبئی کپڑے میل مزدوروں کی ہڑتال کافی مشہور ہے۔

3.6 منٹومورلے اصلاحات

برطانوی حکومت نے 1909ء میں اعتدال پسندوں کو راضی کرنے کے لیے منٹومورلے اصلاحات کا اعلان کیا ان کو قانون ہند 1909ء میں شامل کیا گیا۔ مورلے ہندوستان میں معتمد ریاست تھا جب کہ منٹو ہندوستان کا وائسرائے تھا لہذا یہ اصلاحات ان کے نام سے جاری کیے گئے۔ ان اصلاحات کے ذریعہ مرکزی قانون ساز مجلس میں اراکین کی تعداد 16 سے بڑھا کر 60 کردی گئی۔ جس میں 27 اراکین کے منتخب کرنے کی شرط تھی ان اراکین کو بالواسطہ طور پر زمین داروں، سرمایہ داروں اور تاجروں کی تنظیموں یا صوبائی قانون ساز مجالس کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ صوبائی قانون ساز مجلس کے اراکین کی تعداد کو بڑھا کر 50 کردیا گیا ان میں سے نصف سے کم اراکین کا انتخاب زمین داروں، تاجروں کی تنظیموں، یونی ورسٹیوں اور علاقائی تنظیموں سے ہوا کرتا تھا۔ اس دوران برطانوی حکومت نے فرقہ وارانہ بنیاد پر نمائندگی کے نظام کو پیش کیا۔ مسلمانوں کو علاحدہ حلقوں میں تقسیم کیا گیا جہاں سے صرف مسلم امیدوار ہی منتخب ہو سکتے تھے۔ یہ 'پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو' کی پالیسی کی جانب ایک قدم تھا۔ اس نظام کے ذریعہ ہندو اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی۔

منٹومورلے اصلاحات نے اعتدال پسندوں کو تو کچھ مطمئن کیا لیکن انتہا پسندوں نے اس کی مخالفت کی یہ اصلاحات ہندوستانیوں کو خودمختار حکومت عطا کرنے کے لیے نہیں تھے۔ مورلے منٹو نے اس بات کی تردید کی۔

3.7 انقلابی سرگرمیاں

کھلی سیاسی تحریکوں کے ساتھ ساتھ بیسویں صدی کے پہلے دہے میں انقلابی تحریکیں بھی زور پکڑنے لگیں۔ بنگال، مہاراشٹرا، تامل ناڈو اور پنجاب ان انقلابی سرگرمیوں کے اہم مراکز تھے۔ نوجوان پرامن طریقوں کے بجائے انقلابی طریقوں کو اپنایا۔ انقلابیوں نے غیر مقبول انگریزی عہدیداروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ دو وائسرائے منٹو اور ہارڈنگ کی جان لینے کی کوشش کی۔ 1907ء میں بنگال کے لفٹنٹ گورنر کو جان سے مارنے کی کوشش کی گئی۔ 1908ء میں خودی رام بوس اور پرفولا چکی نے

ایک جج کی گاڑی پر بم پھینکا۔ خودی رام بوس کو بعد میں پھانسی دے دی گئی اور کئی انقلابیوں کو گرفتار کیا جن میں اربند وگھوش بھی شامل تھے۔ رہائی کے بعد اربند وگھوش نے سیاسی سرگرمیوں کو ترک کر دی اور راہبانہ زندگی اختیار کی۔

انقلابی سرگرمیوں کو بیرون ہندوستان کئی ممالک میں ہندوستانیوں نے جاری رکھا۔ برطانیہ میں شیام جی کرشن ورمانے انقلابی تحریک کو منظم کیا اسی طرح یورپ اور ایشیاء کے دیگر ممالک میں بھی ہندوستانی انقلابیوں نے مراکز قائم کیے۔

1913ء میں امریکہ اور کناڈا میں ہندوستانی انقلابیوں نے غدر پارٹی کو منظم کیا اس نے ہندوستان پر برطانوی اقتدار کے خلاف انقلابی جنگ کرنے کا عہد کیا۔ اس کے کئی اراکین نے ایشیاء اور افریقہ میں سرگرم رول ادا کرتے رہے جب پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو اس پارٹی نے ہندوستان میں بغاوت کا منصوبہ بنایا لیکن برطانوی حکومت نے کئی اراکین کو گرفتار کرتے ہوئے اس منصوبہ کو ناکام کردیا۔

3.8 مسلم لیگ کا قیام

مسلم لیگ کا قیام 1906ء میں عمل میں آیا۔ لیگ کے قیام کی پہل آغا خاں اور نواب سلیم اللہ نے کی تھی۔ برطانوی حکومت نے مسلمانوں کو ایک مسلم جماعت کی تشکیل کے لیے حوصلہ دیا کیوں کہ وہ ہندو اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتے تھے۔ ہندو اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف کھڑا کرنے برطانوی حکومت کی ایک سازش تھی۔ مسلمانوں میں علاحدگی پسند نظریات کو ابھارنا شروع کیا۔ دراصل برطانوی حکومت کی یہ سازش مسلمانوں کو قوم پرست تحریک سے دور رکھنے کی ایک کوشش تھی۔

یوں تو مسلم لیگ قائم ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے مفادات کے خاطر برطانوی حکومت سے وفاداری کا اعلان کیا لیکن اس جماعت نے یہ بھی خیال رکھا کہ مسلمان ہندوستان میں آباد دوسری قوموں کے ساتھ مخالفانہ رویہ روا نہ رکھیں۔

باوجود مسلمانوں کو قومی تحریک سے روکنے کی برطانوی کوشش کے مسلمان کثیر تعداد میں اس تحریک سے وابستہ ہوتے گئے جن میں ابوالکلام آزاد، محمد علی، حکیم اجمل خاں وغیرہ شامل تھے۔ 1913ء میں مسلم لیگ نے خودمختار حکومت کی مانگ کی اسی برس محمد جناح مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے۔

3.9 قومی تحریک اور پہلی جنگ عظیم

پہلی جنگ عظیم کی ابتداء 1914ء میں ہوئی اور یہ جنگ 1918ء تک جاری رہی۔ برطانیہ نے اتحادیوں کا ساتھ دیا تھا۔ ہندوستان سے 1,50,000 فوجیوں کو اس جنگ میں بھیجا گیا اور جنگی اخراجات کے لیے کئی ملین پونڈس ہندوستان سے استعمال کیے گئے دوران جنگ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نے مخالف برطانوی جدوجہد شروع کیا۔ برطانوی حکومت ترکی کی خلافت کے مخالف تمام دنیا میں خلافت کی بقا کے لیے تشویش پیدا ہوئی جس میں ہندوستان نے بھی اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ دوران جنگ

کسانوں نے بھی تحریکیں چلائیں۔ دوران جنگ قومی تحریک میں تیزی پیدا ہونے لگی۔ برطانوی حکومت کے کھوکلے وعدوں کو بھجتے ہوئے ہندوستانیوں نے آزادی کی جدوجہد میں تیزی پیدا کردی۔

1914ء میں تلک کو قید سے رہا کیا گیا اور انہوں نے 1916ء میں ہوم رول لیگ کو تشکیل دیا۔ کچھ ماہ بعد اینی بسنت نے دوسری ہوم رول لیگ کو قائم کیا۔ 1916ء میں کانگریس کے لکھنو اجلاس میں اعتدال پسندوں اور انتہاء پسندوں میں سمجھوتہ ہوا۔ اس سے اہم بات مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان اتحاد تھا۔ اس اتحاد کو لکھنو پیکٹ سے موسوم کیا جاتا ہے جو کہ آزادی کی حصول کی جانب ایک اہم پیش قدمی تھی۔

4 سبق کا خلاصہ

برطانوی حکومت کے بڑھتے ہوئے اقتدار نے ہندوستانیوں میں قومی بیدار کو پیدا کیا۔ ابتداء میں چھوٹی چھوٹی سیاسی انجمنیں قائم ہوئیں جس کے ذریعہ حکومتی امور میں نمائندگی کی مانگ کی جانے لگی۔ کچھ عرصہ بعد ایک کل ہند سیاسی انجمن کے قیام کو محسوس کیا گیا اور اس طرح 1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں آیا۔ آزادی کی جدوجہد میں طریقہ کار کے اختلاف نے کانگریسی قائدین کو دو گروہوں اعتدال پسند اور انتہا پسند میں تقسیم کردیا۔ حالاں کہ دونوں کا مقصد حصول آزادی تھا۔ لیکن ان کے طریقہ کار میں فرق تھا۔ قومی جدوجہد کے بڑھتے ہوئے اثر کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت نے منٹو مورلے اصلاحات کو پیش کیا لیکن وہ ناکافی تھے۔ برطانوی حکومت نے ایک اور سازش کے ذریعہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کو ایک علاحدہ جماعت تشکیل دینے کے لیے اکسایا گیا اس طرح 1906ء میں مسلم لیگ کو قائم کیا گیا۔ باوجود مسلمانوں کو قومی تحریک سے دور رکھنے کی برطانوی کوشش کے مسلمان بڑی تعداد میں قومی تحریک سے وابستہ ہوتے گئے۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران قومی تحریک میں تیزی پیدا ہوگئی اور ہندوستانیوں نے خود مختار حکومت کی مانگ کی۔

5 زائد معلومات

میڈم کاما ایک انقلابی مجاہد آزادی گزری ہیں۔ وہ 1861ء میں بمبئی (موجودہ ممبئی) ایک خوش حال پارسی خاندان میں پیدا ہوئیں تھیں۔ وہ اٹلی کے انقلابی میزینی سے متاثر تھیں انہوں نے اسٹوٹ گراڈ میں منعقد آئی۔ این سوشلسٹ کانگریس میں شرکت کی اور اجلاس میں ہندوستانی پرچم کو لہرایا۔ ہتھیار بند انقلاب کی وہ موکل تھیں انہوں نے ایک رسالہ ''وندے ماترم'' شروع کیا جس کے ذریعہ اپنی مشن کی تشہیر کی۔ وہ 1936ء میں انتقال کر گئیں۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 مختصر جوابی سوالات

1 برٹش انڈین اسوسی ایشن کب قائم ہوئی تھی؟

2 انڈین اسوسی ایشن کو کس نے قائم کیا تھا؟

3 مدراس مہاجن سبھا کہاں قائم کی گئی تھی؟

4 انڈین نیشنل کانگریس کب قائم ہوئی تھی؟

5 حفاظتی ڈھال کے نظریہ کو کس نے پیش کیا تھا؟

6 آزادی کے حصول کے لیے اعتدال پسندوں کا کیا طریقہ کار تھا؟

7 آزادی کے حصول کے لیے انتہا پسندوں کا کیا طریقہ کار تھا؟

8 منٹو مورلے اصلاحات کا اعلان کب کیا گیا تھا؟

9 انڈین پریس ایکٹ کس سنہ میں منظور کیا گیا تھا؟

10 مسلم لیگ کس سنہ میں قائم ہوئی تھی؟

6.2 طویل جوابی سوالات

1 ابتدائی سیاسی انجمنوں کے قیام کو بیان کیجیے؟

2 اعتدال پسندوں کے کارناموں کو بیان کیجیے؟

3 انتہا پسندوں کے کارناموں کو بیان کیجیے؟

4 مورلے منٹو اصلاحات کو بیان کیجیے؟

5 مسلم لیگ کے قیام اور کارناموں کو بیان کیجیے؟

6.3 معروضی سوالات

6.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 .... سنہ میں بمبئی اسوسی ایشن قائم ہوئی تھی۔

2 انڈین نیشنل کانگریس کو...................... نے قائم کیا تھا۔

3 دادابھائی نوروجی ایک .... پسند لیڈر تھے۔

4 لالہ لجپت رائے ایک .... پسند لیڈر تھے۔

5 1875تا1905ء کے دور کو .... کا دور کہا جاتا ہے۔

6 سودیشی سے مراد .... ہے۔

7 منٹو .... تھا۔

8 غدر پارٹی .... سنہ میں قائم ہوئی تھی۔

9 مسلم لیگ کے قیام کی پہل .... نے کی تھی۔

10 ہوم رول لیگ کو .... نے قائم کیا۔

6.3.2 صحیح جوابات کی نشاندہی کیجیے

1 مدراس مہاجن سبھا کب قائم ہوئی تھی: ( )

(الف) 1876ء (ب) 1878ء

(ج) 1875ء (د) 1879ء

2 دولت کے اخراج کے نظریہ کو کس نے پیش کیا تھا: ( )

(الف) سریندرناتھ بنرجی (ب) دادابھائی نوروجی

(ج) تلک (د) بپن چندر پال

3 ''سوراج میرا پیدائشی حق ہے'' نعرہ کس نے دیا تھا: ( )

(الف) بال گنگادھر تلک (ب) بپن چندر پال

(ج) لالہ لجپت رائے (د) دادابھائی نوروجی

4 کانگریس کے کس اجلاس میں اعتدال پسندوں اور انتہا پسندوں میں سمجھوتہ ہوا تھا: ( )

(الف) بمبئی (ب) الہ آباد

(ج) لکھنو (د) سورت

6.3.3 جوڑیاں لگایئے

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

	A		B
1	اعتدال پسند لیڈر	I	اعتدال پسند لیڈر
2	انتہا پسند لیڈر	II	مسلم لیگ
3	محمد علی جناح	III	لالہ لجپت رائے
4	انڈین نیشنل کانگریس	IV	ایک انقلابی
5	خودی رام بوس	V	اے۔او۔ہیوم
6	میڈم کاما	VI	اے۔او۔ہیوم نے پیش کیا تھا
7	مورلے	VII	ایک انقلابی مجاہد آزادی
8	حفاظتی ڈھال کا نظریہ	VIII	معتمد ریاست ہند

سبق - 10

گاندھی جی کی آمد

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 گاندھی جی اور اہنسا

3.2 پر امن مقاطعہ (بائیکاٹ)

3.3 گاندھی جی اور فرقہ وارانہ یگانگت

3.4 ہوم رول تحریک

3.5 رولٹ ایکٹ اور جلیان والا باغ المیہ

3.6 خلافت تحریک

3.7 تحریک عدم تعاون

3.8 سوراج پارٹی اور تعمیری پروگرام

3.9 سائمن کمیشن

3.10 اشتراکی اور انقلابی قائدین کا عروج

3.10.1 جدوجہد آزادی میں مختلف گروہوں کا رول

3.10.2 کسانوں، مزدوروں، اور خواتین کا رول

3.10.3 ادب اور صحافت کا رول

3.11 فرقہ وارانہ تنظیموں کا رول

3.12 شاہی ریاستوں میں قوم پرست تحریک

4 سبق کا خلاصہ

5 زائد معلومات

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 مختصر جوابی سوالات

6.2 طویل جوابی سوالات

6.3 معروضی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ گاندھی جی اور اہنسا
+ جدو جہد آزادی کے دوران پر امن مقاطعہ
+ گاندھی جی اور فرقہ وارانہ یگانگت
+ ہوم رول تحریک
+ رولٹ ایکٹ اور جلیان والا باغ المیہ
+ خلافت تحریک
+ تحریک عدم تعاون
+ سوراج پارٹی اور تعمیری پروگرام
+ سایمن کمیشن
+ اشتراکی اور انقلابی قائدین کا عروج
+ کسانوں، مزدوروں خواتین اور طلبہ کا رول
+ ادب اور صحافت کا رول
+ فرقہ وارانہ تنظیموں کا رول
+ شاہی ریاستوں میں قوم پرست تحریک

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے ہندوستانی قوم پرستی کے عروج سے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اس سبق میں آپ گاندھی جی کی آمد کے بعد آزادی کی جدو جہد میں واقع ہونے والے واقعات سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ حصول آزادی کے لیے گاندھی جی کے طریقہ کار اور اس کے خلاف برطانوی حکام کے ردعمل سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق کا متن

3.1 گاندھی جی اور اہنسا

پہلی جنگ عظیم کے اختتام تک جدو جہد آزادی میں کافی تیزی پیدا ہوگئی تھی۔ 1915ء میں گاندھی جی افریقہ سے

ہندوستان سے ہندوستان واپس ہوئے۔ان کی رہنمائی میں قومی تحریک کافی طاقتور ہوئی۔ کچھ ہی عرصہ بعد وہ ہندوستانیوں کے ایک عظیم قائد ہو گئے۔

گاندھی جی 2/ اکتوبر 1869ء پوربندر، گجرات میں پیدا ہوئے اپنی ابتدائی تعلیم ہندوستان میں حاصل کرنے کے بعد وہ 1886ء میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے برطانیہ گئے اور وہاں سے ہندوستان واپس ہونے کے بعد 1893ء میں پوربندر کی ایک فرم میں وکیل کی حیثیت سے نتال، جنوبی افریقہ گئے جہاں وہ 23 برس مقیم رہے۔افریقہ ہی میں گاندھی جی نے ستیہ گرہ کے نئے طریقہ کو اپنایا۔ان کی نظر میں عدم تشدد کے ذریعہ ہی ظلم پر فتح پائی جاسکتی ہے۔

1915ء میں گاندھی جی ہندوستان واپس ہوئے اور خود کو ہندوستان کی عوام کے لیے وقف کر دیا گاندھی جی نے عدم تشدد کے ذریعہ آزادی کے حصول کی کوشش کی۔عوام عدم تشدد کے نظریہ سے متاثر ہو کر جوق در جوق آزادی کے تحریک سے وابستہ ہونے لگے۔گاندھی جی نے ستیہ گرہ کے اصول کو بروئے کار لاتے ہوئے جد و جہد آزادی کو جاری رکھا جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ ستیہ گرہ کے نظریہ کو گاندھی جی نے افریقہ میں شروع کیا تھا۔ ہندوستان آنے کے بعد ستیہ گرہوں کے ذریعہ ہندوستانیوں کے مختلف مسائل کو حل کرانے کی گاندھی جی نے کوشش کی۔ ہندوستان میں پہلی ستیہ گرہ بہار کے ایک قصبہ چمپارن میں کی گئی جو پر اثر ثابت ہوئی اس کے بعد گاندھی جی کو قومی ہیرو کا درجہ حاصل ہو گیا۔ برطانوی حکومت چمپارن کے کسانوں کو نیل کی کاشت کرنے پر مجبور کر رہی تھی اور اس کی شجر کاری کو اپنی مقرر کردہ قیمت پر خریدتے تھے۔ چمپارن کے کسانوں نے گاندھی جی کو مدد کے لیے طلب کیا۔ اس طرح 1917ء میں گاندھی جی نے اپنی پہلی ستیہ گرہ کی۔ برطانوی حکومت نے ایک تحقیقی کمیٹی کو تشکیل دیا جس کی سفارشات کی بنیاد پر چمپارن زرعی بل (The Champaran Agrarian Bill) منظور کیا۔

گاندھی جی نے ستیہ گرہ کو مادی ہتھیار نہیں بلکہ اخلاقی ہتھیار کہا۔اور کہا کہ سیاسی اور فوجی اعتبار سے کمزور لوگ بھی اس ہتھیار سے انصاف حاصل کر سکتے ہیں۔

3.2 پرامن مقاطعہ (بائیکاٹ)

گاندھی جی کی قیادت میں قومی تحریک ایک کل ہند تحریک بن گئی۔عدم تشدد کے ذریعہ احتجاجات منظم کیے جانے لگے جس میں قانون کی خلاف ورزی، پرامن مظاہرے، عدالتوں کا مقاطعہ، تعلیمی اداروں کا مقاطعہ، شراب کی دکانوں کے روبرو دھرنا وغیرہ شامل تھے۔لوگ اس عدم تشدد کے طریقہ سے متاثر ہونے لگے اور ان میں دلیری پیدا ہونے لگی۔

3.3 گاندھی جی اور فرقہ وارانہ یگانگت

گاندھی جی نے خود کو ہندو مسلم اتحاد کے لیے وقف کر دیا تھا۔

ان کی نظر میں فرقہ واریت قومیت کی ضد تھی

جو کہ غیر انسانی بات ہے انہوں نے کہا کہ ہندوستانی تہذیب مکمل طور پر نہ تو ہندو ہے نہ اسلامی اور نہ اسے اور کوئی نام دیا سکتا ہے۔ یہ ان سب تہذیبوں کا امتزاج ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہندوستانی اپنی تمدنی روایات کا احترام کریں اور اس کے ساتھ ساتھ دوسری تہذیبوں کی بہتر خصوصیات کو بھی قبول کریں۔ گاندھی جی نے خلافت تحریک کے دوران ہندو مسلم اتحاد پیدا کیا۔ انہوں نے ہندوؤں سے اپیل کی کہ وہ مسلمانوں کے اس برے وقت میں ان کی مدد کریں۔ جس طرح گاندھی جی نے ہندو مسلم مسئلہ کو حل کیا اس کا جنگ آزادی پر بڑا اچھا اثر مرتب ہوا۔

3.4 رولٹ ایکٹ اور جلیان والا باغ المیہ

1919ء میں حکومت نے ایک قانون رولٹ ایکٹ کے نام سے جاری کیا جس کی رو سے کسی بھی شخص کو بغیر شنوائی کے قید کیا جا سکتا تھا۔ تمام ملک میں اس قانون کے خلاف احتجاج کیا۔ اس قانون کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے لجسلیٹو کونسل کے تین اراکین مدن موہن مالا ویہ، محمد علی جناح اور مظہر الحق نے استعفیٰ پیش کر دیے۔

6/ اپریل 1919ء کو کئی مقامات پر مظاہرے کیے گئے اور پنجاب میں احتجاج کافی قوی تھا۔ حکومت نے احتجاج کو دبانے کے لیے سخت اقدامات اٹھائے۔ 10/ اپریل 1919ء کو کانگریس کے دو اہم قائدین ڈاکٹر ستیہ پال اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس گرفتاری کے خلاف 13/ اپریل 1919ء کو ایک پر امن احتجاجی جلسہ کو جلیان والا باغ میں منظم کیا گیا تھا۔ جنرل ڈائر نے اس جلسہ کو غیر قانونی قرار دیا اس نے سپاہیوں کو پر امن مجمع پر فائرنگ کا حکم دیا۔ فائرنگ کو اس وقت تک جاری رکھا گیا جب تک کہ تمام بندوقوں کی کارتوس خالی نہیں ہو گئیں۔ اس جلسہ میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ فائرنگ میں کوئی 1,000 افراد ہلاک اور تقریباً 2,500 افراد زخمی ہوئے تھے۔ اس بربریت پر تمام ملک میں غم وغصہ کی لہر کا دوڑ نا ایک لازمی نتیجہ تھی۔ اس خونی بربیت کے فوری بعد پنجاب میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔ رابندر ناتھ ٹاگور نے احتجاجاً اپنا خطاب واپس کر دیا۔

3.5 خلافت تحریک

خلافت کی تحریک کو 1920ء میں مشہور علی برادران محمد علی اور شوکت علی نے ترکی کے ساتھ کیے جانے والی ناانصافیوں کے خلاف منظم کیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد بھی اس میں شامل تھے۔ کانگریسی قائدین نے بھی خلافت تحریک میں حصہ لیا اور اسے تمام ہندوستانیوں میں منظم کرنے میں مدد کی۔ گاندھی جی نے دہلی میں نومبر 1919ء کو منعقد آل انڈیا خلافت کانفرنس کی صدارت کی۔ انہوں نے خلافت تحریک کے لیے کانگریس کی مکمل حمایت کا اعلان کیا۔ ہڑتالیں اور احتجاجی جلسے مشترکہ طور پر منعقد کیے گئے جو

ہندو مسلم اتحاد کی ایک بہترین مثال تھی۔ خلافت کی تحریک کا خاص مقصد ترکی کی خلافت کے رتبے کو بحال کرنا تھا۔ یہ تحریک بعد ازاں عدم تعاون تحریک میں ضم ہوگئی۔

3.6 تحریک عدم تعاون

1920ء میں ایک نئے طرز کی جدوجہد شروع ہوئی جس کو تحریک عدم تعاون کا نام دیا گیا۔

یہ تحریک دورخی تھی ایک مثبت اور دوسرا منفی رخ

مثبت رخ میں سودیشی کو فروغ دینا، چھوت چھات کا خاتمہ، ہندو۔ مسلم اتحاد، نشہ آور چیزوں کی مخالفت اور سوراج فنڈ کی وصولی شامل تھے جب کہ منفی رخ میں عدالتوں، تعلیمی اداروں اور لیجسلیٹو کونسلوں کا مقاطعہ شامل تھے۔

تحریک عدم تعاون عدم تشدد کی بنیاد پر منظم کیا گیا تھا۔ جس کو بتدریج عمل میں لایا گیا۔ ابتداء میں ہندوستانیوں نے برطانوی حکومت کے عطا کردہ، سر (Sir) کے خطابات کو واپس کردیا۔ گاندھی جی نے، قیصر ہند، کے خطاب کو 1920ء میں واپس کردیا۔ اس کے بعد حکومتی اور تعلیمی اداروں کا مقاطعہ کیا گیا۔ قومی تعلیم کا ایک نیا پروگرام شروع کیا گیا۔ جس کے تحت جامعہ ملیہ اور کاشی ودیہ پیٹھ جیسے تعلیمی ادارے قائم کیے گئے۔ گاندھی جی نے کپڑا کاتنے پر زور دیا تاکہ ہندوستانی خود اپنا تیار کردہ کپڑا پہنیں۔

یہ تحریک بڑی کامیاب رہی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے متحدہ اسی تحریک میں حصہ لیا۔ تحریک روز افزوں ترقی کرتی گئی۔ حکومت نے اس تحریک کو دبانے کی بہت کوششیں کیں۔ کئی مقامات پر پولیس نے مظاہرین پر گولیاں چلائیں۔ کئی کو گرفتار کیا گیا۔ چند ایک مقامات پر تشدد پھوٹ پڑا جیسے کیرالا میں موپلا (Mophla) کسانوں نے بغاوت کردی۔ دوران تحریک شہزادہ ویلز ہندوستان آیا تھا۔ 17 / نومبر 1921ء کو اس کی آمد پر تمام ہندوستان میں ہڑتالیں اور مظاہرے منظم کیے گئے۔ پولیس نے مظاہرین پر گولیاں چلائیں۔ گاندھی جی کے ماسوا تمام اہم قائدین کو گرفتار کرلیا گیا۔

ڈسمبر 1921ء میں کانگریس کا سالانہ اجلاس احمد آباد میں منعقد ہوا۔ حکیم اجمل خاں کی صدارت میں کانگریس نے تحریک عدم تعاون کو پنجاب اور خلافت کی ناانصافیوں کے ازالہ اور سوراج کے حصول تک جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

عظیم شاعر و قومی رہنما حسرتؔ موہانی کے مطابق
''سوراج سے مراد تمام تر بیرونی کنٹرول سے مبرا ایک مکمل آزادی ہے''
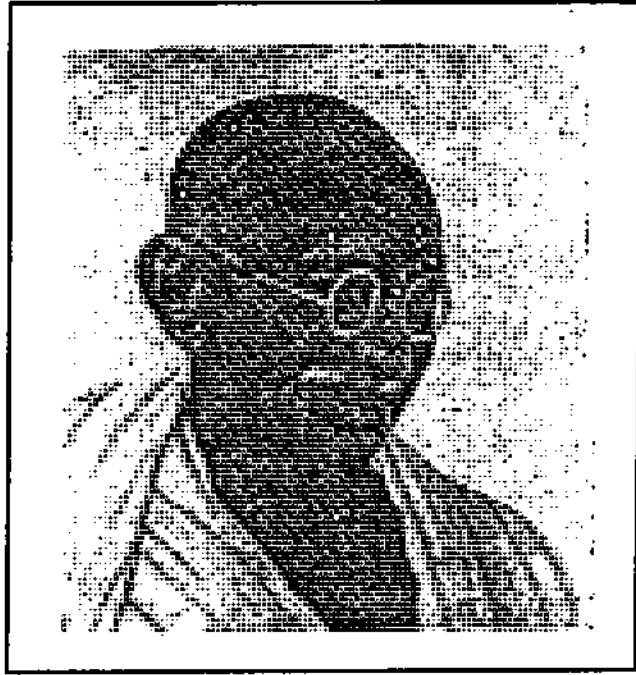
شکل نمبر 10.1 مہاتما گاندھی

1922ء میں چوری چورا کے مقام پر پولیس نے پرامن مظاہرین پر فائرنگ کردی جس پر وہ مشتعل ہوکر چوری چورا پولیس تھانہ کو آگ لگادی جس میں 22 پولیس والے مارے گئے اس واقعہ کے بعد گاندھی جی تحریک عدم تعاون کو واپس لینے کا اعلان کیا۔ گاندھی جی کو گرفتار کرلیا گیا اور انہیں 6 برس کی قید سنائی گئی۔ تاہم انہیں 2 برس کے اندر ہی رہا کردیا گیا۔ رہائی کے بعد گاندھی جی نے تعمیری پروگرام جیسے چرخہ کاتنا اور ہندو۔ مسلم اتحاد کے فروغ کے لیے کام شروع کیا۔

3.7 سوراج پارٹی اور تعمیری پروگرام

تحریک عدم تعاون کے خاتمہ کے بعد کانگریس دو حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک گروہ سی۔ آر داس اور موتی لال نہرو کی قیادت پر مشتمل تھا جب کہ دوسرا گروہ ڈاکٹر راجندر پرساد، ولبھ بھائی پٹیل اور ڈاکٹر انصاری پر مشتمل تھا۔ پہلا گروہ قانون ساز اسمبلی میں شامل ہونے کے حق میں تھا جب کہ دوسرا گروہ اس کا مخالف تھا۔ پہلے گروہ نے ایک سیاسی جماعت ''سوراج'' پارٹی کو 1923ء میں قائم کیا۔ اس نے اسمبلی کی رکنیت کو اختیار کرنے کا مقصد برطانوی حکومت کو اسمبلی میں دستوری رکاوٹیں ڈالتے ہوئے

ان کی قراردادوں کو منظور ہونے سے روکنا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح وہ اسمبلی میں حکومت پر دباؤ ڈال سکتے ہیں اور اپنے مطالبات منوا سکتے ہیں۔ لیکن جلد ہی انہوں نے یہ محسوس کیا کہ ایسے اقدامات بھی بے سود ہیں اور 1926ء میں سوراج پارٹی کے اراکین نے اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔

دوسرا گروہ تعمیری کاموں میں مصروف ہو گیا جس کی ابتداء گاندھی جی نے کی تھی۔ چھوت چھات کے خاتمہ، تعلیم کے فروغ اور دیہی زندگی کی ترقی کے لیے کام کرنا شروع کیا۔ گاندھی جی کی 1924ء میں قید سے رہائی ہوئی اور تعمیری کاموں میں اور بھی تیزی پیدا ہو گئی۔ ہندو۔ مسلم اتحاد کے فروغ کی کوشش کی گئی۔ کھادی کپڑے کے کاتنے کو عام کیا گیا جس کا مقصد غریب عوام کی معاشی حالت کو بہتر بنانا اور جدوجہد آزادی کی تشہیر کرنا تھا۔

3.8 سائمن کمیشن

سائمن کمیشن کو 1927ء میں برطانوی حکومت نے قانون ہند 1919ء کے طریقہ کار کا جائزہ لینے اور ضروری تبدیلیوں کی تجاویز کے لیے مقرر کیا تھا۔ اس کے چیرمین سر جان سائمن کے نام سے یہ سائمن کمیشن کہلایا جو برطانوی پارلمنٹ کے (7) اراکین پر مشتمل تھا۔ چوں کہ اس کمیشن میں کسی ہندوستانی کو شامل نہیں کیا گیا تھا اس لیے ہندوستانیوں نے اس کمیشن کی تشکیل اور اس کی آمد پر سخت برہمی کا اظہار کیا۔ چنانچہ 1927ء میں کانگریس کا ایک اجلاس مدراس میں منعقد ہوا جس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ وہ سائمن کمیشن کا مقاطعہ (بائکاٹ) کریں گے۔ مسلم لیگ نے بھی مقاطعہ کا فیصلہ کیا۔

جب 3/ فروری 1928ء کو کمیشن ہندوستان پہنچا تو تمام ہندوستان میں اس کے خلاف ہڑتالیں منظم کی گئیں۔ جہاں جہاں یہ کمیشن گیا وہاں پر عوام نے اس کے خلاف مظاہرے کیے اور ہر جگہ اس کا استقبال ''سائمن واپس جاؤ'' کے نعرہ سے کیا گیا۔ پولیس نے مظاہرین پر لاٹھیاں برسائیں۔ ان ہی مظاہروں میں لالہ لجپت رائے اور گوبند ولبھ پنت بھی زخمی ہوئے اور وہ زخموں سے جانبر نہ ہو سکے۔

مدراس کانگریس کا اجلاس جو ایم۔ اے۔ انصاری کی قیادت میں منعقد ہوا تھا اس میں مکمل آزادی کے مطالبہ کی قرارداد کو منظور کیا گیا۔

3.9 اشتراکی اور انقلابی قائدین کا عروج

قومی تحریک میں اشتراکی نظریات بتدریج سرایت کرنے لگے۔ روسی انقلاب مجاہدین نے آزادی کی فکر پر گہرا اثر مرتب کیا۔ کئی قائدین نے اشتراکی نظریات کو اپناتے ہوئے انہیں جدوجہد آزادی کے لیے استعمال کرنے کی حمایت کی۔ ان میں سب سے اہم جواہر لال نہرو تھے۔ وہ کارل مارکس اور دیگر اشتراکی قائدین سے متاثر ہوئے اور وہ یورپی اشتراکی قائدین سے قریبی

تعلق پیدا کیا تھا۔ انہوں نے کانگریس کو بنیادی سماجی پروگرام اور معاشی تعمیر نو کو اپنانے کے لیے راضی کیا۔ حالاں کہ کانگریسی ان کے اشتراکی نظریات پر مکمل طور پر کاربند نہیں رہے لیکن نہرو کے اشتراکی نظریات نے قومی تحریک پر اثر انداز رہے۔ نہرو کی مدد سے کانگریس سوشلسٹ پارٹی کو 1934ء میں قائم کیا گیا۔ اس سے قبل 1925ء میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا قائم کی گئی تھی جس نے صنعتی مزدوروں پر قومی اثر کو مرتب کیا تھا۔
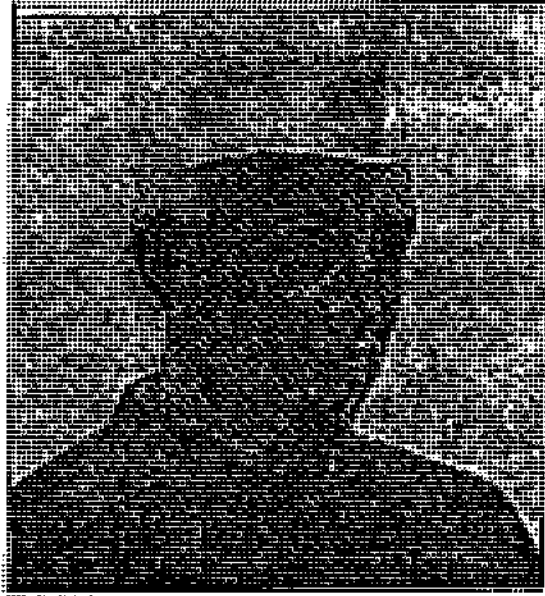
شکل نمبر 10.2 پنڈت جواہر لال نہرو

بیسویں صدی کے دوسرے دہے میں انقلابی تحریک پھر سے زور پکڑنے لگی جس کا مقصد مسلح بغاوت کے ذریعہ برطانوی حکومت کو بے دخل کرنا تھا۔ ان انقلابیوں میں رام پرساد بسمل، اشفاق اللہ خاں اور روشن سنگھ، چندر شیکھر آزاد بھگت سنگھ، میڈم کاما، پریتی لتا ودیدار اور بٹکناوت مشہور تھے۔ رام پرساد بسمل، اشفاق اللہ اور روشن سنگھ کو برطانوی حکومت نے موت کی سزا دے دی کیوں کہ انہوں نے 1925ء میں برطانوی خزانے کو لوٹ لیا تھا۔ چندر شیکھر آزاد نے سوشلسٹ ریپبلکن آرمی کو قائم کیا تھا جس میں کئی انقلابی قائدین نے شمولیت اختیار کی جن میں بھگت سنگھ بھی شامل تھے۔ 1929ء میں بھگت سنگھ اور دیگر انقلابیوں نے مرکزی لجسلیٹو اسمبلی میں بم ڈالے جس کے خلاف کئی انقلابیوں کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔
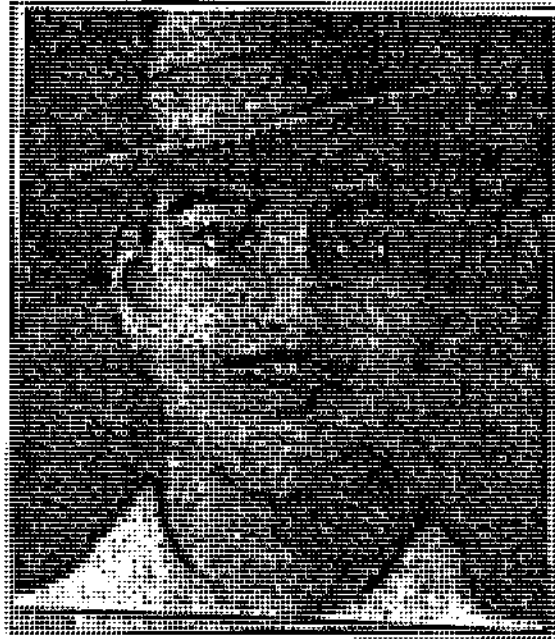
شکل نمبر 10.4 بھگت سنگھ

بعد میں بھگت سنگھ، راج گرو اور سکھ دیو کو پھانسی دے دی گئی ان کی پھانسی کے ردعمل پر تمام ہندوستان میں مظاہرے ہوئے۔ اسی دوران چندر شیکھر آزاد کو پولیس فائرنگ میں ہلاک کر دیا گیا۔

3.10 کسانوں، مزدوروں، خواتین اور طلبہ کا رول

کسان پہلی جنگ عظیم کے اختتام کے وقت قومی تحریک میں شامل ہوئے۔ کسانوں کے احتجاج اور بغاوت کے دو پہلو تھے۔ ایک زمین داروں کے ظلم و زیادتیوں کے خلاف اور دوسرا برطانوی حکومت کی مال گزاری سے متعلق پالیسیوں کے خلاف بغاوت۔ یہ بغاوتیں بتدریج بڑھتی گئیں۔ کثیر تعداد میں کسان عدم تعاون تحریک سے وابستہ ہوتے گئے۔ کسان سبھائیں منعقد کی جانے لگیں اور احتجاجات اور بغاوتیں چلتی رہیں۔ کئی علاقوں میں کسانوں نے مال گزاری ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ بابا رام چندر، این جی رنگا چند ایک قائدین تھے جنہوں نے کسانوں کو منظم کیا۔ آندھرا پردیش میں الوری سیتارام راجو نے کسانوں اور قبائلیوں کی بغاوت کو منظم کیا تھا۔ انہیں 1924ء میں قتل کر دیا گیا۔

1936ء میں کل ہند کسان سبھا (All India Kisan Sabha) قائم کی گئی جس نے کسانوں کے مطالبات کی یکسوئی کے لیے اور جدوجہد آزادی کے فروغ کے لیے نمایاں کام انجام دیا۔

کسانوں کی طرح مزدور بھی اپنی حالت کو سدھارنے کے لیے انجمنوں کو قائم کرنا شروع کیا اور اس طرح وہ قومی تحریک سے وابستہ ہو گئے ۔ 1920ء میں آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس کو قائم کیا جس کے قیام میں یم ۔ ین ۔ جوشی نے اہم رول ادا کیا تھا۔ 1928ء میں مدراس لیبر یونین قائم کی گئی ۔ مزدوروں کی حالت زندگی کے سدھار کے علاوہ ان تنظیموں نے مزدوروں کو قومی تحریک سے مربوط کیا۔

3.11 ادب اور صحافت کا رول

انیسویں صدی میں ہندوستانی ادب نے کافی ترقی کی ۔ اس ادب میں انسانی مسائل اور ان کی جدوجہد کو مرکزی حیثیت دی گئی ۔ سماج میں وقوع پذیر تبدیلیوں کا ادب میں ذکر کیا گیا ۔ ادب کے ذریعہ سماجی اصلاحات کی کوشش کی گئی اور جذبہ قومیت کو ابھارنے کی کوشش بھی کی گئی ۔ کئی ہندوستانی مصلحین نے ادب کی خدمات انجام دیں ۔ جیسے راجہ رام موہن رائے ، ایشور چندر ودیا ساگر ، ویراشالنگم پنتلو ، گوپال ہری وغیرہ۔

بیسویں صدی کا ادب جدوجہد آزادی سے متاثر تھا ۔ اس نے ہندوستانیوں میں حب الوطنی کو اجاگر کرنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا ۔ اس صدی کے ادب نے سماجی ناانصافی اور استبداد کے خلاف جذبہ کو ابھارنے میں مدد دی۔

انیسویں صدی میں ہندوستانی صحافت نے بڑی ترقی حاصل کی ۔ انگریزی اور مقامی زبانوں میں اخبارات شائع ہونے لگے ۔ جدوجہد آزادی تیزی کے ساتھ ساتھ اخبارات کی اشاعت میں بھی اضافہ ہوتا گیا ۔ ان اخبارات نے آزادی کے لیے قلم اٹھایا اور عوام کی حالت زار ، معاشی پسماندگی اور سماجی حالات پر مضامین تحریر کیے گئے ۔ حکومت کی عوام سے لاپرواہی پر اخبارات میں تحریر کیا جانے لگا جس سے لوگوں کو برطانوی حکومت کے رویہ کا علم ہونے لگا ۔ ایسی تحریروں کی وجہ سے کئی اخبارات کو حکومت کے ظلم کا شکار ہونا پڑا اس زمانے کے چند ایک مشہور اخبارات ، دی ٹریبون (The Tribune)، امرتا بازار پتریکا ، دی کیسری وغیرہ تھے ۔

3.12 فرقہ وارانہ تنظیموں کا رول

برطانوی حکومت کی ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' پالیسی نے ہندوستان میں فرقہ وارانہ جماعتوں کو پیدا کیا ۔ مسلمانوں میں مسلم لیگ اور ہندوؤں میں ہندو مہا سبھا قائم ہوئیں ۔ یہ دونوں جماعت زیادہ تر اعلیٰ طبقہ کی نمائندگی کرتی تھیں جو اپنی قوم کے لیے مراعات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں ۔ ان جماعتوں سے فرقہ واریت کو بڑھاوا ملنے لگا ۔ دونوں فرقوں میں کشیدگی بڑھنے لگی ۔ 1920ء میں فسادات پھوٹ پڑے جس میں کئی معصوم لوگ ہلاک ہو گئے ۔ 1924ء میں گاندھی جی نے امن بحال کرنے کے لیے بھوک ہڑتال کی۔

فرقہ داری پارٹیاں عوام میں زیادہ مقبول نہیں ہوئیں۔ ہندو مہا سبھا ایک مضبوط جماعت نہ بن سکی اسی طرح مسلم لیگ 1937ء کے انتخابات میں کافی حد تک ناکام رہی۔ جب مسلم لیگ نے پاکستان کے قیام کا مطالبہ کیا تو کئی مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی تھی۔

3.13 شاہی ریاستوں میں قوم پرستی

ہندوستان میں کوئی 600 ریاستیں تھیں جن پر شاہی حکمرانی تھی۔ ان میں زیادہ تر چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھی اور کچھ بڑی ریاستیں جیسے حیدرآباد۔ 1857ء کی بغاوت کے بعد بھی یہ آزاد رہیں۔ برطانوی حکومت نے ان ریاستوں کو نیم آزادانہ اختیارات دیے تھے اس لیے وہ برطانوی حکومت کے وفادار بنے رہے۔ ان شاہی ریاستوں میں عوام کو سیول آزادیاں حاصل نہ تھیں۔ انہیں حکمران کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا پڑتی تھی۔ قانون برائے نام تھا۔ لوگ ہراساں اور حکمراں عیش پرست تھے۔ حکمرانوں کی زیادتیوں اور ظلموں کے خلاف بغاوت کو بیدردی سے دبادیا جاتا تھا۔ کانگریس نے بھی ان شاہی ریاستوں کی بد حالی اور ہراساں عوام کی جانب توجہ نہیں دی تاہم ان میں کئی ریاستوں میں تنظیمیں قائم ہوئیں اور انہوں نے سیول حقوق کی مانگ شروع کی۔ 1927ء میں کل ہند ریاستوں کی عوامی کانفرنس (All India States Peopl's Confrence) کو منظم کیا گیا جس نے ان شاہی ریاستوں کی عوام کی حالت کو مرکزیت عطا کی۔

بتدریج کانگریس بھی ان ریاستوں کی عوام کی حالت زار اور ان کے حقوق کے لیے کام شروع کیا۔ دوسری ریاستوں کی طرح ہندوستانی ریاستوں میں سماجی، سیاسی اور معاشی آزادی کو دلوانے کی جدوجہد کی۔ ہندوستانی شاہی ریاستوں کے اقتدار کے خاتمہ کی جدوجہد تحریک کا ایک حصہ بن گئی۔

4 سبق کا خلاصہ

گاندھی جی اور ان کا عدم تشدد کا نظریہ ہندوستانیوں میں مقبول ہونے لگا۔ لوگ جوق در جوق جدوجہد آزادی سے جڑنے لگے۔ گاندھی جی نے ہندوستانیوں کے ساتھ ہونے والے مظالم کے خلاف عدم تشدد کی اساس پر مبنی ستیہ گرہ کو استعمال کرتے ہوئے ان کی حالت میں تبدیلی لانے کی کوشش کی۔ انہوں نے فرقہ وارانہ یگانگت کو پیدا کرنے کی کوشش کی۔ دونوں فرقوں مسلمان اور ہندوؤں کو قریب لایا جس کی بہترین مثال خلافت تحریک کے دوران نظر آتی ہے جب مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی اس تحریک میں شامل رہے۔ تحریک عدم تعاون کی اپیل پر دونوں فرقوں نے مثبت جواب اور اس تحریک سے وابستہ ہوگئے۔ اس تحریک کے واپس لینے کے بعد جدوجہد آزادی میں انقلابی سرگرمیاں پھر ایک مرتبہ تیز ہوگئیں۔ رفتہ رفتہ لوگ تحریک آزادی سے منسلک ہونے

گئے۔ کسان، مزدور، خواتین اور طلباء بھی جدو جہد آزادی میں اہم رول ادا کیے۔ باوجود حکومت کے جارحانہ رویہ کے تحریک تیز ہوتی گئی۔

5 زائد معلومات

تحریک عدم تعاون آندھرا میں بھی چلائی اور اس ضمن میں چیرالا پیرالا جدوجہد کافی مشہور ہوئی تھی۔

چیرالا اور پیرالا ضلع گنٹور کے دو دیہات تھے جہاں کی اکثریت جلاہوں پر مشتمل تھی۔ 1919ء میں حکومت مدراس نے ان دونوں دیہاتوں کو ایک میونسپلٹی میں تبدیل کر دیا۔ جس کی وجہ عوامی محصول 4,000 سے اضافہ ہو کر 30,000 روپے ہو گیا۔ ایسے میں ڈگی لارا گوپال کرشن نے ایک تنظیم ''آندھرا ودیا پیٹھ گوشٹھی'' قائم کی جس کے ذریعہ مقاطعہ (بائیکاٹ) تحریک کو جاری رکھا گیا۔ چیرالا پیرالا میونسپلٹی موقف کو ختم کرنے کی مانگ کی گئی اور عوام کو ہدایت دی گئی کہ وہ میونسپلٹی محصول ادا نہ کریں۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 مختصر جوابی سوالات

1 گاندھی جی کی پیدائش کب اور کس مقام پر ہوئی تھی؟

2 عدم تشدد سے کیا مراد ہے؟

3 ستیہ گرہ کا کیا مطلب ہے؟

4 گاندھی جی نے اپنی پہلی ستیہ گرہ کس مقام پر کی تھی؟

5 ہوم رول تحریک کو کس نے شروع کیا تھا؟

6 جلیان والا باغ المیہ کا بنیادی سبب کیا تھا؟

7 خلافت تحریک کیا تھی؟

8 سوراج پارٹی کو کب قائم کیا گیا تھا؟

9 سائمن کمیشن کی تشکیل کا مقصد کیا تھا؟

10 سوشلسٹ ریپبلکن آرمی کو کس نے قائم کیا تھا؟

6.2 طویل جوابی سوالات

1 گاندھی جی کی ابتدائی زندگی پر ایک نوٹ لکھیے

2 فرقہ وارانہ یگانگت کو پیدا کرنے میں گاندھی جی نے کیا رول ادا کیا تھا

3 جلیان والا باغ المیہ کو بیان کیجیے

4 خلافت تحریک کو بیان کیجیے

5 تحریک عدم تعاون پر ایک نوٹ لکھیے

6 سائمن کمشن پر ایک نوٹ لکھیے

7 اشتراکی نظریات کے عروج کو بیان کیجیے

8 جدوجہد آزادی میں انقلابیوں کے رول کا جائزہ لیجیے

9 جدوجہد آزادی میں کسانوں نے کیا رول ادا کیا

10 ادب اور صحافت نے آزادی کی کوشش میں کیا حصہ ادا کیا

6.3 معروضی سوالات

6.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 گاندھی جی..............سنہ میں ہندوستان واپس آئے۔

2 ستیہ گرہ کے نظریہ کو گاندھی جی نے ....میں شروع کیا تھا۔

3 رولٹ ایکٹ..............سنہ میں جاری کیا گیا تھا۔

4 خلافت تحریک کو..............اور.............. بھائیوں نے شروع کیا تھا۔

5 تحریک عدم تعاون..............سنہ میں شروع کی گئی تھی۔

6 سائمن کمیشن..............سنہ میں ہندوستان پہنچا تھا۔

7 کانگریس سوشلسٹ پارٹی..............سنہ میں قائم کی گئی تھی۔

8 آل انڈیا ٹریڈ یونین..............سنہ میں قائم ہوئی۔

9 پریتی لتا ایک..............مجاہد آزادی تھیں۔

10 آندھرا پردیش میں کسانوں اور قبائلیوں کی بغاوت کو.............. نے منظم کیا تھا۔

6.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 جلیان والا باغ کے اجتماع پر کس نے گولی چلانے کا حکم دیا تھا: (   )

(الف) لارڈ کیننگ (ب) لارڈ ڈفرن

(ج) جنرل ڈائر (د) لارڈ ڈلہوزی

2 آل انڈیا خلافت کانفرنس کی صدارت کس نے کی تھی: (   )

(الف) محمد علی جناح (ب) شوکت علی

(ج) محمد علی (د) گاندھی جی

3 گاندھی جی نے 'قیصر ہند' کا خطاب کس سنہ میں واپس کر دیا: (   )

(الف) 1922ء (ب) 1920ء

(ج) 1921ء (د) 1923ء

4 کس واقعہ کے بعد تحریک عدم تعاون کو واپس لے لیا گیا: (   )

(الف) موپلا بغاوت (ب) چوری چورا واقعہ

(ج) سائمن کمشن کی آمد (د) گاندھی جی کی گرفتاری

5 کس سنہ میں سوراج پارٹی کے اراکین اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ پیش کیے: (   )

(الف) 1924ء (ب) 1926ء

(ج) 1925ء (د) 1927ء

6.3.3 جوڑیاں لگایئے

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے:

	A		B
1	گاندھی جی کی پہلی ستیہ گرہ	I	1936ء میں قائم ہوئی
2	سائمن کمشن	II	1928ء میں قائم ہوئی
3	اشفاق اللہ	III	1917ء میں کی
4	کل ہند کسان سبھا	IV	7 اراکین پر مشتمل تھی
5	مدراس لیبر یونین	V	ایک انقلابی تھے

سبق - 11

سیول نافرمانی اور ہندوستان چھوڑ دو تحریکات

1 سبق کا خاکہ

2 تمہید

3 سبق کا متن

3.1 ڈانڈی مارچ

3.2 پہلی گول میز کانفرنس

3.3 گاندھی - اِرون معاہدہ (پیکٹ)

3.4 دوسری گول میز کانفرنس

3.5 دستوری تبدیلیاں اور صوبائی وزارتیں

3.6 سبھاش چندر بوس

3.7 آزاد ہند فوج

3.8 ہندوستانی قوم پرست اور دوسری جنگ عظیم

3.9 کرپس مشن

3.10 ہندوستان چھوڑ دو تحریک

3.11 دوسری جنگ عظیم کے دوران فرقہ واری سیاست

3.12 دوقومی نظریہ

3.13 مابعد جنگ واقعات

3.14 کیبنٹ مشن پلان

4 سبق کا خلاصہ

5 زائد معلومات

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 مختصر جوابی سوالات

6.2 طویل جوابی سوالات

6.3 معروضی سوالات

6.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

6.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

6.3.3 جوڑیاں لگائیے

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ ڈانڈی مارچ اور سیول نافرمانی تحریک کب اور کیوں شروع ہوئی۔
+ پہلی گول میز کانفرنس کب اور کہاں منعقد ہوئی تھی۔
+ گاندھی اِروِن پیکٹ کب اور کیوں کر طے پایا تھا۔
+ دوسری گول میز کانفرنس کب اور کہاں منعقد ہوئی تھی۔
+ قانون ہند 1935ء کے تحت دستوری تبدیلیاں اور صوبائی وزارتیں کیوں کر قائم ہوئیں۔
+ سبھاش چندر بوس
+ آزاد ہند فوج
+ ہندوستانی قوم پرستی اور دوسری جنگ عظیم
+ کرپس مشن
+ ہندوستان چھوڑ دو تحریک
+ دوسری جنگ عظیم کے دوران فرقہ واری سیاست
+ دو قومی نظریہ
+ مابعد جنگ عظیم واقعات
+ کیبنٹ مشن پلان

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے گاندھی جی اور قومی تحریک سے متعلق معلومات حاصل کیں اس سبق میں جدوجہد آزادی میں تیزی اور اس سے متعلق احتجاجات اور تحریکوں سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ مزید یہ بھی معلومات حاصل کریں گے کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران قوم پرستی کن مراحل سے گزر رہی تھی۔

3 سبق کا متن

3.1 ڈانڈی مارچ

ڈانڈی مارچ سول نافرمانی کا پہلا مرحلہ تھا جس میں نمک کے قانون کو توڑا گیا۔ گاندھی جی 12/ مارچ 1930ء کو اپنے

78 ساتھیوں کے ہمراہ سابرمتی آشرم سے ڈانڈی کے ساحل تک کا سفر پیدل طے کیا۔ 16/ اپریل 1930ء کو وہ 385 میل کا سفر طے کرتے ہوئے ڈانڈی کے مقام پر پہنچے جہاں انہوں نے نمک کے قانون کو توڑ کر سول نافرمانی تحریک کی ابتداء کی اس کے بعد تمام ملک میں سول نافرمانی تحریک پھیلتی گئی۔

شکل 11.1 مہاتما گاندھی اور ڈانڈی مارچ

برطانوی حکومت کے تدوین کردہ تمام قوانین کی سول نافرمانی تحریک کے دوران خلاف ورزی کی گئی۔ شراب کی دکانوں پر دھرنا دیا گیا۔ بیرونی اشیا کا مقاطعہ کیا گیا تحریک ملک کے مختلف حصوں میں پھیلتی گئی۔ شمال مغرب میں سرحدی صوبہ میں اس تحریک کی قیادت خان عبدالغفار خان نے کی۔ تمام اہم قائدین بشمول گاندھی جی اور جواہر لال نہرو کو گرفتار کر لیا گیا۔ 1931ء کی ابتداء تک 90,000 افراد کو گرفتار کر لیا گیا اور 67 اخبارات پر پابندی عائد کروا دی گئی۔ جنوری 1931ء میں گاندھی جی اور چند قائدین کو رہا کر دیا اور مارچ میں گاندھی اِرون معاہدہ طے پایا جس کی رو سے سول نافرمانی تحریک کو واپس لے لیا گیا۔ برطانوی حکومت نے وعدہ کیا کہ وہ سوائے تشدد میں ملوث قیدیوں کے تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کر دے گی۔ کانگریس نے دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔

3.2 پہلی گول میز کانفرنس

تیزی سے بڑھتے ہوئے احتجاج کے پیش نظر برطانوی حکومت نے پہلی گول میز کانفرنس نومبر 1930ء میں طلب کی

۔تا کہ ہندوستان کے نئے دستوری اصولوں کو وضع کیا جاسکے۔اس کانفرنس میں برطانوی جماعتوں کے 16 اراکین برطانوی ہندوستان سے 57 اراکین شامل تھے۔کانگریس نے اس کانفرنس میں شرکت نہیں کی تھی۔ہندوستانی قائدین م یں نا اتفاقی کی وجہ سے یہ کانفرنس ناکام رہی۔

3.3 گاندھی۔اِروِن معاہدہ (پیکٹ)

جنوری 1931ء میں گاندھی جی کو جیل سے رہا کیا گیا۔سری تیج بہادر سپرو اور ایم۔آر جاکر کی مداخلت کی سے گاندھی۔اِروِن معاہدہ 1931ء میں طئے پایا اِروِن اس وقت وائسرائے ہند تھے۔کانگریس ورکنگ کمیٹی نے اس معاہدہ کی توثیق کی اور گاندھی جی اور وائسرائے اِروِن نے 5 مارچ 1931ء کو اس پر دستخط کئے۔اس معاہدہ کی رو سے سیول نافرمانی تحریک کو واپس لے لیا جائے گا اور حکومت برطانیہ نے سوائے تشدد میں ملوث قیدیوں کے تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کرنے کا وعدہ کیا۔کانگریس دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرے گی۔

3.4 دوسری گول میز کانفرنس

دوسری گول میز کانفرنس ستمبر 1931ء میں لندن میں منعقد کی گئی تھی۔گاندھی جی نے کانگریس کی نمائندگی کی۔کانفرنس کے روبرو دو اہم مسائل تھے۔ایک ہندوستان کے لئے وفاقی ڈھانچے کی تفصیلات تیار کرنا اور ایک ایسا منصوبہ بنانا جو اقلیتوں کے لئے قابل قبول ہو۔

گاندھی جی نے ایک ''خود اختیار وذمہ دار حکومت'' کے فوری قیام کا مطالبہ کیا ایک ایسی حکومت میں مالیہ' فوج' دفاع اور خارجی معاملات پر مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے۔فرقہ واری نشستوں کے تحفظ پر اصرار کرنے تجویز پیش کی جسے گاندھی جی نے قبول نہیں کیا۔مسلمانوں اور پسماندہ طبقوں برطانوی نژاد ہندوستانیوں اور دوسری اقلیتوں نے آپس میں سمجھوتہ کرلیا لیکن سکھ نمائندوں نے اسے منظور نہیں کیا۔اس لیے دوسری گول میز کانفرنس بھی ناکام ہوئی اس کانفرنس سے واپسی کے بعد گاندھی جی کو گرفتار کرلیا گیا۔جس کی وجہ سے سیول نافرمانی تحریک اور بھی تیز ہوگئی حکومت نے سخت اقدام اٹھاتے ہوئے تحریک کو دبانے کی کوشش کی۔اپریل 1933ء تک کوئی ایک لاکھ بیس ہزار (1,20,000) افراد کو گرفتار کیا گیا۔مئی 1934ء میں سیول نافرمانی تحریک کو کانگریس نے واپس لے لیا۔

3.5 دستوری تبدیلیاں اور صوبائی وزارتیں

لندن میں منعقدہ تین گول میز کانفرنسوں کے نتیجہ میں قانون ہند 1935ء منظور کیا گیا جس کی رو سے ہندوستان کو ایک

وفاق میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس میں برطانوی ہند اور متعلقہ صوبے جات کے علاوہ ہندوستانی ریاستیں بھی شامل ہونگی۔صوبوں میں دوعملی کی بجائے داخلی خودمختاری کو رائج کیا گیا۔صوبائی حکومت کے وزراء صوبائی مقننہ کو ہی جوابدہ ہوں گے صوبائی عاملہ گورنر اور کابینہ پر مشتمل ہوگی۔صوبائی مقننہ میں وزراء کا تقرر گورنر کرے گا۔واضح اکثریتی جماعت کے قائد کووزیر اعلیٰ بنایا جائے گا لیکن گورنر جنرل کے اختیارات کو برقرار رکھا جائے گا۔ان کا تقرر برطانیہ کرے گی نیز گورنر کو حق تنسیخ یا حق استرداد (veto power) حاصل ہوگا۔پولیس اور سیول سرویس پر گورنر کا کنٹرول رہے گا۔سیاسی اور معاشی معاملات میں گورنر کے اختیارات میں ہوں گے۔رائے دہی کا حق بھی محدود ہوگا۔جس کے مطابق صرف 14 فیصد عوام کو ہی ووٹ دینے کا حق حاصل ہوگا۔

قانون حکومت ہند 1935 سے ہندوستانی ناخوش تھے۔مقبوضہ صوبجات (Dominion Status) کا جو وعدہ کیا گیا تھا اس کو بھی قانون ہند میں شامل نہیں کیا گیا۔فرقہ واری نمائندگی کو بھی باقی رکھا گیا۔ہریجنوں کو علاحدہ نمائندگی دی گئی جس کا مقصد ان کو دوسرے ہندؤوں سے الگ کرنا تھا۔یعنی حکومت ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی پالیسی پر قائم تھی۔

1937ء کے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے حصہ لیا جس میں کانگریس کو تین صوبوں میں اکثریت حاصل ہوئی اور دیگر تین صوبوں میں کافی نشستیں حاصل ہوئیں۔7 صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں تشکیل پائیں بعد میں دیگر صوبوں میں بھی دوسری جماعتوں کی مدد سے بھی وزارتیں قائم کیں۔ان صوبائی حکومتوں نے کسانوں کی سدھار پر زیادہ توجہ مرکوز کی۔تعلیم کے شعبہ میں بھی اصلاحات کے لیے کام کیے گئے اور صحت عامہ اور بنیادی ضروریات پر بھی اپنی توجہ کو مرکوز کیا۔گرفتار شدہ مجاہدین آزادی کو رہا کروایا۔

3.6 سبھاش چندر بوس

ہندوستان کے تشدد پسند سیاسی رہنماؤں میں سبھاش چندر بوس ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔وہ 23/جنوری 1897ء کو کٹک،اڈیسہ میں پیدا ہوئے۔فطری طور پر وہ باغیانہ مزاج رکھتے تھے۔اپنی ابتدائی تعلیم کلکتہ میں مکمل کرنے کے بعد کیمبرج،لندن میں اپنی اعلیٰ تعلیم کو حاصل کیا۔وہ انڈین سیول سرویس کے لیے منتخب کیے گئے۔جلیان والا باغ المیہ کے بعد حکومت سے منحرف ہوکر تشدد پسند سرگرمیوں کا آغاز کیا۔انہوں نے طلباء اور نوجوانوں کی تنظیموں کو منظم کرتے ہوئے قومی تحریک کو تقویت بہم پہنچائی۔دہشت پسند سرگرمیوں کو منظم کرنے کے الزام میں انہیں گرفتار کرلیا گیا۔رہائی کے بعد مکمل طور پر سیاست سے وابستہ ہوگئے۔نمک ستیہ گرہ میں شرکت کی۔اروِن۔گاندھی سمجھوتہ پر ناراضگی ظاہر کی۔کچھ عرصہ بعد کلکتہ سے اچانک غائب ہوگئے اور جرمنی میں ہندوستانی جنگی قیدیوں کو بھرتی کرتے ہوئے انڈین نیشنل آرمی (Indian National Army) یعنی آزاد ہند فوج قائم کی جس کے ذریعہ ہندوستان میں برطانوی اقتدار کو بےدخل کرنے میں انقلابی اور فوجی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔وہ 8/اگست 1945ء کو ایک ہوائی حادثہ میں ہلاک ہوگئے۔

شکل نمبر 11.2: سبھاش چندر بوس

3.7 آزاد ہند فوج

آزاد ہند فوج (Indian National Army) جد و جہد آزادی کے دوران قائم ہونے والی ایک اہم تنظیم تھی۔ جاپان میں مقیم ایک ہندوستانی انقلابی راش بہاری نے انڈین انڈیپنڈنز لیگ (Indian Indepence League) کو قائم کیا تھا۔ اس لیگ نے بعد میں انڈین نیشنل آرمی کو قائم کیا۔ برطانوی حکومت کا ایک ہندوستانی فوجی موہن سنگھ نے اس تنظیم کو منظم کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ دوسرے ہندوستانی جنہوں نے آزاد فوج کو از سر نو منظم کیا ان میں سبھاش چندر بوس شامل تھے جو آزاد ہند فوج کے بانی کہلائے جاتے ہیں۔ 1944ء میں آزاد ہند فوج برما کے سرحد کو پار کرتے ہوئے منی پور پہنچی اور مزید پیش قدمی کرتے ہوئے کوہیما پر قبضہ کرلیا۔ وہاں سے امپھال کی جانب کوچ کی لیکن موسم کی خرابی کے باعث اور آگے نہ بڑھ سکی۔

3.8 ہندوستانی قوم پرست اور دوسری جنگ عظیم

دوسری جنگ کا آغاز 3/ستمبر 1939ء کو ہوا۔ برطانوی حکومت نے ہندوستانی عوام کی رائے لیے بغیر ہندوستان کو جنگ میں جھونک دیا۔ حالاں کہ ہندوستانیوں نے جرمنی اور اس کے حامیوں کی مذمت کی لیکن ساتھ ہی انہوں نے حکومت برطانیہ سے اس اعلان کا مطالبہ کیا کہ وہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ہندوستان کو آزادی دے دے گی۔ برطانوی حکومت نے ان مطالبات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس بات پر 1939ء میں کانگریسی اراکین صوبائی اسمبلیوں کی وزارتوں سے مستعفی ہو گئے۔ 1940ء میں بھی حکومت نے کانگریس کی جانب سے پیش کردہ دیگر مطالبات کو بھی رد کر دیا۔

اکتوبر 1940ء میں گاندھی جی نے انفرادی ستیہ گرہ کو شروع کیا۔ کئی افراد نے مخالف جنگ تقاریر کرتے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کی۔ پہلی انفرادی ستیہ گرہ کے لیے ونوبا بھاوے کو منتخب کیا گیا۔ انفرادی ستیہ گرہ تیزی کے ساتھ تمام ملک میں کی جانے لگیں۔ اندرون چھ ماہ کوئی 25,000 افراد کو قید کر لیا گیا۔

دوسری جنگ عظیم جاری رہی۔ امریکہ بھی جاپان کے پرل ہاربر پر حملے کے بعد جنگ میں شامل ہو گیا۔ 1942ء میں جاپان نے رنگون پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح دوسری عالمی جنگ ہندوستان کے دروازے تک پہنچ گئی۔ عالمی دباؤ کی بناء پر حکومت برطانیہ نے ہندوستانی عوام کے مطالبات پر غور کرنے کے لیے مارچ 1942ء کو سر اسٹافورڈ کرپس کو ہندوستان روانہ کیا۔

3.9 کرپس مشن

حکومت برطانیہ نے مارچ 1942ء میں سر اسٹافورڈ کرپس کو ہندوستان روانہ کیا تاکہ ہندوستانی قائدین سے بات چیت کر کے دستوری اصلاحات کی تجاویز پیش کرے۔ کرپس ایک مدبر تھے اور وہ جواہر لال نہرو کے دوست بھی تھے۔ ان کے ہندوستان میں آنے سے ہندوستانیوں میں امیدیں پیدا ہو گئیں۔ کرپس نے ہندوستانی سیاسی جماعتوں کے قائدین سے بات چیت کی لیکن یہ بات چیت ناکام رہی کیوں کہ حکومت برطانیہ ہندوستانیوں کو اقتدار منتقل کرنے سے انکار کر دیا۔ کرپس سے بات چیت میں ناکامی کے بعد کانگریس نے 8/اگست 1942ء کو ہندوستان چھوڑ دو تحریک کی قرارداد کو منظور کر لیا۔

3.10 ہندوستان چھوڑ دو تحریک

8/اگست 1942ء کو کانگریس نے ہندوستان چھوڑ دو تحریک کی قرارداد کو منظور کیا جس کے ذریعہ برطانوی اقتدار کے خاتمہ کے لیے تحریک چلانے کا اعلان کیا گیا تھا۔ گاندھی جی نے اس ضمن میں ''کرو یا مرو'' کا نعرہ دیا۔ گاندھی جی نے کہا تھا کہ یا تو ہم اپنی آزادی حاصل کریں گے یا آزادی کی کوشش میں اپنی زندگی کو قربان کر دیں گے اس قرارداد کے دوسرے ہی دن کانگریس پر پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے تمام اہم قائدین کو گرفتار کر لیا گیا۔

قائدین کی گرفتاری پر تمام ملک میں غصہ کی لہر دوڑ گئی اور ہندوستان چھوڑ دو تحریک تمام ملک میں تیزی سے پھیلنے لگی۔ حکومت نے اس تحریک کو دبانے کی بہت کوششیں کیں۔ لیکن عوام نے اس تحریک کو تیزی سے آگے بڑھایا۔ ملک بھر میں ہڑتالیں منظم کی جانے لگیں۔ اسکول اور کالجوں کا مقاطعہ کیا جانے لگا۔ پرتشدد مظاہرے ہونے لگے۔ حکومت نے احتجاجیوں اور مظاہرین کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ پانچ ماہ میں 70,000 افراد کو قید کر لیا گیا۔ کئی سو افراد ہلاک کر دیے گئے حکومت نے کئی اہم قائدین بشمول گاندھی جی اور جواہر لال نہرو کو گرفتار کر لیا۔ اس کے باوجود یہ تحریک دوسری جنگ عظیم کے دوران جاری رہی۔

3.11 دوسری جنگ عظیم کے دوران فرقہ واری سیاست

فرقہ واری پارٹیوں کا قیام ہندوستانی سیاست کا ایک تاریک باب ہے۔ان فرقہ واری جماعتوں نے اپنے اپنے فرقوں کے مفادات کے تحفظ کا کام کیا۔یہ فرقہ واری جماعتیں دراصل برطانوی حکومت کے ہاتھوں کھیل رہی تھیں۔یہ جماعتیں آزادی کی راہ میں رکاوٹ بنی رہیں۔ان جماعتوں کو عام افراد کی حمایت حاصل نہیں تھی۔فرقہ واریت کے جنون نے ہندوستانیوں کے لیے بڑے مسائل پیدا کیے تھے۔

3.12 دوقومی نظریہ

1940ء میں مسلم لیگ کے لاہور اجلاس میں علاحدہ ریاست پاکستان کا مطالبہ کیا۔یہ مطالبہ دوقومی نظریہ کی بناء پر قائم تھا۔مسلم لیگ نے مطالبہ کیا کہ وہ علاقہ جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہو انہیں ملا کر ایک علاحدہ خودمختار ریاست کا درجہ دیا جائے۔کئی مسلمانوں نے علاحدہ ریاست کے مطالبہ کی مخالفت کی۔مولانا ابوالکلام آزاد نے اس مطالبہ کی سخت مخالفت کی اور علاحدہ ریاست کے قیام کو مخالف قومی اور مسلمانوں کے مفادات کے خلاف گردانا تھا۔کئی مسلم تنظیموں نے علاحدہ ریاست کے نظریہ کی مخالفت کی اور فرقہ واری رجحانات کے خلاف جدوجہد کی جس میں "خدائی خدمت گار" مشہور ہے جس کو خان عبدالغفار خان نے شمال۔مغربی سرحدی صوبہ میں منظم کیا تھا۔اس کے علاوہ دوسری تنظیموں جیسے بلوچستان میں وطن پارٹی،احرار پارٹی،کل ہندشیعہ سیاسی کانفرنس اور آزاد مسلم کانفرنس نے بھی دوقومی نظریہ کی مخالفت کی۔ان تنظیموں نے کانگریس کے ساتھ مل کر جدوجہد آزادی میں حصہ لیا۔

3.13 مابعد جنگ واقعات

دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد ایشیائی اور افریقی ممالک میں آزادی کی تحریکیں اور تیز ہوگئیں۔اس جنگ نے دنیا کا نقشہ ہی بدل ڈالا۔سامراجی ممالک جیسے برطانیہ کی صدیوں پرانی طاقت اب باقی نہیں رہی تھی۔روس ایک طاقتور ملک بن کر ابھرا۔ہٹلر کے زوال کے بعد جرمنی کے مقبوضہ علاقوں میں اشتراکی ریاستیں قائم ہوگئیں۔

برطانیہ میں لیبر پارٹی برسر اقتدار آئی۔وزیر اعظم ایٹلی نے ہندوستان پر برطانوی اقتدار کے جاری رکھنے کی مخالفت کی۔اس طرح ہندوستان میں سامراجیت کے خاتمہ کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

برطانوی حکومت کے خلاف نفرت بڑھ گئی۔اس وقت 1943ء میں بنگال میں ایک بھیانک قحط پڑا جس میں کئی لاکھ افراد مارے گئے۔حکومت نے لاپرواہی روا رکھی۔یہ اور کئی دیگر واقعات نے ہندوستانیوں کو برہم کردیا وہ آزادی کے سوا کسی اور بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔

نومبر 1945ء کو آزاد ہند فوج کے تین آفیسروں کو برطانوی حکومت کے خلاف سازش کے الزام میں عمر قید سنائی گئی۔ اس کے خلاف تمام ملک میں احتجاج اور ہڑتالیں منظم کی گئیں۔ رائل انڈین نیوی (The Royal Indian Navy) نے بھی بغاوت کر دی۔ ایسے حالات میں آزادی دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

3.14 کیبنٹ مشن پلان

حکومت برطانیہ سر اسٹافورڈ کی قیادت میں ایک سہ رکنی مشن کو فروری 1946ء کو ہندوستان روانہ کیا برطانوی وزیر اعظم نے ہندوستان کو آزادی دینے کے لیے رضامندی ظاہر کی۔ کیبنٹ مشن نے چار صوبائی علاقوں (Zones) پر مشتمل ایک ہندوستانی یونین کی تشکیل کی تجویز کو پیش کیا۔ اس نے دستور ساز اسمبلی کی تشکیل کی بھی تجویز رکھی۔ کانگریس نے کیبنٹ مشن تجاویز کو قبول کر لیا۔ جولائی 1945ء میں دستور ساز اسمبلی کے انتخابات منعقد ہوئے جس میں کانگریس منجملہ 210 نشستوں کے 210 نشستیں حاصل کیں اور مسلم لیگ نے منجملہ 78 نشستوں میں سے 73 نشستیں حاصل کیں تھی۔ بعد ازاں مسلم لیگ نے اسمبلی کا مقاطعہ کیا اور علاحدہ ریاست، پاکستان کا مطالبہ کیا۔ دیسی ریاستوں نے بھی اسمبلی کا مقاطعہ کیا۔ 2/ ستمبر 1946ء کو جواہر لال نہرو کی قیادت میں کانگریس نے ایک عبوری حکومت کو تشکیل دیا۔ بعد ازاں مسلم لیگ نے بھی عبوری حکومت میں شمولیت اختیار کر لی۔

4 سبق کا خلاصہ

ہندوستانی جد جہد آزادی کے دوران تین بڑی اہم تحریکیں چلائی گئیں تھیں۔ ایک تحریک عدم تعاون دوسری سیول نافرمانی کی تحریک اور تیسری ہندوستان چھوڑ دو تحریک تھی۔ یہ تینوں تحریکیں گاندھی جی کی قیادت اور رہنمائی میں چلائی گئیں تھیں۔ ڈانڈی مارچ اور نمک کے قانون کو توڑتے ہوئے گاندھی جی نے سیول نافرمانی تحریک کی ابتداء کی۔ تمام ہندوستان میں یہ تحریک چلائی۔ قانون توڑے گئے۔ اسکولوں اور کالجوں کا مقاطعہ کیا گیا۔ حکومت برطانیہ نے تین گول میز کانفرنسوں کو لندن میں منعقد کیا جس کے نتیجے میں ہندوستان میں دستوری تبدیلیاں پیدا کی گئیں۔ اور صوبائی وزارتیں قائم کی گئیں اس دوران دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی اور قوم پرست تحریک بھی زور پکڑتی گئی۔ حکومت برطانیہ کرپس مشن کو روانہ کیا تا کہ ہندوستانی قائدین سے بات چیت کی جاسکے۔ لیکن یہ مشن بھی نا کام رہا۔ اس پر ہندوستان چھوڑ دو تحریک چلائی گئی۔ کئی قائدین کو گرفتار کر لیا گیا لیکن یہ تحریک جاری رہی۔ اسی دوران فرقہ واری سیاست پھر ابھرنے لگی اور مسلم لیگ نے دو قومی نظریہ کو پیش کرتے ہوئے ایک علاحدہ ریاست کا مطالبہ کیا۔ برطانیہ میں لیبر پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد ہندوستان کو آزادی دینے پر غور کرنے کے لیے کیبنٹ مشن کو ہندوستان روانہ کیا گیا جس میں یونین آف انڈیا کی تشکیل کی تجویز پیش کی تھی۔

5 زائد معلومات

آزاد ہند فوج (Indian National Army) پانچ ڈیویژنوں پر مشتمل تھی۔ ہر ڈیویژن 12 ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔
سبھاش چندر بوس نے قومی آزادی کے سلسلہ میں نمایاں کارنامے انجام دینے کی وجہ سے انہیں نیتا جی کہا جانے لگا۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 مختصر جوابی سوالات

1 ڈانڈی مارچ کب شروع ہوئی تھی؟
2 سیول نافرمانی تحریک کس قانون کو توڑنے کے ساتھ شروع ہوئی تھی؟
3 گاندھی جی نے کتنے ساتھیوں کے ہمراہ ڈانڈی مارچ کیا تھا
4 پہلی گول میز کانفرنس کب منعقد ہوئی تھی؟
5 دوسری گول میز کانفرنس کہاں منعقد ہوئی تھی؟
6 گاندھی جی نے کس گول میز کانفرنس میں شرکت کی تھی؟
7 گاندھی۔ اِروِن معاہدہ کب طے پایا تھا؟
8 1937ء کے صوبائی اسمبلیوں میں کس جماعت کو اکثریت حاصل ہوئی تھی؟
9 سبھاش چندر بوس کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی تھی؟
10 انڈین پینڈنز لیگ کو کس نے قائم کیا تھا؟

6.2 طویل جوابی سوالات

1 ڈانڈی مارچ کو بیان کیجیے
2 دوسری گول میز کانفرس پر ایک نوٹ لکھیے
3 قانون ہند 1935ء کی اہم توضیحات کیا تھیں؟
4 سبھاش چندر بوس کی حالات زندگی کو بیان کیجیے
5 کرپس مشن پر ایک نوٹ لکھیے
6 ہندوستا چھوڑ دو تحریک کو بیان کیجیے

7 دوقومی نظریہ کو بیان کیجیے

8 کینٹ مشن پلان کو بیان کیجیے

9 دوسری جنگ عظیم کے دوران ہونے والی ہندوستانی قوم پرست تحریک کو بیان کیجیے۔

10 دوسری جنگ عظیم کے بعد ہونے والے واقعات کو بیان کیجیے

6.3 معروضی سوالات

6.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 پہلی گول میز کانفرنس......................میں منعقد ہوئی تھی۔

2 گاندھی۔ اِروِن معاہدہ......................میں طے پایا تھا۔

3 آزاد ہند فوج کو......................نے از سر نو منظم کیا تھا۔

4 ڈانڈی مارچ......................سے شروع کی گئی تھی۔

5 شمال مغرب سرحدی صوبہ میں سول نافرمانی تحریک کو......................نے منظم کیا تھا۔

6 پہلی گول میز کانفرنس میں......................ہندوستانی اراکین نے شرکت کی تھی۔

7 پہلی انفرادی ستیہ گرہ کے لیے......................کو منتخب کیا گیا تھا۔

8 ہندوستان چھوڑ دو تحریک کی قرارداد کو......................سنہء میں منظور کیا گیا تھا۔

9 کینٹ مشن......................اراکین پر مشتمل تھا۔

6.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 ڈانڈی مارچ کتنے میل پر مشتمل تھی: ( )

(الف) 380 میل (ب) 385 میل

(ج) 383 میل (د) 384 میل

2 قانون ہند 1935 کے مطابق کتنی فیصد عوام کو حق رائے دہی دی گئی تھی: ( )

(الف) 12 فیصد (ب) 14 فیصد

(ج) 13 فیصد (د) 15 فیصد

3 دوسری جنگ عظیم کا آغاز کب ہوا تھا: ( )

(الف) 3/ستمبر 1939ء (ب) 5/ستمبر 1939ء

(ج) 7/ستمبر 1939ء (د) 9/ستمبر 1939ء

4 انفرادی ستیہ گرہ کا اعلان کب کیا گیا: ( )

(الف) اکتوبر 1940ء (ب) ستمبر 1940ء

(ج) نومبر 1940ء (د) دسمبر 1940ء

5 دو قومی نظریہ کو کس نے پیش کیا تھا: ( )

(الف) مسلم لیگ (ب) وطن پارٹی

(ج) احرار پارٹی

6.3.3 جوڑیاں لگائیے

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے۔

	A		B
1	ڈانڈی مارچ کی ابتداء	I	نومبر 1939ء میں ہوئے
2	سبھاش چندر بوس	II	1942ء میں کیا
3	کانگریس صوبائی وزارتوں سے مستعفی	III	16 اپریل 1930 کو شروع ہوا
4	جاپان کا رنگون پر حملہ	IV	خان عبدالغفار خان
5	خدائی خدمت گار	V	ایک تشدد پسند سیاسی رہنماء

سبق - 12

تقسیم اور آزادی

1 سبق کا خاکہ

اس سبق میں آپ مندرجہ ذیل معلومات حاصل کریں گے:

+ آزادی اور ملک کی تقسیم
+ آزادی کے بعد کے مسائل
+ تحریک آزادی کی اہم خصوصیات

2 تمہید

پچھلے سبق میں آپ نے تحریک آزادی میں تیزی اور برطانوی حکومت کے اقدامات سے متعلق معلومات حاصل کیں اس سبق میں آپ ہندوستان کا آزادی حاصل کرنا اور پاکستان کے قیام سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ آزادی کے بعد کے مسائل سے متعلق معلومات حاصل کریں گے۔

3 سبق متن

3.1 آزادی اور ملک کی تقسیم

ایک طویل جدوجہد کے بعد ہندوستان کو آزادی حاصل ہوئی۔ یہ آزادی خوشی کے ساتھ غم کا عنصر بھی لیے ہوئی تھی کیوں کہ ملک دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ ملک کی تقسیم نے ہندوستانیوں کو قوم میں تقسیم کردیا ایک ہندوستان اور دوسری پاکستان۔ 24 مارچ 1947ء کو لارڈ ماؤنٹ بٹن کو بطور وائسرائے ہند مقرر کیا گیا اور برطانوی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ ہندوستانیوں کو اقتدار منتقل کریں گے۔

ماؤنٹ بیٹن نے 3/ جون 1947ء کو ملک کو دو آزاد ریاستوں میں تقسیم کرنے کے منصوبہ کو پیش کیا۔ ایک ہندوستانی وفاق اور دوسری پاکستان ریاست۔ دو بڑی سیاسی جماعتوں کانگریس اور مسلم لیگ نے اس منصوبہ کو قبول کرلیا۔ ایک کمیٹی قائم کی گئی جس کے ذریعہ دو عنقریب قائم ہونے والی ریاستوں کے اثاثہ جات اور علاقوں کا فیصلہ کیا گیا۔ مسلم اکثریتی اضلاع غیر مسلم اکثریتی علاقوں سے علاحدہ کردیے گئے۔ غیر مسلم اکثریتی علاقے ہندوستانی وفاق میں شامل کردیے گئے۔ دونوں ریاستوں کے درمیان سرحد کا تعین کرنے کے لیے سر ریڈکلف کی صدارت میں باؤنڈری کمیشن (Boundry Commission) قائم کیا جس نے سرحد کا تعین کیا۔

جولائی 1947ء میں برطانوی پارلیمان ماؤنٹ بیٹن پلان کی توثیق کردی اور اس طرح 15/ اگست 1947ء میں

آزادی کے ساتھ ملک کی تقسیم ہوگئی۔ دو آزاد ملک یعنی ہندوستان اور پاکستان وجود میں آئے۔ پاکستان شمال مغربی سرحدی صوبے، بلوچستان، سندھ، مغربی پنجاب اور مشرقی بنگال پر مشتمل تھا اور باقی حصہ ہندوستان کہلایا۔
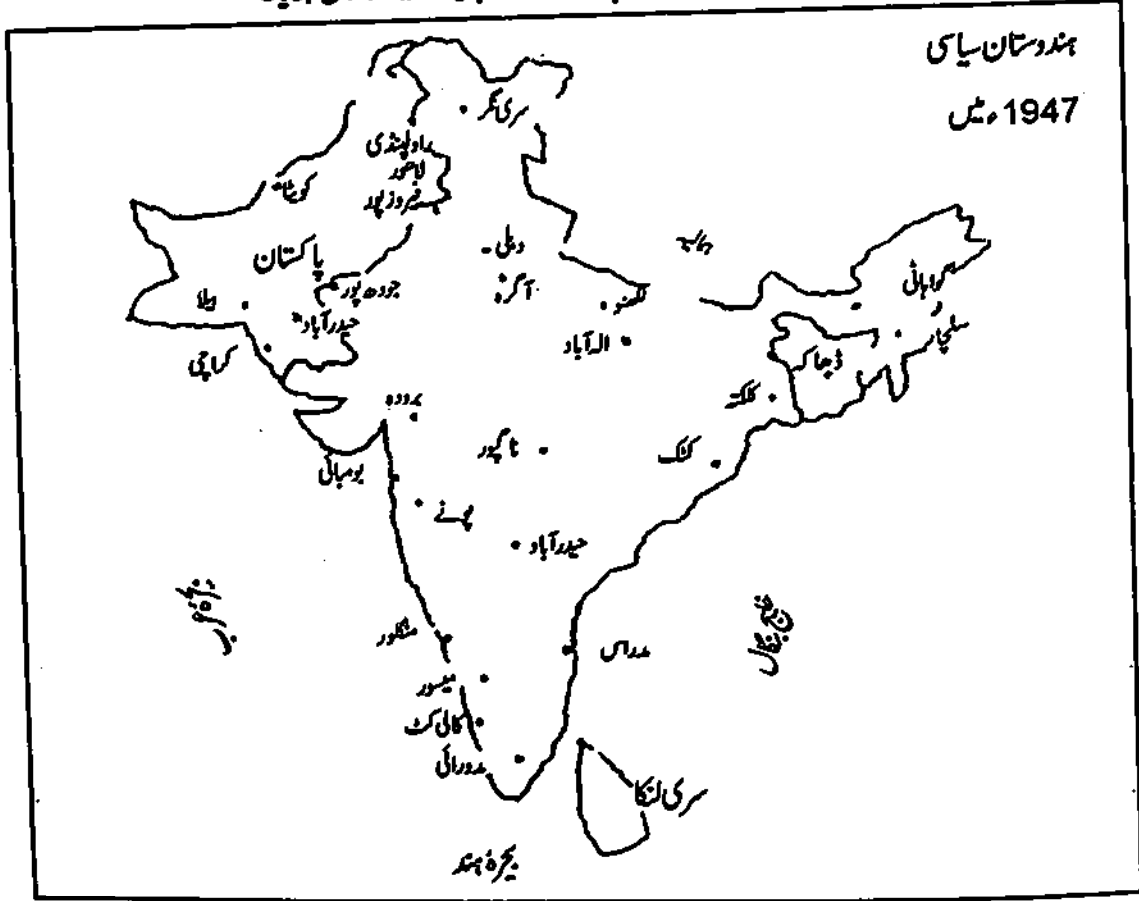
نقشہ نمبر 12.1 1947ء کا ہندوستان

3.2 آزادی کے بعد کے مسائل

آزادی کے بعد حکومت ہند کے سامنے کئی مسائل تھے۔ جس میں امن و امان کی بحالی، تارکان وطن کی باز آبادکاری، شاہی ریاستوں کا ہندوستانی وفاق میں انضمام اور گوا کی آزادی وغیرہ شامل تھے۔

ہندوستان کی آزادی سے کچھ عرصہ قبل اور آزادی کے فوری بعد ملک میں فسادات پھوٹ پڑے تھے۔ لاکھوں ہندو اور مسلمان دونوں ہی فرقہ وارانہ جذبات کا نشانہ بن گئے۔ کئی ہزار افراد ہلاک ہوئے اور کئی لاکھ اپنے گھروں سے بے گھر ہوگئے۔ جو ہندو اور مسلمان خوش قسمتی سے بچ گئے وہ پناہ گزینوں کی حیثیت سے ہندوستان یا پاکستان ہجرت کر گئے۔

گاندھی جی جنہوں نے اپنی 30 سالہ مجاہد آزادی میں ہندو۔ مسلم اتحاد کے لیے جدو جہد کی

ان فسادات کو دیکھ کر گاندھی جی مغموم ہوئے۔ فسادزدہ علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے دونوں فرقوں کو سمجھایا۔ کلکتہ میں برت رکھا اور کہا کہ جب تک فسادات نہ رکیں گے وہ برت نہ چھوڑیں گے۔ گاندھی جی جب دہلی واپس ہوئے اور وہاں 30 / جنوری 1938ء کو ایک دعائیہ جلسہ میں ایک ہندو بنیاد پرست ناتھورام گوڈسے نے ان کے سینہ پر گولیاں داغ دیں اور اس طرح گاندھی جی شہید ہو گئے۔

حکومت ہند کے سامنے تارکان وطن کی باز آبادکاری کا ایک اور مسئلہ تھا۔ عوام نے تعاون سے اس مسئلہ کو بھی حل کرلیا گیا۔

ہندوستان میں کئی آزاد ریاستیں تھیں۔ آزادی کے بعد ان ریاستوں کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ ہندوستان اور پاکستان دونوں ریاستوں میں سے کسی میں بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ سوائے کشمیر اور حیدرآباد کے تمام ریاستوں نے ہندوستان میں ضم ہونے کا اعلان کیا اور ضم ہو گئیں۔ حیدرآباد کو والی حیدرآباد کے خلاف پولیس ایکشن لیتے ہوئے ہندوستان میں ضم کرلیا گیا۔ کشمیر کے مہاراجہ نے ہندوستانی وفاق میں کشمیر کو ضم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ باوجود پاکستان کی جارحیت کے کشمیر ہندوستان کا ایک حصہ بن گیا۔

3.3 تحریک آزادی کی اہم خصوصیات

ہندوستانی قومی تحریک مثالی جدو جہد کی ایک طویل روداد ہے۔ یہ کئی خصوصیات کی حامل تھی۔ ہندوستانی عوام نے دنیا کی سب سے طاقتور سامراج سے مقابلہ کیا جس میں ہندوستان کی تمام عوام بلاتفریق مذہب و ملت رنگ و نسل اور اعلیٰ اور ادنیٰ کے بھید بھاؤ کو پرے رکھ کر جدو جہد آزادی میں حصہ لیا تھا۔ اس مثالی اتحاد کو ہمارے ہر دل عزیز رہنماؤں نے قائم کیا تھا جن میں گاندھی جی، جواہر لال نہرو، سردار پٹیل اور مولانا آزاد وغیرہ شامل تھے۔

ہندوستانی قومی تحریک کی ایک اور خصوصیت عدم تشدد تھی۔ گاندھی جی نے اس نظریہ کو دیا تھا۔ ان کی قیادت میں قوم پرست تحریک عدم تشدد کی اساس پر چلائی گئی اور آزادی کو حاصل کیا گیا۔ جس طرح دنیا نے ہندوستان کی آزادی حمایت کی اسی طرح ہندوستانیوں نے دنیا کے مختلف ممالک میں جاری آزادی کی تحریکیوں کی حمایت کی۔

قومی تحریک کی اور ایک خصوصیت ہندوستانی معاشرہ کو سیکولر جمہوری اور مساوات کی بنیادوں پر از سر نو تنظیم کرنا تھی۔ ایسے معاشرہ کی تشکیل کے لیے سامراجیت کا خاتمہ ضروری تھا۔ لہذا ہندوستانیوں نے برطانوی سامراجی طاقت کو ہندوستان سے بے دخل کیا اور اپنے لیے آزادی کو حاصل کر ہی لیا۔

4 سبق کا خلاصہ

طویل جدوجہد کے بعد ہندوستان 15 / اگست 1947ء کو آزاد ہوا اور ایک علاحدہ ریاست پاکستان کی تخلیق بھی ہوئی۔ دو قومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان ایک آزاد ریاست کے طور پر قائم ہوا۔ ایک واحد ملک دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ آزادی کے بعد ہندوستانی حکومت نے درپیش مسائل کو بخوبی حل کیا۔ ہندوستانی قومی تحریک کئی خصوصیات کی حامل تھی تمام ہندوستانیوں نے متحد ہو کر دنیا کی بڑی سامراجی طاقت کا مقابلہ کیا اور عدم تشدد کو اپناتے ہوئے قومی تحریک میں تقویت کو پیدا کی۔ اس طرح ایک طویل جدوجہد کے بعد آزادی کو حاصل کیا گیا۔

5 نمونہ امتحانی سوالات

5.1 مختصر جوابی سوالات

1. ماؤنٹ بیٹن کون تھا؟
2. ماؤنٹ بیٹن منصوبہ کیا تھا؟
3. باؤنڈری کمیشن کس کی صدارت میں قائم کیا گیا تھا؟
4. گاندھی جی کو کس نے شہید کیا تھا؟
5. ہندوستانی قومی تحریک کی کوئی ایک خصوصیت کو بتائیے۔

5.2 طویل جوابی سوالات

1. ماؤنٹ بیٹن پلان کے تحت ہندوستان کو کیسے آزادی دی گئی؟ بیان کیجیے
2. پاکستان کے قیام پر ایک نوٹ لکھیے
3. ہندوستان کی آزادی کے بعد کے مسائل کو بیان کیجیے
4. ہندوستان کی قومی تحریک کی خصوصیات کو بیان کیجیے

5.3 معروضی سوالات

5.3.1 خالی جگہوں کو پر کیجیے

1 ماونٹ بیٹن کو........سنہ میں وائسرائے ہند مقرر کیا گیا تھا۔

2 گاندھی جی فسادات کے خاتمہ کے لیے..................میں برت رکھا تھا۔

3 گاندھی جی کو..........جنوری..................کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔

5.3.2 صحیح جواب کی نشاندہی کیجیے

1 ماونٹ بیٹن نے کب دو ریاستوں کے منصوبہ کو پیش کیا تھا: (   )

(الف) 6/جون 1948ء (ب) 7/جون 1948ء

(ج) 3/ 1948ء (د) 9/جون 1948ء

2 برطانوی پارلیمان ماونٹ بیٹن منصوبہ کی کب توثیق کر دی: (   )

(الف) اگست 1947ء (ب) جولائی 1947ء

(ج) جون 1947ء (د) ستمبر 1947ء

3 کونسی ہندوستانی ریاست کو پولیس ایکشن کے ذریعہ ہندوستانی وفاق میں ضم کیا گیا: (   )

(الف) کشمیر (ب) جوناگڑھ

(ج) حیدرآباد (د) جھانسی

5.3.3 جوڑ یا لگائیے

ستون A میں دیے ہوئے الفاظ یا جملوں کو ستون B سے مناسب الفاظ یا جملے منتخب کر کے مکمل کیجیے:

	A		B
1	گاندھی جی کی مجاہد آزادی کی زندگی	I	مانٹ بیٹن نے پیش کیا
2	دو ریاستوں کے قیام کا منصوبہ	II	قومی تحریک کی ایک خصوصیت
3	عدم تشدد	III	30 برس تھی

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان (مدرسہ سیریز) کی چند مطبوعات

نوٹ: طلبہ واساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجرانِ کتب کو حسبِ ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

آؤ حساب سیکھیں

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
صفحات 306

جدید ہندستان
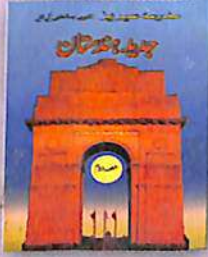
مرتب:
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
صفحات 229

تہذیب کی تاریخ

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
صفحات 187

ممالک اور ان کے باشندے
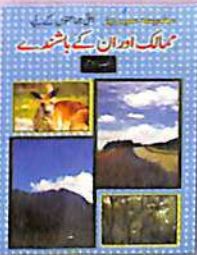
مرتب:
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
صفحات 211

ہمارا آج کا ملک

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
صفحات 105

ماحول کی کھوج بین

مرتب:
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
صفحات 144
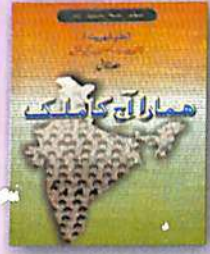
कौमी काउन्सिल बराए फ़रोग़-ए-उर्दू ज़बान

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language
West Block-1, R.K. Puram, New Delhi-110066